عبادات (حصہ اول)

جلد: ٦

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)

مواعظِ عثمانی

عبادات

جلدِ ششم

مُفتی مُحمّد تقی عُثمانی

ترتیب وتخریج

مولانا عنایت الرحمٰن

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

Karachi, Pakistan.

مواعظِ عثمانی

عرض ناشر: الحمد للہ اگر چہ مکتبہ معارف القرآن کراچی نے "مواعظ عثمانی" کی تصحیح وطباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔
اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

باہتمام : خِضر قاسمی
طبع جدید : جمادی الاولیٰ ۱۴۴۴ھ - دسمبر ۲۰۲۲ء
ناشر : مکتبہ معارف القرآن کراچی
ترتیب و ڈیزائننگ : عمران خان

فون : (92-21) 35031565, 35123130
ای میل : info@mmqpk.com
ویب سائٹ : www.mmqpk.com
www.maktabamaarifulquran.com
آن لائن : fb/onlinesharia

فیس بک سے خریداری کے لئے scan کریں

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
maktabamaarifulquran.com
احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، پاکستان- 75180

ONLINE
www.SHARIAH.com
آن لائن خریداری کے لئے تشریف لائیں۔

ملنے کے پتے
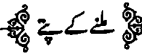
- مکتبہ دار العلوم، کراچی
- دار الاشاعت، کراچی
- بیت القرآن، کراچی
- مکتبۃ القرآن، کراچی
- بیت الکتب، کراچی
- ادارۂ اسلامیات، کراچی / لاہور
- مکتبہ عمر فاروق، کراچی
- فخر الدین کانچ والا، کراچی
- مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدرآباد
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
- مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- مکتبہ بیت العلوم، لاہور
- مکتبہ سید احمد شہید، لاہور
- الفلاح پبلیشرز، لاہور
- اسلامی کتاب گھر، فیصل آباد
- مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد
- مکتبہ صفدریہ، راولپنڈی
- اسلامی کتاب گھر، راولپنڈی
- مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی
- سنز بکس، اسلام آباد
- دارالسلام، اسلام آباد
- مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
- دار الاخلاص، پشاور
- مکتبہ احیاء العلوم، کرک
- مکتبہ عباسیہ، تیمر گرہ
- مکتبہ احرار، مردان
- قرآن مجید محل، مردان

پیشِ لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم وعلى آله وأصحابه أجمعين، وعلى كل من تبعهم بإحسان إلى يوم الدين

میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرّہٗ نے بندے کو دارالعلوم ۱۹۵۹ء میں دورۂ حدیث کی تکمیل کے بعد ہی سے جمعہ کی تقریر کرنے پر مقرر فرمادیا تھا، شروع میں اپنے لسبیلہ ہاؤس والے گھر کے قریب عزیزی مسجد میں کئی سال جمعہ کی تقریر کرتا رہا، پھر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے بعد جامع مسجد نعمان لسبیلہ ہاؤس میں سالہا سال جمعے کی تقریر کی نوبت آتی رہی۔ ۱۹۹۹ء میں میرے استاد گرامی حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی جو جامع مسجد بیت المکرم میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور ان کی تعلیمات کا فیض دور تک پھیلا ہوا تھا، اس موقع پر مجھے جامع مسجد نعمان لسبیلہ ہاؤس سے بیت المکرم منتقل کیا گیا اور وہاں ۱۹۹۹ء سے ۲۰۲۰ء تک جمعہ کی تقریر کا سلسلہ رہا۔

میرے شیخ مکرم حضرت ڈاکٹر عبد الحی عارفی صاحب قدس اللہ سرہ کی

وفات کے بعد میرے استاذ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر میں نے لسبیلہ ہاؤس کی جامع مسجد نعمان میں اور پھر بیت المکرم میں اتوار کے دن عصر کے بعد ایک اصلاحی مجلس کا سلسلہ شروع کیا، اس وقت میری تقریریں محفوظ کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور نہ میں انہیں اس قابل سمجھتا تھا کہ انہیں شائع کیا جائے، لیکن میرے انتہائی مشفق دوست حضرت پروفیسر شمیم احمد صاحب (جو اس وقت ''معارف القرآن'' کا انگریزی ترجمہ کر رہے تھے) نے میرے معاون مولانا عبد اللہ میمن صاحب سے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ ان تقریروں کو ریکارڈ کر کے قلمبند کرلیا کریں، چنانچہ انہی کی تحریک پر ان اصلاحی بیانات اور کسی قدر جمعے کے خطبوں پر مشتمل ایک طویل سلسلہ ''اصلاحی خطبات'' کے نام سے منظرِ عام پر آ گیا جس کی اب غالباً ۲۵ جلدیں ہوچکی ہیں۔

تجربے سے معلوم ہوا کہ بفضلہٖ تعالیٰ ان کی اشاعت مفید ہوئی اور حضراتِ ائمہ وخطباء بھی اپنی تقاریر میں ان سے مدد لینے لگے اور عام مسلمانوں کو بھی عام فہم انداز میں دین کی بنیادی معلومات آسانی سے پہنچنے لگیں، اس کے علاوہ بندہ کو مختلف مواقع پر کراچی یا کسی اور شہر میں، بلکہ کسی اور ملک میں بھی اس طرح کی تقریروں کا موقع ملتا رہا اور متعدد احباب انہیں قلمبند کر کے شائع کرتے رہے اور کسی خاص موضوع کے بارے میں انہی تقاریر سے متعدد مجموعے بھی مرتب کر کے شائع کیے گئے۔

مجھے ایک فکر ہمیشہ دامن گیر رہی کہ اصلاحی بیانات میں بسا اوقات واقعات اور احادیث میں صحت کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا جتنا مستقل تالیفات میں ہوتا ہے، اس لیے میں نے اپنے احباب میں سے مولانا عنایت الرحمن صاحب کو اس پر

نامزد کیا کہ وہ میری تقاریر میں بیان کردہ احادیث یا سلف کے واقعات کی تحقیق وتخریج کریں اور جہاں غلطی ہوئی ہو، اس کی اصلاح کریں۔ میرے مشورے سے وہ یہ کام ماشاء اللہ قابلیت کے ساتھ کرتے رہے۔ مولانا عنایت الرحمن صاحب نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ ''اصلاحی خطبات''، ''اصلاحی مجالس'' اور بیانات کے مختلف مجموعوں کو بھی عنوانات و مضامین کی ترتیب سے مرتب کیا اور جو تقاریر ''البلاغ'' میں یا کسی دوسرے رسالے میں شائع ہوئی تھیں یا کسی کتاب کا جز تھیں ان کا بھی استقصاء کرکے ایک نیا مجموعہ ''مواعظِ عثمانی'' کے نام سے مرتب کردیا اور اس لحاظ سے یہ بندہ کی تقاریر، مواعظ اور بیانات کا سب سے زیادہ جامع مجموعہ ہوگیا ہے اور حسبِ استطاعت اس میں تخریج وتحقیق کا بھی اہتمام ہے جس سے اس کے درجۂ استناد میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزِ موصوف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اس بےعمل کے لیے ذخیرۂ آخرت بنادیں اور اس سے عام وخاص مسلمانوں کو فائدہ پہنچے۔ آمین

دارالعلوم کراچی ۱۴

بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۵/محرم ۱۴۴۳ھ

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

زیرِ نظر کتاب سلسلہ ''مواعظِ عثمانی'' جلدِ ششم ''عبادات (حصہ اوّل)'' جو حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے خطبات، تقاریر اور مضامین کا تخریج شدہ جامع اور مستند موضوع وار مجموعہ ہے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کو اللہ ربُّ العزت نے جو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی ہے وہ محتاجِ تعارف نہیں۔ حضرت والا دامت برکاتہم بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، ماہرِ معاشیاتِ اسلامی، مؤرخ، محقق، شاعر، ادیب اور مبلغ و داعیٔ اسلام ہیں۔ اسی دعوت وارشاد کا سلسلہ عرصۂ دراز سے ہفتہ واری مجلس کی صورت میں تاحال جاری ہے اور الحمد للہ اس سے بلا مبالغہ لاکھوں انسانوں کو فائدہ ہو رہا ہے، جن میں غیر مسلم حضرات بھی شامل ہیں۔ اور اسی دعوت وارشاد کی برکت سے بہت سارے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں اور آج ایک کامیاب زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت والا دامت برکاتہم کے انہی بیانات ومواعظ سے علماء، طلباء اور خطباء کرام استفادہ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اور حضرت والا دامت برکاتہم کے جملہ بیانات ومواعظ تحریراً اور تقریراً عوام الناس میں مقبول ہیں اور ہر طبقہ ان سے مستفید ہو رہا ہے۔

فاضل مرتب نے اس مجموعہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا	اصلاحی خطبات	اصلاحی مواعظ
اصلاحی مجالس	خطباتِ عثمانی	خطبات دورۂ ہند
درسِ شُعب الایمان	نشری تقریریں	فرد کی اصلاح
اصلاحِ معاشرہ	تربیتی بیانات	ذکر وفکر

The Islamic months

اور اس کے علاوہ

آسان ترجمہ قرآن	اسلام اور ہماری زندگی	انعام الباری
تقریرِ ترمذی	جہانِ دیدہ	سفر در سفر
دنیا مرے آگے	اسلام اور جدید معاشی مسائل	اسلام اور ہمارا معاشی نظام

کے منتخب مضامین، نیز ماہنامہ البلاغ اور دیگر مجموعوں اور رسائل میں شائع شدہ اور صوتی صورت میں محفوظ شدہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے بعض بیانات و خطبات کو شامل کیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر اس کی تصحیح اور تحقیق کا اہتمام ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ مجموعہ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کے خطبات ومضامین کا جامع اور مستند ترین مجموعہ ہے۔ اس مجموعہ کی ترتیب، تحقیق وتخریج حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر ان کی نگرانی میں مولانا عنایت الرحمن صاحب نے کی ہے۔ اس مجموعہ کی خصوصیات اور تحقیق وتخریج کا طریقۂ کار اس مجموعہ کی پہلی جلد ''ایمان وعقائد ونظریات (حصہ) اوّل'' کے شروع میں درج ہے، اس کی مراجعت ان شاء اللہ مفید رہے گی۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے ادارہ کے جملہ احباب ومعاونین کے لئے ذخیرۂ آخرت بنادے۔ آمین یارب العالمین۔

خضر قاسمی (ناظم ادارہ)
مکتبہ معارف القرآن کراچی

فہرستِ عنوانات

اجمالی فہرستِ عنوانات

تفصیلی فہرست

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

پاکی اور صفائی

(ذکر وفکر ص ۱۹۵)
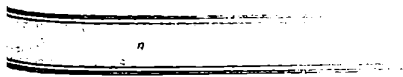
بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکی اور صفائی

تقریباً دو سال پہلے میں برطانیہ کے ایک سفر کے دوران برمنگھم سے ٹرین کے ذریعے ایڈنبرا جارہا تھا، راستے میں مجھے غسل خانہ استعمال کرنے کی ضرورت پیش آئی، میں اپنی سیٹ سے اٹھ کر غسل خانے کی طرف چلا تو دیکھا کہ وہاں ایک انگریز خاتون پہلے سے انتظار میں کھڑی ہیں، جس سے اندازہ ہوا کہ غسل خانہ خالی نہیں ہے، چنانچہ میں ایک قریبی سیٹ پر بیٹھ کر انتظار کرنے لگا، جب کچھ دیر گزر گئی تو اچانک غسل خانے کے دروازے پر میری نگاہ پڑی وہاں (Vacant) کی تختی صاف نظر آرہی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ غسل خانہ خالی ہے اور اس میں کوئی نہیں ہے، اس کے باوجود وہ خاتون بدستور دروازے کے سامنے کھڑی ہوئی تھیں۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ شاید ان کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں نے قریب جاکر ان سے کہا کہ غسل خانہ تو خالی ہے، اگر آپ اندر جانا چاہیں تو چلی جائیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ دراصل غسل خانے کے اندر میں ہی تھی، لیکن جب میں پیشاب سے فارغ ہوئی تو ریل پلیٹ فارم پر رک گئی

اور میں کموڈ کو فلش نہ کرسکی (یعنی اس پر پانی نہ بہا سکی) کیونکہ جب گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو تو فلش کرنا مناسب نہیں، اب میں باہر آکر اس انتظار میں ہوں کہ گاڑی چلے تو میں اندر جاکر کموڈ کو فلش کروں، پھر اپنی سیٹ پر جاکر بیٹھوں گی۔

یہ بظاہر ایک چھوٹا سا معمولی واقعہ تھا، لیکن میرے ذہن پر ایک نقش چھوڑ گیا، یہ ایک انگریز خاتون تھیں اور بظاہر غیر مسلم، لیکن انہوں نے جو طرزِ عمل اختیار کیا، وہ دراصل اسلام کی تعلیم تھی۔ مجھے یاد ہے کہ میرے بچپن میں ایک صاحب سے ایک مرتبہ یہ غلطی سرزد ہوئی کہ وہ غسل خانہ استعمال کرنے کے بعد اسے فلش کیے بغیر باہر آگئے، تو میرے والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر سخت تنبیہ کی اور فرمایا کہ ایسا کرنا اسلامی تعلیمات کے مطابق سخت گناہ ہے، کیونکہ اس طرح گندگی پھیلانے سے آنے والے شخص کو تکلیف ہوگی اور کسی بھی شخص کو تکلیف پہنچانا گناہ ہے۔

دوسری طرف جب گاڑی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو تو اس وقت غسل خانے کا استعمال یا اسے فلش کرنا ریلوے کے قاعدے کے تحت اس لیے منع ہے کہ اس کے نتیجے میں ریلوے اسٹیشن کی فضا خراب ہوتی ہے اور پلیٹ فارم پر موجود لوگوں کو ریلوے لائن پر پڑی ہوئی گندگی سے ذہنی کوفت بھی ہوتی ہے اور وہ گندگی بیماریاں پھیلنے کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے، اس خاتون نے بیک وقت دونوں باتوں کا خیال کیا، ٹرین کے کھڑے ہونے کی حالت میں بھی پانی بہانا گوارا نہ کیا اور پانی بہائے بغیر سیٹ پر آکر بیٹھنا بھی پسند نہیں کیا، تاکہ کوئی شخص اس حالت میں جاکر تکلیف نہ اٹھائے۔

ہم مسلمان ہیں اور ہماری ہر دینی تعلیم کا آغاز ہی طہارت سے ہوتا ہے، جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان کا آدھا حصہ قرار دیا ہے[1]۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی باریک بینی سے ہر اس کام سے منع فرمایا ہے جو ناحق کسی دوسرے کی تکلیف کا باعث ہو، لیکن یہ بات کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ ہمارے مشترکہ غسل خانے، خواہ وہ ریل میں ہوں یا جہاز میں، بازار میں ہوں یا مسجدوں میں، تعلیم گاہوں میں ہوں یا شفا خانوں میں، ہر جگہ عموماً گندگی کے ایسے مراکز بنے ہوئے ہیں کہ ان کے قریب سے گزرنا مشکل ہوتا ہے، جب تک کوئی پیتا ہی نہ پڑجائے، کسی سلیم الطبع شخص کے لیے ان کا استعمال ایک شدید آزمائش سے کم نہیں۔ اس صورت حال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان معاملات میں ہم نے دین کی تعلیمات کو بالکل نظر انداز کیا ہوا ہے اور مشترک استعمال کے مقامات پر گندگی پھیلانے کے بعد ہمیں یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اذیت رسانی کے گناہ کے مرتکب ہورہے ہیں، جس کا ہمیں جواب دینا پڑے گا۔

ہمارے ملک میں ریلوں کے ہر غسل خانے میں یہ ہدایت درج ہے کہ جب تک گاڑی کسی اسٹیشن پر کھڑی ہو بیت الخلاء کا استعمال نہ کیا جائے، لیکن عملاً صورتِ حال یہ ہے کہ کوئی اسٹیشن مشکل ہی ایسا ہوگا کہ جس کی ریلوے لائن پر اس ہدایت کی خلاف ورزی کے مکروہ مناظر نظر نہ آتے ہوں، اسی طرح ہوائی جہازوں کے ہر غسل خانے میں یہ ہدایت درج ہوتی ہے کہ بیت الخلاء میں کوئی ٹھوس چیز نہ پھینکی جائے، نیز یہ کہ منہ ہاتھ دھونے کے لیے جو بیسن لگا

[1] صحیح مسلم ۲۰۳/۱ (۲۲۳) طبع دار احیاء التراث العربی۔

ہوتا ہے اسے استعمال کرنے کے بعد آنے والے مسافر کی سہولت کے لیے اسے کاغذ کے تولیے سے صاف کردیا جائے، لیکن ان ہدایات پر کما حقہ عمل نہیں کیا جاتا، چنانچہ ہمارے ہوائی جہازوں کے غسل خانے بھی اب ہماری مجموعی قومی مزاج کی نہایت بھدی تصویر پیش کرتے ہیں، حالانکہ اگر ان ہدایات پر عمل کر کے ہم دوسروں کے لیے راحت کا سامان کریں تو یہ محض ایک شائستگی کی بات ہی نہیں، بلکہ یقیناً اجر وثواب کا کام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد اتنا مشہور ہے کہ بہت سے مسلمانوں کو معلوم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"ایمان کے ستر سے بھی زیادہ شعبے ہیں اور ان میں سے ادنیٰ ترین شعبہ یہ ہے کہ راستے کی گندگی یا تکلیف دہ چیز کو دور کردیا جائے"۔[1]

اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مومن کا کام تو یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے شخص نے بھی کوئی گندگی پھیلادی ہے اور اندیشہ ہے کہ لوگوں کو اس سے تکلیف پہنچے گی، تو وہ خود اسے دور کردے، نہ یہ کہ خود گندگی پھیلاتا پھرے، اگر گندگی دور کرنا ایمان کا شعبہ ہے تو گندگی پھیلانا کس چیز کا شعبہ ہوگا؟ ظاہر ہے کہ بے ایمانی کا یا کفر وفسق کا؟، لیکن ہم نے اپنے عمل سے کچھ ایسا تاثر دے رکھا ہے کہ صفائی ستھرائی درحقیقت ہمارا نہیں، بلکہ غیر مسلم اقوام کا شیوہ ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۶۳(۳۵)۔

یہاں مجھے پھر اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ کا سنایا ہوا لطیفہ یاد آ گیا وہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہندوستان میں ایک انگریز مسلمان ہوگیا اور اس نے پانچ وقت نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں آنا شروع کردیا جب کبھی اسے وضو خانے میں جانے کی ضرورت پیش آتی تو یہ دیکھ کر اس کا دل کڑھتا تھا کہ نالیوں میں گندگی پڑی رہتی ہے، کناروں پر کائی جمی رہتی ہے، نہ لوگ ان میں گندگی ڈالنے سے پرہیز کرتے ہیں نہ ان کی صفائی کا کوئی انتظام ہے۔ آخر ایک روز اس نے یہ طے کیا کہ اس مقدس عبادت گاہ کو صاف رکھنا چونکہ بڑے ثواب کا کام ہے، اس لیے وہ خود ہی یہ خدمت انجام دے گا، چنانچہ وہ کہیں سے جھاڑو وغیرہ لا کر اپنے ہاتھ سے اسے صاف کرنے لگا، معقول مسلمانوں نے تو یقیناً اس کے اس عمل کی قدر کی ہوگی، لیکن محلے کے ایک صاحب نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''یہ انگریز مسلمان تو ہوگیا، لیکن اس کے دماغ سے انگریزیت کی خو بو نہیں گئی''۔

جن صاحب نے یہ افسوس ناک تبصرہ کیا، انہوں نے تو کھل کر صریح لفظوں ہی میں یہ بات کہہ دی، لیکن اگر ہمارے مجموعی طرزِ عمل کا جائزہ لیا جائے تو محسوس یہی ہوتا ہے کہ ہم نے صفائی ستھرائی کو ''انگریزیت کی خُو بُو'' قرار دے رکھا ہے اور شاید گندگی کو اپنی ''خُو بُو''، حالانکہ اسلام نے جس کے ہم نام لیوا ہیں، صفائی ستھرائی سے بھی بہت آگے بڑھ کر ''طہارت'' کا وہ تصور پیش کیا ہے جو ظاہری صفائی سے کہیں بلند و برتر ہے اور جسم کے ساتھ ساتھ روح کی پاکیزگی کے وہ طریقے سکھاتا ہے جن سے بیشتر غیر اسلامی اقوام محروم ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جن مغربی اقوام کی ظاہری صفائی پسندی کا ذکر پیچھے آیا ہے ان کا یہ ذوق صرف اس صفائی کی حد تک محدود ہے جو دوسرے کو نظر آئے، لیکن

جہاں تک ذاتی اور اندرونی (Intrinsic) صفائی کا تعلق ہے اس سے ان اقوام کی محرومی کا تھوڑا سا اندازہ ان طریقوں کو دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے، جو وہ بیت الخلاء استعمال کرنے کے بعد اپنے جسم کی صفائی کے لیے اختیار کرتے ہیں، جب تک اس عمل کے بعد نہانا نہ ہو، جسم سے گندگی دور کرنے کے لیے پانی کے استعمال کا ان کے یہاں کوئی تصور نہیں، اس بات کا تو ان کے یہاں بڑا اہتمام ہے کہ غسل خانے کے فرش پر پاک پانی کی بھی کوئی چھینٹ پڑی نظر نہ آئے، لیکن جسم سے نجاست اور گندگی کو دور کرنے کے لیے صرف ٹائیلٹ پیپر کو کافی سمجھا جاتا ہے، حالانکہ پانی کے استعمال کے بغیر گندگی کا کلی ازالہ مشکل ہے، چنانچہ اگر گندگی کے چھوٹے چھوٹے اجزا جسم یا کپڑے پر اس طرح باقی رہ جائیں، کہ وہ نظر نہ آئیں تو ان کے ازالے کی اتنی فکر نہیں ہے۔ پھر اگر اس عمل کے بعد غسل بھی کرنا ہو تو عموماً اس کا طریقہ یہ ہے کہ ٹب میں پانی جمع کر کے اسی حال میں پانی کے اندر اس طرح داخل ہوجاتے ہیں کہ پانی کے اخراج کا کوئی راستہ نہیں ہوتا اور نجاست کے باقی ماندہ چھوٹے اجزاء بعض اوقات پورے پانی کو ناپاک کرسکتے ہیں۔

یہ تمام طریقے اس لیے اختیار کیے گئے ہیں کہ سارا زور صرف اس ظاہری صفائی پر ہے جو دوسرے کو نظر آئے، ذاتی اور اندرونی صفائی جس کا نام ''طہارت'' ہے، اس کا کوئی تصور نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اسلام نے ہمیں ظاہری صفائی ستھرائی (نظافت) کے ساتھ ساتھ پاکی (طہارت) کے بھی مفصل احکام دیے ہیں، اسی لیے اسلام میں صفائی کا تصور کہیں زیادہ جامع، ہمہ گیر اور بلند و برتر ہے۔ اسلام کو ''طہارت'' بھی مطلوب ہے اور نظافت بھی، طہارت کا مقصد یہ ہے کہ انسان بذات خود واقعی پاک صاف رہے اور نظافت

کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی گندگی سے دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔

آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک میں مسجدِ نبوی اتنی زیادہ کشادہ نہیں تھی، عام طور سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم محنت پیشہ تھے اور موٹے کپڑے پہنتے تھے، گرمی کے موسم میں جب پسینہ آتا تو کپڑے پسینے سے تر ہوجاتے اور جمعے کے اجتماع میں اس پسینے کی وجہ سے بُو پیدا ہوجانے کا اندیشہ تھا، اس لیے آنحضرت ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو تاکید فرمائی کہ جمعہ کے روز سب حضرات غسل کر کے حتی الامکان صاف کپڑے پہن کر اور خوشبو لگا کر مسجد میں آیا کریں(۱)۔

اب ظاہر ہے کہ طہارت کا کم سے کم تقاضا تو اس طرح بھی پورا ہوسکتا تھا کہ لوگ وضو کر کے آجایا کریں اور ان کے کپڑے ظاہری نجاست سے پاک ہوں، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس پر اکتفاء کرنے کے بجائے مذکورہ بالا احکام نظافت کی اہمیت کی وجہ سے عطا فرمائے، تاکہ کوئی شخص کسی دوسرے کے لیے تکلیف کا باعث نہ بنے۔ اس چھوٹی سی مثال ہی سے یہ بات واضح ہے کہ طہارت کے ساتھ ساتھ نظافت بھی اسلام میں مطلوب ہے اور کوئی بھی ایسا اقدام جائز نہیں ہے جس کی وجہ سے ماحول میں گندگی پھیلتی ہو۔ یہ ہر شخص کی ایسی دینی ذمہ داری ہے جس کی ادائیگی کے لیے بنیادی ضرورت توجہ کی ہے، یہ توجہ پیدا ہوجائے تو دیکھتے ہی دیکھتے ماحول سدھر جاتا ہے۔

۲۶/ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ
۱۳/اکتوبر ۱۹۹۴ء

---

(۱) صحیح البخاری ۲/٤ (۸۸٤) طبع دار طوق النجاة، وسنن ابی داود ۹۷/۱ (۳۵۳) طبع المکتبة العصریة بیروت۔
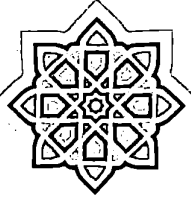
وضو سنّت کے مطابق کیجیے

(اصلاحی خطبات ج ۲۲ ص ۹۳)

وضو سنّت کے مطابق کیجیے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا۔ أَمَّابَعْدُ!

وعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه أَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: «إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ، أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ، أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ، فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ

خَطِيئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ المَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ المَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيّاً مِنَ الذُّنُوبِ»(۱)

چہرہ دھونے سے آنکھ کے گناہ معاف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب کوئی مومن بندہ وضو کرتا ہے اور وضو کے دوران جب وہ اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ جس کی طرف اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا وہ گناہ پانی کے ساتھ ساتھ دھل جاتے ہیں۔ یعنی معاف ہوجاتے ہیں۔اب راوی کو یہاں شک ہوگیا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ پانی کے ساتھ وہ گناہ دھل جاتے ہیں یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ گناہ نکل جاتے ہیں۔ یعنی جس وقت اس نے منہ دھویا اس کے منہ سے آخری قطرے جب بہیں گے تو وہ گناہ جو اس نے آنکھوں سے کیے تھے وہ گناہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے معاف ہوجائیں گے۔

ہاتھ پاؤں دھونے سے دونوں کے گناہ معاف

اور جب وہ ہاتھ دھوئے گا تو ہاتھ دھوتے وقت وہ گناہ جس کو اس کے ہاتھوں نے پکڑا ہوگا اور ہاتھوں کے پکڑنے سے جو گناہ ہوئے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہاتھ دھونے کے ساتھ ساتھ وہ بھی دھل جائیں گے اور

(۱) صحیح مسلم ۲۱۵/۱ (۲٤٤). و رياض الصالحين ص ۷۵ (۱۲۹) طبع موسسة الرسالة۔

معاف ہوجائیں گے۔ یا یہ فرمایا کہ پانی کے آخری قطرے کے ساتھ وہ گناہ نکل جائیں گے۔اور جب اپنے پاؤں دھوئے گا تو ہر وہ گناہ جس کی طرف وہ پاؤں سے چل کر گیا ہوگا وہ بھی دھل جائیں گے یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ نکل جائیں گے۔

ایک روایت میں سر کے مسح کا ذکر بھی ہے کہ جب وہ شخص سر کا مسح کرے گا تو سر کے مسح کے ساتھ جتنے گناہ سر سے سرزد ہوئے ہوں گے وہ اس کے کانوں سے نکل جائیں گے[1]۔

اور آخر میں فرمایا کہ یہاں تک کہ جب اس کا وضو پورا ہوگا تو وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہوچکا ہوگا۔اتنی بڑی فضیلت حدیث میں وضو کرنے کی بیان فرمائی گئی ہے۔

تین اعمال سے گناہ معاف درجات بلند

ایک اور حدیث ہے کہ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللّٰهُ بِهِ الْخَطَايَا، وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللّٰهِ، قَالَ:

(۱) مسنداحمد ۴۷۴/۱ (۴۱۵) طبع موسسة الرسالة- وقال الهيثمي في "المجمع" ۱/ ۵۱۹ (۱۱۳۳): هو في الصحيح باختصار، وقد رواه أحمد وأبو يعلى، ورجاله ثقات(طبع دارالفكر) والمعجم الاوسط للطبراني ۳۴۸/۴ (۴۳۹۷)-طبع دار الحرمين القاهرة.

«إسبَاغ الْوُضوءِ عَلى المَكَارِهِ وكَثْرة الْخُطا إلى المسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلاةِ بعْدَ الصَّلاةِ، فَذلِكُمْ الرِّبَاطُ». (۱)

سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔صحابۂ کرام آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔آپ نے صحابۂ کرام سے خطاب کرکے پوچھا کہ کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو مٹاتے ہیں اور درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! ضرور بتائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تین چیزیں بیان فرمائیں۔

نا گواری کے باوجود وضو پورا کرنا

پہلی چیز یہ بیان فرمائی "إسبَاغ الْوُضوءِ عَلَى المَكَارِهِ" یعنی آدمی نا گواری کے باوجود وضو پورا پورا کرے اور اس میں کوئی کسر نہ چھوڑے باوجودیکہ وہ ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں وضو کرنے میں مشقت محسوس ہو رہی ہو۔اور انسان کے نفس کو اس حالت میں پانی استعمال کرنا نا گوار ہوتا ہو۔ اس نا گواری کے باوجود انسان پورا پورا وضو کرے مثلاً سردی کا موسم ہے اور علاقہ ایسا ہے کہ وہاں سردی کے موسم میں پانی کو ہاتھ لگانا نا گوار معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود انسان پورا پورا وضو کرے کوئی کسر نہ چھوڑے۔ یہ عمل ایسا ہے جس پر اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرماتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں۔

(۱) صحيح مسلم ۲۱۹/۱ (۲۵۱) وسنن الترمذى ۹۷/۱ (۵۱) طبع دار الغرب الإسلامى.

مسجد کی طرف کثرت سے جانا اور نماز کا انتظار کرنا

دوسرا عمل یہ بیان فرمایا ''کَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ'' یعنی مسجدوں کی طرف کثرت سے جانا۔ کثرت سے قدم بڑھانا جتنا زیادہ مسجدوں کی طرف آنا جانا ہوگا اور مسجد کی طرف جانے میں جتنے قدم ہوں گے اتنے ہی اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرمائیں گے اور اتنے ہی درجات کو بلند فرمائیں گے۔

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

تیسرا عمل یہ بیان فرمایا ''وَانْتِظَارُ الصَّلاۃِ بَعْدَ الصَّلاۃ'' یعنی ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ ایک نماز پڑھی لیکن اب انتظار لگا ہوا ہے کہ اب مجھے دوسری نماز پڑھنی ہے اور اس کا شوق لگا ہوا ہے یہ بھی ایسا عمل ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں۔

یہ تینوں عمل جہاد ہیں

آگے ارشاد فرمایا ''فَذٰلِکُمُ الرِّبَاط'' کہ یہ تین اعمال جن کا اوپر ذکر کیا گیا یہ رباط ہیں۔ رباط کے معنیٰ ہیں جہاد۔ البتہ جہاد تو بڑے عمل کو کہتے ہیں جو کئی اعمال کا مجموعہ ہوتا ہے۔ لیکن جہاد کے اندر ایک خاص عمل کو رباط کہا جاتا ہے وہ یہ کہ اگر مسلمانوں کے لشکر نے کسی جگہ پڑاؤ ڈالا ہوا ہے اور رات کے وقت اس پڑاؤ کی جگہ پر کسی کی ڈیوٹی لگادی گئی کہ وہ رات کے وقت پہرہ دے تاکہ باقی لوگ سوجائیں اور پہرہ دینے والے ان کی حفاظت کریں تو رات کے وقت اس پہرہ دینے کو رباط کہا جاتا ہے۔ اور یہ جہاد کے اعمال

میں سے سب سے زیادہ مشقت کا عمل سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے کہ رات کا وقت ہے سب لوگ آرام سے سو رہے ہیں اور یہ کھڑا ہوا پہرہ دے رہا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کسی مسلم ملک کی سرحد پر پہرہ دے رہا ہے تو یہ بھی ایک مشقت کا عمل ہے۔ اس لیے رات کے وقت دشمن کے حملے کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لیے یہ جہاد کے اعمال میں سب سے زیادہ افضل اور ثواب والا عمل ہے۔ جس کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے[1]۔

بہرحال! اس حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر انسان ان تین اعمال کی پابندی کرے تو اس کا درجہ رباط کے برابر ہے۔ رباط کا جو ثواب ہے وہ ثواب ان اعمال کے ذریعہ انسان حاصل کرسکتا ہے۔

وضو کی اہمیت اور فضیلت

یہ دو حدیثیں جو میں نے آپ حضرات کے سامنے پڑھیں۔ ان دونوں میں جو بات مشترک ہے وہ ہے وضو کی فضیلت اور وضو کی اہمیت کو بیان کرنا۔ الحمد للہ! ہم سب کو نماز کے وقت وضو کرنے کی توفیق ہو جاتی ہے، لیکن یہاں اس طرف توجہ دلانی ہے کہ یہ وضو کوئی معمولی عمل نہیں ہے۔ جس کی انسان ناقدری کرے یا اس سے بے پرواہی برتے۔ بلکہ یہ وضو ایک بڑا عظیم عمل ہے۔ جیسا کہ آپ نے ابھی حدیث میں سنا کہ اس کے ذریعے اللہ تعالی انسان کے تمام اعضاء کے گناہوں کو دھوتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب انسان وضو کرکے فارغ ہوجاتا ہے تو وہ گناہوں سے پاک صاف ہوجاتا ہے۔

(۱) في صحيح البخاري ۳۵/٤ (۲۸۹۲): رِبَاطُ يَوْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا عَلَيْهَا۔

وضو سے گناہِ صغیرہ معاف ہوتے ہیں

یہ بات میں آپ کو پہلے بتاچکا ہوں کہ جہاں کہیں احادیث میں یہ آتا ہے کہ فلاں عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں فلاں عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک گناہ کبیرہ کا تعلق ہے تو وہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔ اسی طرح وہ گناہ جو حقوق العباد سے متعلق ہیں جب تک صاحبِ حق اس کو معاف نہ کرے، اس وقت تک معاف نہیں ہوتے۔ لیکن صغیرہ گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آسانی رکھی ہے کہ نیک اعمال کے ذریعہ وہ گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا کہ جب انسان وضو کر کے فارغ ہوتا ہے تو وہ سارے گناہوں سے پاک صاف ہو چکا ہوتا ہے۔

وضو سے فارغ ہوا تو پاک صاف ہو گیا

یہ اس لیے کہ ایک مومن آدمی کے بارے میں پہلے سے ذہن میں یہ بات طے شدہ ہے کہ مومن آدمی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا اور اگر کبھی کرلیا تو وہ فوراً توبہ کرے گا۔ لہٰذا اس کے نامۂ اعمال میں صرف صغیرہ گناہ ہی ہوں گے، پھر جب وضو کرے گا تو وضو کرنے کے نتیجے میں ہاتھ سے کیے ہوئے گناہ ہاتھ دھونے سے معاف ہوجائیں گے اور چہرہ دھونے سے چہرے کے گناہ معاف ہوجائیں گے اور پاؤں کے گناہ پاؤں دھونے سے معاف ہو جائیں گے۔ اور جب وہ وضو کر کے فارغ ہوا تو وہ تمام گناہوں سے صاف ستھرا ہو گیا اور اس کے ذمے کوئی گناہ باقی نہ رہا۔

وضو ظاہری اور باطنی پاکی کا ذریعہ

لہٰذا وضو صرف ظاہری گرد وغبار کو صاف نہیں کرتا کہ اس کے چہرے پر جو گرد وغبار لگی ہوئی تھی وہ دور ہوگئی۔ بلکہ انسان کے باطن کو بھی پاک کردیتا ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرما دیتے ہیں۔ اس لیے یہ وضو معمولی عمل نہیں بشرطیکہ یہ وضو سنّت کے مطابق اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے۔ روایات[1] میں آتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین باقاعدہ ایک دوسرے کو وضو کا طریقہ سکھایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں وضو کرتا ہوں اور تم میرا وضو دیکھو اور مجھے بتاؤ کہ وہ وضو درست ہوا یا نہیں۔ اور بعض صحابۂ کرام فرماتے کہ میں نے حضورِ اقدس سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح وضو کرتے دیکھا۔ بہرحال! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں اس طرح وضو کا تذکرہ کیا کرتے تھے[2]۔

خلیفۂ وقت وضو کرکے دکھایا کرتے تھے

بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بن گئے۔ اس وقت آدھی سے زیادہ دنیا پر ان کی حکومت تھی اور فتوحات ہورہی ہیں۔ سارے عالمِ اسلام کا انتظام ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی فکر ذہن پر مسلط ہے۔ خلیفہ ہونے کی حالت میں سب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اور دوسرے حضرات کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں تم کو دکھاتا ہوں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح وضو فرمایا کرتے تھے۔ اور تم دیکھو اور اس کے مطابق وضو کیا کرو۔ تو خلیفہ وقت کا اپنے خلافت کے کاموں

---

(۱) ملاحظہ ہو سنن ابی داود ۲۹/۱ (۱۱۷-۱۱۸)۔
(۲) صحیح البخاری ۴۹/۱ (۱۹۱)۔

کے ساتھ اس طرف بھی دھیان ہے کہ لوگوں کا وضو درست ہو جائے[1]۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایات[2] میں آتا ہے کہ وہ بھی اپنے خلافت کے دور میں لوگوں کو جمع کر کے فرماتے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہیں یہ دکھاؤں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ چنانچہ انہوں نے وضو کا پورا طریقہ کر کے دکھایا۔ تاکہ لوگ اس کی پیروی کریں۔ لہٰذا یہ وضو معمولی چیز نہیں۔ ہم لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ وضو نماز کی تمہید ہے جس طرح چاہا وضو کر لیا، لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتنا اہم بتایا۔

وضو کے کامل ہونے کی دعا

اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دعائیں مانگا کرتے تھے ان میں ایک دعا یہ بھی تھی کہ

"اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ تَمَامَ الْوُضُوءِ، وَتَمَامَ الصَّلَاةِ، وَتَمَامَ رِضْوَانِكَ، وَتَمَامَ مَغْفِرَتِكَ"[3]

اے اللہ! میں آپ سے دعا کرتا ہوں کہ میرا وضو کامل ہو

---

(۱) صحیح البخاری ۱/٤٤ (١٦٤) وصحیح مسلم ۱/۲۰۷ (۲۳۰)۔

(۲) سنن ابی داود ۱/۲۷ (۱۱۱) وسنن الترمذی ۱/٩٤ (٤٨-٤٩) وقال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح۔

(۳) بغية الباحث فی زوائد مسند الحارث ۱/٥٢٦ (٤٦٩)-طبع مركز خدمة السنة۔ المدينة المنورة. وذكره البوصيري في "الإتحاف" ٤/٣٧٩ (٤٠٣٩) وقال: هذا إسناد مسلسل بالضعفاء، السري وحماد وعبد الرحيم ضعفاء۔(طبع دار الوطن الرياض). وذكره الحافظ ابن حجر فی "المطالب العالية" ٢/٢٥٢ (٧٧) وقال: هذا حديث ضيف جدًا، طبع دار العاصمة.

اور میری نماز بھی کامل ہو اور میری مغفرت بھی آپ کامل
طور پر فرمائیں اور مجھ سے کامل طور پر راضی ہوجائیں۔

اب بتایئے کہ جس عمل کے بارے میں حضورِ اقدس ﷺ یہ دعا فرمارہے ہوں وہ عمل ایسی چیز نہیں ہے جس سے بے التفاتی برتی جائے۔ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم سب کو نماز کے لئے وضو کرنے کی توفیق ہوجاتی ہے، لیکن جس کی اہمیت بتائی جارہی ہے وہ یہ کہ وضو کو پورا پورا سنّت کے مطابق اور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق انجام دیا جائے۔

نماز میں خیالات کی کثرت

یہ جو آج کل ہم لوگوں کو کثرت سے یہ شکایت رہتی ہے کہ جیسے ہی ہم نماز میں کھڑے ہوئے بس اسی وقت وساوس خطرات اور خیالات کا ایک طوفان شروع ہوجاتا ہے۔ جو خیالات نماز سے باہر بھی نہیں آرہے تھے نماز میں وہ خیالات آنا شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ کسی شخص نے ان بزرگ سے کہا کہ میں نے کچھ رقم کہیں رکھی تھی اور اب میں بھول گیا کہ کہاں رکھی ہے؟ کوئی ایسا طریقہ بتایئے کہ مجھے یاد آجائے کہ میں نے وہ کہاں رکھی ہے؟ ان بزرگ نے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ دو رکعت نفل کی نیت باندھو اور تلاوت کرتے رہو اور جب تک یاد نہ آئے اس وقت تک تلاوت کرتے رہو۔ چنانچہ وہ شخص گیا اور نفل کی نیت باندھ کر تلاوت شروع کردی۔ اور ابھی تھوڑی سی تلاوت کی تھی کہ اس کو اچانک یاد آگیا کہ میں نے فلاں جگہ پر وہ رقم رکھی تھی۔ چنانچہ اس نے جلدی سے نماز پوری کی اور جاکر وہ رقم وہاں سے نکال لی۔

شیطان نے نماز چھڑوادی

ان بزرگ سے پوچھا کہ حضرت آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ نماز پڑھنے کے دوران وہ جگہ یاد آجائے گی۔ انہوں نے فرمایا کہ بات دراصل یہ ہے کہ جو خیالات نماز سے باہر نہیں آتے وہ بھی نماز میں آنے شروع ہوجاتے ہیں دوسرے یہ کہ تم جو رقم رکھ کر بھول گئے، یہ شیطانی عمل ہے۔ قرآنِ کریم میں آتا ہے کہ

وَمَا أَنْسٰنِيْهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ[1]

اب شیطان نے اس لیے بھلایا تھا تاکہ تمہیں تکلیف ہو لیکن جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھنی شروع کردی تو شیطان کا اس میں نقصان تھا اس نے سوچا کہ جتنی دیر اس کو یاد نہیں آئے گا یہ شخص نماز پڑھتا رہے گا اس وجہ سے شیطان نے وہ جگہ یاد دلادی تاکہ تم نماز پڑھنا چھوڑ دو۔

خیالات کی کثرت وضو کے ناقص ہونے سے ہے

بہرحال! ہمیں جو یہ شکوہ رہتا ہے کہ ہماری نمازوں میں وساوس، خیالات اور خطرات آتے رہتے ہیں۔ اس کے جہاں اور اسباب ہیں بزرگوں نے اس کا ایک سبب یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہمارا وضو صحیح نہیں ہوتا۔ اگر ہمارا وضو صحیح ہو اہتمام کے ساتھ سنّت کے مطابق انجام دیا جائے تو پھر وساوس کم آتے ہیں اور نماز میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم لوگ وضو کو ایک غیر اہم کام سمجھ کر بغیر

(۱) سورۃ الکہف آیت (۶۳)۔

کسی اہتمام کے جلدی جلدی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جو مسنون طریقہ بتایا اس کا اہتمام ضرور ہے۔ اور اس وضو کے جو آداب ہیں اس کو صحیح طریقے سے بجالائے۔

وضو کے آداب

وضو کے آداب میں سے ایک ادب[1] یہ ہے کہ وضو کرتے وقت آدمی قبلہ رخ ہو۔ اگر وہ قبلہ رخ نہیں ہوگا تب بھی وضو تو ہوجائے گا لیکن اس میں سنّت کا جو نور ہونا چاہیے تھا وہ پیدا نہیں ہوگا۔ دوسرا ادب یہ ہے کہ وضو شروع کرنے سے پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" پڑھے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ اگر وہ "بسم اللہ" نہیں پڑھے گا تب بھی وضو تو ہوجائے گا، لیکن "بسم اللہ" کی برکات اس کو حاصل نہیں ہوں گی۔ تیسرا ادب یہ ہے کہ وضو کے دوران غیر ضروری بات چیت نہ کرے۔ اب ایک طرف وضو بھی ہو رہا ہے اور دنیاوی باتیں اور گفتگو بھی ہو رہی ہے۔ یہ وضو کے آداب کے خلاف ہے۔ وضو کے دوران اگر کبھی ضروری بات کوئی جملہ کہنا پڑ گیا تو اس کی اجازت ہے، لیکن غیر ضروری بات چیت نہیں ہونی چاہیے۔

وضو میں پانی کا اسراف نہ کریں

اسی طرح آج کل وضو نلکوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے اور نلکوں پر وضو کرتے وقت پانی بے تحاشہ بہایا جاتا ہے۔ جس سے پانی کی فضول خرچی ہوتی

(۱) الأساس في السنة وفقهها/العبادات فی الاسلام ۱/۳۵۰، طبع دار السلام

ہے۔ پورا نلکا کھول کر وضو کیا جارہا ہے۔ اور پانی اس نلکے سے مسلسل بہہ رہا ہے۔ جتنا پانی ہاتھ میں لینا ہے اس سے دس گنا پانی بہادیا۔ یہ اسراف ہے اور پانی کی فضول خرچی ہے۔حدیث شریف میں اس کی بڑی سخت ممانعت آئی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

"أَفِي الوُضُوءِ إِسْرَافٌ؟ قَالَ: "نَعَمْ، وَإِنْ كُنْتَ عَلَى نَهَرٍ جَارٍ"[1]

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا وضو میں اسراف ہوسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں! چاہے تم بہتے ہوئے دریا کے کنارے کیوں نہ بیٹھے ہو۔

یعنی یہ بات نہیں کہ پانی کی کمی ہے اس واسطے پانی کم خرچ کرو۔ بلکہ اگر تم دریا کے کنارے بیٹھے ہو اور پورا دریا پانی سے بھرا ہوا ہے اور جب تم وہاں پر بیٹھ کر وضو کروگے تو وہی لوٹ کر دوبارہ دریا میں چلا جائے گا۔لیکن پھر بھی تم فضول خرچی سے بچو۔ اس لیے کہ فضول خرچی کی عادت پڑ جائے گی۔ اور پانی اللہ جل شانہ کی عظیم نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ اس نعمت کو اس طرح بے تحاشا خرچ کرنا جس سے پانی فضول ضائع ہو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری ہے۔ لہٰذا صرف اتنا نلکا کھولو جس کی ضرورت ہو اور جب بند کرسکو تو بند کردو۔ مسلسل کھلا چھوڑنا درست نہیں۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ۳۵٦/۱ (٤٢٥) طبع دار الجيل بيروت۔وأورده البوصيري في "مصباح الزجاجة" ۳٤۲/۱ وقال: هذا إسناد ضعيف، لضعف حيي بن عبد الله، وعبد الله بن لهيعة. (طبعة الجامعة الإسلامية)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا طریقہ

اسی طرح ادب یہ ہے کہ جب آدمی کلی کرے تو پانی منہ میں لے کر اس کو گھمائے، اگر پانی منہ کے اندر لیا اور فوراً پانی نکال دیا تو یہ کلی پوری نہ ہوئی، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پانی کو تین مرتبہ منہ میں لے کر اچھی طرح گھمایا جائے پھر پانی کو پھینکا جائے، اس کے بعد ناک میں پانی دینا ہے، اس کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ پانی ناک کے اندر اس حد تک لے جائے کہ ناک کی ہڈی تک پانی پہنچ جائے، صرف پانی اندر کر کے چھوڑ دینا کافی نہیں، اس لیے حدیث شریف میں فرمایا کہ ''اسباغ الوضوء'' یعنی وضو کو پورا پورا انجام دو اور پورا پورا انجام دینے کا طریقہ یہ ہے کہ جس کو تم دھو رہے ہو، اس کا پورا پورا حق ادا کرو۔

چہرہ دھونے کا طریقہ

جب چہرہ دھو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ پانی لے کر اطمینان سے اپنے چہرے پر ڈالا جائے اور پیشانی جس جگہ سے شروع ہوتی ہے وہاں سے ٹھوڑی تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک پورے چہرے پر پانی پہنچایا جائے، بعض اوقات پانی پہنچانے کا اہتمام نہیں کرتے، جس کی وجہ سے وہ جگہ خشک رہ جاتی ہے، البتہ داڑھی گھنی ہو تو پھر جلد تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہوتا، لیکن پورے پورے چہرے کو دھونا ضروری ہے، کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، اس کا اہتمام کرنا چاہیے اور پانی ڈالتے وقت مارنے کا انداز نہ ہو، جس سے دوسروں پر چھینٹیں اڑیں، ایسا کرنا مکروہ ہے اس سے پرہیز کریں۔

ہاتھ دھونے کا طریقہ

اس کے بعد ہاتھ دھونے کا مرحلہ آتا ہے۔ کہنیوں تک ہاتھ دھونا ضروری ہے، اس میں بعض اوقات جلدی کی وجہ سے کہنیاں خشک رہ جاتی ہیں، اس کے نتیجے میں وضو نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ فقہائے کرام نے فرمایا کہ وضو کے دوران جب آدمی ہاتھ دھوئے تو پانی انگلیوں کی طرف سے کہنی کی طرف بہائے، یہ نہ کرے کہ کہنی سے انگلیوں کی طرف بہائے۔ اور نلکے سے وضو کرنے کے دوران بعض لوگ پانی کہنیوں سے انگلیوں کی طرف بہاتے ہیں اس طرح کرنے سے وضو تو ہو جائے گا، لیکن وضو کا ایک ادب چھوٹ جائے گا اور ادب کے چھوٹ جانے سے اس وضو کی روح اور فضیلت حاصل نہ ہوگی اور ''اسباغ الوضو'' کی فضیلت حاصل نہ ہوگی، ذرا سی بے توجہی سے آدمی اس فضیلت سے کیوں محروم رہے؟

سر کے مسح کا طریقہ

اس کے بعد سر کا مسح کیا جاتا ہے، سر کے مسح میں پورے سر کا احاطہ کرنا ضروری ہے کہ سر کا کوئی حصہ چھونے سے رہ نہ جائے، بعض لوگ جلدی میں سر کے تھوڑے سے حصے کا مسح کر لیتے ہیں اور باقی حصے کو چھوڑ دیتے ہیں، اگرچہ چوتھائی سر کا مسح کر لینے سے وضو ہو جاتا ہے، لیکن سنّت یہ ہے کہ پورے سر پر ہاتھ پھیرے، کوئی حصہ چھوٹے نہیں [1]۔ اس کا مسنون طریقہ

(۱) ملاحظہ ہو سنن الترمذی ۸۲/۱ (۳۲) وقال: حدیث عبد الله بن زید أصَحّ شيء في هذا الباب وأحسن.

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ بیان کیا ہے کہ دونوں ہاتھوں کی تین انگلیاں، یعنی سب سے چھوٹی انگلی، اس کے برابر والی انگلی اور بڑی انگلی ان کو پیشانی کے اوپر بالوں پر رکھ کر مسح کرتے ہوئے پیچھے کی طرف لے جائے، شہادت کی انگلی اور انگوٹھا استعمال نہیں ہوا اور پھر ہتھیلی سے داہنی اور بائیں طرف کا مسح کرتے ہوئے پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور پھر شہادت کی انگلی سے کانوں کے اندر کا مسح کرے اور انگوٹھے سے کانوں کے باہر مسح کرے اور انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے، تاکہ ہر جگہ پر نئے پانی سے مسح ہوجائے [1]، اگر جلدی جلدی میں ویسے ہی ہاتھ پھیر لیا تو مسح تو ہوجائے گا، لیکن ادب اور مستحب طریقہ جو بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا وہ ہے جو اوپر بیان کیا۔

پاؤں دھونے کا طریقہ

اس کے بعد پاؤں دھونے کا مرحلہ آتا ہے، پاؤں دھونے کا جو مسنون طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ انگلیوں کی طرف سے دھوتے ہوئے ٹخنوں کی طرف جائے اور پانی کو انگلیوں کی طرف سے ٹخنوں کی طرف بہایا جائے ٹخنوں سے انگلیوں کی طرف نہ بہائیں اور پانی ڈالتے ہوئے ہاتھوں سے ملیں تاکہ کوئی حصہ پاؤں کا خشک نہ رہ جائے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضورِ اقدس سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے جارہے تھے، راستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، وہاں پر نماز کا وقت آگیا، جماعت کھڑی ہونے لگی تو بعض حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جلدی جلدی وضو کیا اس کے نتیجے میں کسی کے ٹخنے کا کچھ

[1] ملاحظہ ہو مصنف عبدالرزاق ۱/۱۰(۲۱).

حصہ خشک رہ گیا، کسی کے تلوے کا کچھ حصہ خشک رہ گیا، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اس حصے کو دوبارہ دھو اور فرمایا:

"وَيْلٌ لِلأعْقاب من النّار"(۱)

یعنی وہ ایڑیاں یا وہ تلوے جو وضو میں خشک رہ جائیں، ان کو جہنم کا عذاب ہوگا۔

لہٰذا پاؤں کا جتنا حصہ دھونا ضروری ہے اس کا کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے، اس کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ بہرحال! یہ وضو کرنے کا تفصیلی طریقہ تھا۔

کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے

اسی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جتنے اعضاء کو دھونا فرض ہے، ان میں سے کسی عضو پر اگر کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہو جو پانی کو اندر تک پہنچنے سے روکتی ہو، اگر اس چیز کے اوپر سے پانی بہا دیا تو وضو نہ ہوگا، مثلاً ہاتھ پر رنگ لگ گیا اور اس رنگ کی وجہ سے پانی اندر نہیں جاتا، اس حالت میں اگر وضو کریں گے تو وضو نہیں ہوگا اور جب وضو نہیں ہوگا تو نماز بھی نہیں ہوگی، اس لیے وضو شروع کرنے سے پہلے اس رنگ کو چھڑانا ضروری ہے۔ اسی طرح خواتین روٹی پکانے کے لیے آٹا گوندھتی ہیں، تو بعض اوقات ہاتھوں پر کسی جگہ وہ آٹا لگا رہ جاتا ہے اور وہ خشک ہوکر جم جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں پانی اندر نہیں جاتا، جب تک اس آٹے کو چھڑا نہ لیں، اس وقت تک وضو درست نہیں ہوگا۔

---

(۱) صحیح البخاری ۱/٤٤(۱٦۳).

نیل پالش چھڑانی ضروری ہے

اسی طرح آج کل نیل پالش چل پڑی ہے، خواتین اس کو ناخن پر لگاتی ہیں اور یہ ایسی چیز ہے جو پانی کو اندر تک پہنچنے سے روکتی ہے، لہٰذا اس کے لگے رہنے کی صورت میں وضو درست نہیں ہوگا، اس کو چھڑانا ضروری ہے، یہ سب باتیں ''اِسباغ الوضوء'' کے اندر داخل ہیں اور یہ جو فرمایا ''اِسباغ الوضوء علی المکارہ'' کہ باجود یہ کہ وضو کرنے کو دل نہیں چاہ رہا ہے، وضو کامل کرے، لہٰذا نیل پالش کو ہٹا کر اور پھر وضو کرنا یہ ''اسباغ الوضوء علی المکارہ'' میں داخل ہے اور اس پر اس کا اجر و ثواب ملے گا، لہٰذا جو عورت اللہ تعالیٰ کے حکم کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اس کے ہٹائے بغیر میرا وضو نہیں ہوگا، اس وجہ سے وہ اس ناخن پالش کو چھڑائے گی تو اس کے بارے میں فرمایا کہ ''فذلکم الرباط'' اس عمل پر جہاد کے برابر ثواب ملے گا۔

وضو کے دوران پڑھنے کی دعائیں

جیسا کہ پہلے بتایا کہ وضو کے دوران باتیں کرنا تو مکروہ ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ وضو کے دوران دعائیں پڑھتا رہے اور بعض دعائیں احادیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ مثلاً تین دعائیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، ان دعاؤں کو یاد کرلینا چاہیے تاکہ انسان ان کو وضو کے دوران پڑھتا رہے، ایک کلمۂ شہادت

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ''(۱)

---

(۱) صحیح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤).

اگر اور دعائیں یاد نہیں تو بار بار یہ کلمۂ شہادت ہی وضو کے دوران پڑھتا رہے۔

دوسری دعا جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے دوران پڑھنا ثابت ہے۔ وہ یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ، وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ"(۱)

اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرما دیجیے اور میرے گھر میں وسعت عطا فرمائیے اور میرے رزق میں برکت عطا فرمائیے۔

جب تک کسی کو دعا کے الفاظ یاد نہ ہوں وہ معنیٰ ہی یاد کرلے اور وہی کہہ دیا کرے۔

اور تیسری دعا جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے وہ یہ ہے۔

"اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ"(۲)

---

(۱) مصنف ابن ابي شيبة ۲۰۲/۱۵ (۳۰۰۰٤) طبع دار القبلة، ومسند احمد ۳٤٤/۳۲ (۱۹۵۷٤) ذكره النووي في" الاذكار" ص۲۹ (۷۸) وقال باسناد صحيح طبع دار الفكر. وقال الهيثمي في"المجمع" ۱٤۳/۱۰ (۱٦۹٦٤): رواه أحمد، وأبو يعلى، ورجالهما رجال الصحيح، غير عباد بن عباد المازني، وهو ثقة، وكذلك رواه الطبراني.

(۲) سنن الترمذی ۹۹/۱ (۵۵) قال الترمذي: "وفي الباب عن أنس وعقبة بن عامر. حديث عمر قد خولف زيد بن حباب في هذا الحديث، وروى عبد الله بن صالح وغيره، عن معاوية بن صالح، عن ربيعة بن يزيد، عن أبي إدريس، عن عقبة بن عامر، عن عمر، وعن ربيعة، عن أبي عثمان، عن جبير بن نفير، عن عمر. وهذا حديث في إسناده اضطراب، ولا يصح عن النبي ﷺ في هذا الباب كثير شيء. قال محمد: وأبو إدريس لم يسمع من عمر شيئا"۔

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے کر دیجیے اور
مجھے بہت پاک رہنے والوں میں سے کر دیجیے۔

یہ تین دعائیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وضو کے دوران پڑھنا ثابت ہے۔

ہر عضو کی علیحدہ علیحدہ دعائیں

بعض بزرگوں نے ہر عضو کو دھوتے وقت کی علیحدہ علیحدہ دعائیں بھی بتائی ہیں، اگرچہ وہ دعائیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر پڑھنا ثابت نہیں ہیں [1] کہ آپ وضو کے دوران فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے اور فلاں عضو کو دھوتے وقت فلاں دعا پڑھا کرتے تھے، البتہ یہ دعائیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے دوسرے مواقع پر پڑھنا ثابت ہے، بزرگوں نے وضو کے دوران اعضاء کو دھوتے وقت بھی ان دعاؤں کو پڑھنے کی

(۱) یعنی صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہیں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''نتائج الافکار'' ۲۵۷/۱ میں عبد الرحمن بن مندہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے سندا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرفوع طریق نقل کیا ہے جس میں ہر عضو دھوتے وقت الگ الگ دعا تلقین کی گئی ہے اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ هذا حديث غريب، أخرجه أبو القاسم ابن منده في "كتاب الوضوء". وأخرجه المستغفري في "الدعوات" من وجه آخر عن محمود بن العباس بهذا الإسناد، ومن طريق الحسين بن الحسن المروزي، عن مغيث بن بديل، به. وأخرجه أبو منصور الديلمي في "مسند الفردوس" من طريق أحمد بن عبد الله، عن مغيث. ورواته معروفون، لكن الحسن عن علي منقطع، وخارجة بن مصعب تركه الجمهور، وكَذَّبه ابنُ معين. وقال ابنُ حبان: كان يُدَلِّس عن الكذابين أحاديث رووها عن الثقات على الثقات الذين لقيهم، فوقعت الموضوعات في روايته. از مرتب۔

تعلیم دی تا کہ انسان کا وضو کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف دھیان رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتا رہے۔

وضو شروع کرتے وقت کی دعا

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی وضو شروع کرے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى مِلَّةِ الْإِسْلَامِ

یعنی اس اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بلند اور عظیم ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے ملّتِ اسلام کی دولت عطا فرمائی۔

گٹوں تک ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب گٹوں تک ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ الْيُمْنَ وَالْبَرَكَةَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشُّؤْمِ وَالْهَلَكَةِ

اے اللہ! میں آپ سے خیر و برکت کا سوال کرتا ہوں اور نحوست اور ہلاکت سے آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

کلی کرنے کی دعا

اس کے بعد جب کلی کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

یا اللہ! تلاوت قرآنِ کریم کرنے پر اور آپ کا ذکر کرنے پر اور آپ کا شکر ادا کرنے پر اور آپ کی بہتر طریقے سے عبادت کرنے پر میری اعانت فرما۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب ناک میں پانی ڈالے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ

اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھایئے اور جہنم کی خوشبو نہ سنگھایئے۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب چہرہ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید بنایئے گا۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ (۱)

---

(۱) سورۃ آل عمران آیت (۱۰۶)۔

اس دن (میدانِ حشر) میں کچھ چہرے سفید چمکتے ہوئے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

مومنوں کے چہرے جنہوں نے عملِ صالح کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے سفید ہوں گے اور کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ (١)

یعنی قیامت کے دن کچھ چہرے تو شاداب ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے اور کچھ چہرے مرجھائے ہوئے پژمردہ اور کملائے ہوئے ہوں گے اور ان کا یہ گمان ہوگا کہ اب ہمارے ساتھ کمر توڑنے والا معاملہ کیا جائے گا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ (٢)

یعنی بہت سے چہرے اس دن روشن ہنستے اور خوشیاں کرتے ہوں گے اور کچھ چہرے ایسے ہوں گے کہ ان پر اس

(١) سورۃ القیامۃ آیت (٢٢-٢٥)۔
(٢) سورۃ عبس آیت (٣٨-٤٢)۔

دن غبار اور سیاہی چھائی ہوگی، یہی لوگ کافر اور فاجر ہوں گے۔

قیامت کے دن اعضاء چمکتے ہوں گے

بہرحال! میدانِ حشر ہی میں چہروں کی سیاہی اور سفیدی سے انسان کو اپنے انجام کا پتہ لگ جائے گا کہ مجھے کہاں جانا ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں وضو کرنے کے عادی تھے، اللہ تعالیٰ ان کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کے چہرے، ان کی پیشانیاں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں یہ سب اعضاء چمکتے ہوئے ہوں گے اور اس چمک کی وجہ سے دور سے یہ نظر آئے گا کہ یہ بندہ نماز کے لیے وضو کیا کرتا تھا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز میری امت کے لوگ ''غُرًّا مُحَجَّلِیْنَ'' کی صورت میں اٹھائے جائیں گے، یعنی ان کے چہرے بھی سفید ہوں گے اور ان کے ہاتھ اور پاؤں بھی سفید ہوں گے[1]۔

چونکہ وہ دن آنے والا ہے اور چہرے کی سفیدی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہونے کی علامت ہے اور چہرے کی سیاہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مردود ہونے کی علامت ہے، اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران چہرہ دھوتے وقت یہ دعا کیا کرو کہ

اے اللہ! میرا چہرہ اس دن سفید رکھیے جس دن کچھ چہرے

---

(۱) صحیح البخاری ۳۹/۱ (۱۳۶)۔

سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے۔

دایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد دایاں ہاتھ کہنی تک دھوئے تو اس وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَاباً يَّسِيْراً

اے اللہ! میرا نامۂ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں دیجیے گا اور میرا حساب آسان فرمایئے گا۔

اس دعا میں قرآنِ کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ (۱)

یعنی جس شخص کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور پھر وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش آئے گا۔

یعنی اس سے سرسری حساب لے کر اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ، کیونکہ جس شخص سے باقاعدہ حساب لیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنے ایک ایک عمل کا پورا پورا حساب دو تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں

(۱) سورۃ الانشقاق آیت (۷-۹).

آتا ہے کہ

"من نوقش الحساب عذب"(۱)

جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے اور اس کو ایک ایک عمل کا جواب دینا پڑے تو بالآخر اس کا انجام یہ ہوگا کہ وہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مجموعی زندگی درست کرنے کی فکر کریں

یہ ایمان کی دولت ایسی چیز ہے کہ جب اللہ تعالیٰ یہ دولت کسی کو عطا فرمادیتے ہیں تو اس پر یہ کرم ہوتا ہے کہ اگر اس کی مجموعی زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہے، اگرچہ اس سے چھوٹے چھوٹے گناہ بھی ہوگئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے حساب کتاب میں زیادہ جانچ پڑتال نہیں کریں گے، بلکہ اس کے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمائیں گے، بس اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی پیشی ہوگی اور پیشی ہونے کے بعد اس کا نامۂ اعمال سرسری طور پر دکھایا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم کا معاملہ فرمائیں گے اور جنت میں بھیج دیں گے۔ لیکن جس شخص کی مجموعی زندگی معصیت میں گزری ہوگی وہ اللہ تعالیٰ سے غافل رہا تھا اور اللہ تعالیٰ کو بھولا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہی دل سے جاتا رہا تھا۔ ایسے شخص سے حساب پورا پورا لیا جائے گا اور جس شخص سے پورا پورا حساب لیا جائے گا وہ عذاب میں دھر لیا جائے گا، اسی لیے خود حضورِ اقدس

(۱) صحیح البخاری ۳۲/۱ (۱۰۳) و ۱۱۱/۸ (۶۵۳۶).

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا مانگا کرو کہ

اے اللہ! میرا نامۂ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں عطا فرمائیے گا اور میرا حساب آسان کیجیے گا۔

عربی کے الفاظ یاد نہ ہوں تو اردو میں دعا کرلیا کرو۔

بایاں ہاتھ دھونے کی دعا

اس کے بعد جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ

اے اللہ! میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دیجیے گا اور نہ پشت کی طرف سے دیجیے گا۔
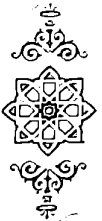
قرآنِ کریم میں آیا ہے کہ مومنوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ان کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور کافروں کو اور بدعمل لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال پشت کی جانب سے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس لیے یہ دعا کرنی چاہیے کہ اے اللہ! میرا نامۂ اعمال نہ تو بائیں ہاتھ میں دیجیے گا اور نہ پشت کی جانب سے دیجیے تاکہ کافروں اور بدعملوں میں میرا شمار نہ ہو۔

سر کا مسح کرتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب انسان سر کا مسح کرے تو اس کے لیے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کرنی چاہیے:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِي تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

اے اللہ! مجھے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمایئے گا اس دن جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

ہر مسلمان جانتا ہے کہ جب میدانِ حشر میں لوگ جمع ہوں گے تو وہاں پر شدید گرمی کا عالم ہوگا اور سورج قریب ہوگا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس دن لوگ اپنے پسینے میں غرق ہوں گے، بعض لوگوں کے گھٹنوں تک پسینہ ہوگا۔ بعض لوگوں کی کمر تک پسینہ ہوگا، بعض لوگوں کے سینے تک پسینہ ہوگا اور بعض لوگوں کے ہونٹوں تک پسینہ ہوگا، اس طرح لوگ اپنے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے[1]۔ اللہ تعالیٰ حشر کے دن کی اس گرمی سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ آمین۔ اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ

اے اللہ! جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا مجھے اس دن اپنے عرش کا سایہ عطا فرما۔

عرش کے سائے والے سات افراد

حدیث شریف[2] میں آتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے، ان میں سات قسم کے لوگوں کا بطورِ خاص ذکر فرمایا:

---

(۱) صحیح ابن حبان ۳۲٤/۱٦ (۷۳۲۹) طبع موسسة الرسالة۔ واصله فی صحیح البخاری ۱٦۷/٦ (٤۹۳۸) مختصرا۔
(۲) صحیح البخاری ۱۳۳/۱ (٦٦۰)۔

① ایک وہ نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزاری ہو بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے اس کو عبادت کا ذوق عطا فرمایا ہو۔

② دوسرا وہ شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں اٹکا ہوا ہو، ایک نماز پڑھ کر گھر گیا، اب دوسری نماز کی فکر اور اس کا انتظار لگ گیا کہ مجھے دوبارہ مسجد میں جانا ہے۔

③ تیسرا وہ شخص جس کو کسی صاحبِ منصب اور حسن و جمال والی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو، لیکن اس نے جواب میں کہا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

④ چوتھا وہ شخص جس نے دوسرے شخص سے صرف اللہ کے لیے محبت کی ہو کسی دنیاوی غرض کے لیے دوستی اور محبت نہ کی ہو۔

⑤ پانچواں وہ شخص جس نے دائیں ہاتھ سے اس طرح صدقہ دیا ہو کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا ہو کہ کیا دیا ہے۔

⑥ چھٹا وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کے نتیجے میں اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

⑦ ساتواں امامِ عادل۔

ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے، اس لیے سر کا مسح کرتے وقت یہ دعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! مجھے اس دن عرش کا سایہ عطا فرما جس دن عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

گردن کے مسح کے وقت کی دعا

اس کے بعد جب آدمی گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ أَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

اے اللہ! میری گردن کو آگ (جہنم) سے آزاد کردیجیے۔

دایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب داہنا پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْہِ الْاَقْدَامُ

اے اللہ! میرے پاؤں کو اس دن پل صراط پر ثابت قدم رکھیے گا جس دن وہاں پر لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

یہ پل صراط جہنم کے اوپر ایک پل ہے جس سے گزر کر آدمی جنت میں جائے گا، جو لوگ جہنمی ہوں گے ان کے پاؤں اس پر پھسل جائیں گے، جس کے نتیجے میں وہ جہنم کے اندر جا گریں گے۔

پل صراط پر ہر ایک کو گزرنا ہوگا

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جہنم میں آنکڑے لگے ہوئے ہیں، جب کوئی جہنمی اس کے اوپر سے گزرے گا تو نیچے سے آنکڑا آکر اس کو کھینچ کر جہنم میں گرادے گا[1]۔ العیاذ باللہ العلی العظیم۔ یہ وقت بہت سخت ہوگا اور ہر شخص کو

(۱) صحیح البخاري ١/١٦٠ (٨٠٦)۔

اس پل سے گزرنا ہوگا۔

قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا[1]

اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اس (دوزخ) پر گزر نہ ہو، اس بات کا تمہارے پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔

یعنی تم میں سے ہر شخص کو جہنم سے گزرنا ہی ہے، چاہے وہ مومن ہو یا کافر ہو، نیک ہو یا برا ہو، لیکن اگر اس کے اعمال اچھے ہوں گے اور وہ اطاعت گزار ہوگا تو وہ بجلی کی طرح تیزی سے اس پل پر سے گزر جائے گا، جہنم کی کوئی تپش اس کو نہیں پہنچے گی، لیکن اگر وہ کافر ہوگا یا فاسق و فاجر ہوگا، تو اس صورت میں جہنم کے آنکڑے اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے، اس لیے بزرگوں نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! مجھے اس دن ثابت قدم رکھیے گا، جس دن لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت کی دعا

اس کے بعد جب بایاں پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِيْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْيِيْ مَشْكُوْرًا وَّتِجَارَتِيْ لَنْ تَبُوْرَ

---

(۱) سورۃ مریم آیت (۷۱)۔

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرما دیجیے اور میں نے جو کچھ عمل کیا ہے اپنے فضل سے اس کا اجر مجھے عطا فرمایئے اور جو میں نے تجارت کی ہے، یعنی جو زندگی گزاری ہے جو حقیقت میں تجارت ہی ہے، اس کا نتیجہ آخرت میں ظاہر ہونے والا ہے تو اے اللہ! میری زندگی کی تجارت کو گھاٹے کی تجارت نہ بنایئے گا، بلکہ نفع کی تجارت ہو کر آخرت میں اس کا اجر مجھے مل جائے۔

بہرحال! بزرگوں نے فرمایا کہ وضو کے دوران یہ دعائیں پڑھتے رہنا چاہیے، بہترین دعائیں ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی دوسرے مواقع پر ان دعاؤں کا پڑھنا ثابت ہے، اگرچہ وضو کے وقت پڑھنا ثابت نہیں، اگر ان میں ایک دعا بھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی تو ان شاء اللہ تعالیٰ بیڑہ پار ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے حق میں یہ ساری دعائیں قبول فرمائے۔ آمین

دعاؤں کے عربی الفاظ یاد کرلیں اور جب تک عربی الفاظ یاد نہ ہوں، اس وقت اردو ہی میں مانگ لیں تو اس وضو کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ باطنی صفائی بھی کریں گے۔

مسواک کی فضیلت

وضو کے دوران تین اعمال اور ہیں جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں: ایک یہ کہ مسواک کرنا۔

حدیث شریف میں اس کی انتہائی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ

لو لا أن أشق علی امتی لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة"(۱)

فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنا ان کے اوپر فرض کر دیتا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ جو نماز مسواک سے ساتھ پڑھی گئی ہو وہ اس نماز کے مقابلے میں ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے جو بغیر مسواک کے پڑھی گئی ہو (۲)۔

مسواک کے فوائد

اور بزرگوں نے فرمایا کہ مسواک کے ستر سے زیادہ فوائد ہیں اور اس میں سے ادنیٰ فائدہ یہ ہے کہ اس کے ذریعے منہ صاف ہوجاتا ہے اور دانت صاف ہوجاتے ہیں اور آج کل کی سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ مسواک سے زیادہ بہتر دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے کوئی اور چیز نہیں۔ مسواک کا ادنیٰ فائدہ تو یہ ہے اور مسواک کا اعلیٰ ترین فائدہ یہ ہے کہ جو شخص مسواک پابندی سے کرنے کا عادی اور پابند ہوگا اللہ تعالیٰ مرتے وقت اس کو کلمہ نصیب فرمائیں گے (۳) اور

(۱) صحيح البخاري ۲/٤(۸۸۷)۔
(۲) مسند البزار ۱۸/۱٤٦ (۱۰۹) طبع مكتبة العلوم والحكم۔ وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد" ۲/۹۸(۲۵۵۵) رواه البزار ورجاله موثقون۔ طبع مكتبة القدسي۔
(۳) المستطرف ص ۱٤ طبع عالم الكتب بيروت۔ وفيض القدير للمناوي ۸۲/۲ طبع المكتبة التجارية الكبرى مصر، وأسنى المطالب ۳۵/۱، طبع دار الكتاب الإسلامي۔

یہ وہ فضیلت ہے جس کے لیے لوگ ساری زندگی دعائیں کرتے ہیں کہ یا اللہ! میرا ایمان پر خاتمہ ہو اور مرنے کے وقت کلمہ نصیب ہو، مسواک کرنے والے کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے، لہٰذا وضو کرتے وقت مسواک کرنی چاہیے۔

ٹوتھ برش کا استعمال

آج کل ٹوتھ برش کے ذریعے لوگ دانت صاف کرتے ہیں، اس کے ذریعے دانت صاف کرنے کی سنّت تو ادا ہوجاتی ہے، لیکن مسواک کرنے کی سنّت مسواک ہی سے ادا ہوتی ہے، لہٰذا مسواک کا بھی اہتمام کرنا چاہیے۔ بعض صحابۂ کرام سے منقول ہے کہ وہ اپنے کان کے اوپر مسواک رکھا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آیا فوراً مسواک کرلی[1]۔ بہرحال! مسواک کا بہت اہتمام کرنا چاہیے، بڑی برکت کی چیز ہے۔ ہم لوگوں کو ان مسنون اعمال کے فضائل اور برکات کا اندازہ نہیں ہے، اگر اللہ تعالیٰ دیدۂ بینا عطا فرمائے تب پتہ چلے کہ اس میں کتنے انوار وبرکات پوشیدہ ہیں، بس تھوڑی توجہ اور دھیان کی ضرورت ہے۔

وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا

وضو کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو عمل مستحب قرار دیئے۔ ایک یہ کہ وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا جائے اگرچہ ایک گھونٹ ہی پی لے۔ اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) سنن ابی داود ۱/۱۲ (٤٧)، وسنن الترمذی ۱/٧٤ (۲۳) وقال هذا حديث حسن صحيح.

نے ایسا کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے باقاعدہ لوگوں کو وضو کر کے اس کا طریقہ سکھایا اور وضو کے بعد پانی پی کر دکھایا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد تھوڑا سا پانی پی لیا کرتے تھے [1]، البتہ لوگوں میں مشہور یہ ہے کہ وضو کے بعد پانی کھڑے ہوکر پینا چاہیے، اس کی زیادہ فضیلت اور زیادہ ثواب ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، ہر پانی کو بیٹھ کر پینا سنّت ہے، چاہے وہ وضو کا پانی ہو یا زم زم کا پانی ہو، افضل یہ ہے کہ ان کو بھی بیٹھ کر پیا جائے، اگرچہ کھڑے ہوکر پینا بھی جائز ہے۔

وضو کے بعد رومالی پر چھینٹے مارنا

دوسرا عمل یہ ہے کہ وضو کے بعد ذرا سا پانی لے کر شلوار یا پاجامہ کی رومالی پر تھوڑے سے چھینٹے مارلے، یہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل فرمایا [2]۔ اس عمل کی حکمت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر طور پر جانتے اور سمجھتے ہیں، لیکن ہمارے بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ جو حکم دیا کہ وضو کا بچا ہوا پانی پی لو اور پانی کا چھینٹا رومالی پر مارو، اصل میں اس میں ایک عجیب حکمت ہے وہ یہ کہ جب تم نے وضو کرلیا تو وضو کے دوران تم نے ہاتھ دھو لیے، منہ دھویا، سر کا مسح کیا، پاؤں دھوئے یعنی ظاہری اعضاء کو صاف کرلیا، حالانکہ مومن کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ظاہری اعضاء سے زیادہ اس کا باطن پاک ہو اور باطن

(۱) صحيح البخاري ۱۱۰/۷ (٥٦١٦)۔

(۲) سنن النسائي ۸٦/۱ (۱۳٥) طبع مكتب المطبوعات الإسلامية، وسنن ابن ماجه ۱٥۷/۱ (٤٦٤) وسنن ابي داود ٤۳/۱ (۱٦۸)۔

کے اندر نورانیت پیدا ہو، باطن کے اندر اللہ تعالیٰ انوار و برکات عطا فرمائیں اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اس شخص کے لیے جنت کی ضمانت ہے

جیسا کہ احادیث میں آتا ہے کہ گناہوں کے سرچشمے دو ہیں: ایک منہ اور دوسرے شرمگاہ، چنانچہ ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من يضمن لي ما بين لحييه وما بين رجليه أضمن له الجنة"(۱)

فرمایا کہ جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے ایک وہ چیز جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے، یعنی زبان، دوسرے وہ چیز جو اس کے دونوں پیروں کے درمیان ہے، یعنی شرمگاہ تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ بے شمار گناہ وہ ہیں جن کا تعلق یا تو زبان سے ہے یا شرمگاہ سے ہے۔

میرے باطن کو بھی پاک کردے

بہرحال! حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اس عمل کو سنّت قرار دے دیا کہ جب وضو کر چکو تو ایک گھونٹ پانی پی لو، یہ درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ ہے اللہ تعالیٰ سے ایک دعا ہے کہ یا اللہ! آپ نے میرے ظاہری اعضاء تو پاک کردیئے اپنی رحمت سے میرے منہ کو بھی پاک فرمادیجیے اور میرے باطن کو بھی پاک فرمادیجیے۔ اور رومالی پر چھینٹے مارنے سے اس طرف

(۱) صحيح البخاري ٨/١٠٠ (٦٤٧٤)۔

اشارہ ہے کہ یا اللہ! آپ نے میرے ظاہر کو پاک کردیا آپ میرے باطن کو بھی پاک کردیجیے کہ میں اپنے ان گناہوں کے سرچشموں کو گناہوں میں استعمال کرنے سے محفوظ ہوجاؤں۔ بہرحال! ان اعمال کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں۔

خلاصہ

یہ ہے "اسباغ الوضوء" وضو کا کامل اور مکمل کرنا۔ اگر پہلے جس طرح سے آپ وضو کرتے تھے، اس کے بجائے اس طریقے سے وضو کریں گے جو طریقہ میں نے بتایا، اس میں شاید ایک دو منٹ زیادہ خرچ ہوجائیں، لیکن یہ وضو اس طرح کا وضو ہوجائے گا جس کے بارے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ

اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَمَامَ الْوُضُوْءِ [1]

اے اللہ! میں آپ سے وضو کے کامل ہونے کا سوال کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

(1) بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث ۲۱۵/۱ (۷۸) وذكره الحافظ ابن حجر في "المطالب العالية" ۲۵۲/۲ (۷۷) وقال هذا حديث ضعيف جدا۔

نماز اور اس کے متعلقات
احادیث نبویہ کی روشنی میں

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

نماز اور اس کے متعلقات احادیث نبویہ کی روشنی میں

① حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”جو مسلمان بھی فرض نماز کا وقت آنے کے بعد اس کے لیے اچھی طرح وضو کرے، خشوع پیدا کرے اور (آداب کے مطابق) رکوع کرے تو اس کا یہ عمل اس کے تمام پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، جب تک کہ اس نے کسی گناہِ کبیرہ کا ارتکاب نہ کیا ہو اور (گناہوں کی تلافی کا) یہ عمل ساری عمر جاری رہتا ہے“[۱]۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) صحیح مسلم ۲۰۶/۱ (۲۲۸)۔

''میری امت کو قیامت کے دن اس طرح بلایا جائے گا کہ ان کی پیشانیاں اور ان کے پاؤں وضو کے آثار کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے۔ (۱)

③ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ذرا مجھے بتاؤ، اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر نہر ہو اور وہ ہر روز پانچ مرتبہ اس میں نہایا کرے تو کیا اس (کے جسم) پر کوئی میل باقی رہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں رہے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس پانچ نمازوں کی یہی مثال ہے، اللہ ان کے ذریعے گناہوں کے میل کو مٹاتا ہے''۔ (۲)

④ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسلمان بندہ جب اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے جھڑ رہے ہیں۔'' (۳)

⑤ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) صحیح البخاری ۳۹/۱ (۱۳٦) وصحیح مسلم ۲۱٦/۱ (۲٤٦)۔
(۲) صحیح البخاری ۱۱۲/۱ (۵۲۸) وصحیح مسلم ٤٦۲/۱ (٦٦۷)۔
(۳) مسند احمد ٤٤۰/۳۵ (۲۱۵۵٦)، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲٤۸/۲ (۳۵۰۱): رواہ احمد ورجالہ ثقات.

''اے علی! تین چیزوں میں کبھی تاخیر نہ کرو: ① نماز میں جبکہ اس کا وقت آجائے، ② جنازہ میں جبکہ وہ موجود ہو اور ③ بے شوہر عورت کے نکاح میں جبکہ تمہیں اس کے میل کا کوئی رشتہ مل جائے'' (۱)

⑥ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجائے کہ اذان میں اور پہلی صف میں (پہنچ کر نماز پڑھنے میں) کیا فضیلت ہے، پھر (یہ بات طے کرنے کے لیے کہ کون اذان دے اور کون پہلی صف میں کھڑا ہو) قرعہ اندازی کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتو وہ ضرور قرعہ اندازی کریں اور اگر انہیں پتا چل جائے کہ اول وقت نماز پڑھنے میں کیا ثواب ہے تو وہ اس میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور اگر انہیں معلوم ہوجائے کہ عشاء اور صبح کی جماعت میں کیا فوائد ہیں تو وہ ان دونوں جماعتوں میں ضرور پہنچیں، خواہ انہیں گھٹنوں کے بل آنا پڑے''۔ (۲)

⑦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اذان کے وقت مسجد میں ہو، پھر بغیر کسی ضرورت

---

(۱) سنن الترمذی ۲۱۳/۱ (۱۷۱) و ۳۰۸/۲ (۱۰۷۵) وقال هذا حديث غريب وما ارى اسناده بمتصل، وسنن ابن ماجه ۳۹/۲ (۱۴۸۶)۔

(۲) صحیح البخاری ۱۲۶/۱ (۶۱۵) وصحیح مسلم ۳۲۵/۱ (۴۳۷)۔

کے وہاں سے اس طرح چلا جائے کہ واپس آنے کا ارادہ نہ ہو تو وہ منافق ہے"۔ (۱)

⑧ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنی مسجدوں کو بچوں سے اور پاگلوں سے دور رکھو اور خرید و فروخت سے، جھگڑوں سے، بلند آواز سے، مجرموں کو سزا دینے سے اور تلواریں برہنہ کرنے سے محفوظ رکھو اور ان کے دروازوں کے پاس طہارت خانہ بناؤ اور جمعہ کے دنوں میں انہیں خوشبو کی دھونی دو"۔ (۲)

⑨ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اپنے گھر یا بازار میں نماز پڑھنے کے مقابلہ میں جماعت

(۱) سنن ابن ماجه ۵۵/۲ (۷۳٤)۔ وقال البوصيري في "مصباح الزجاجة" ۹۳/۱: هذا إسناد فيه ابن أبي فروة، واسمه إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة، ضعيف، وكذلك عبد الجبار بن عمر، وهو في صحيح مسلم وغيره يعني أبي داود والترمذي والنسائي من حديث أبي هريرة، بلفظ: "فقد عصى أبا القاسم صلى الله تعالى عليه وسلم" (طبع دار العربية بيروت)۔

(۲) سنن ابن ماجه ٦۷/۲ (۷۵۰)۔ وقال البوصيري في "مصباح الزجاجة" ۹۵/۱: هذا إسناد ضعيف، أبو سعيد هو محمد بن سعيد المصلوب، قال أحمد: كان يضع الحديث، وقال البخاري: تركوه، وقال النسائي: كذاب، قلت: والحارث بن نبهان ضعيف، روى الترمذي بعضه من حديث عبد الله بن عمر، وقال: وفي الباب عن بريدة، وجابر بن عبد الله، وأنس، انتهى. لكن لم ينفرد بهذا الحديث عن مكحول، ولم ينفرد الحارث بن نبهان عن عتبة بن يقظان، فقد رواه البيهقي في=

سے نماز پڑھنا پچیس گنا زائد ثواب رکھتا ہے، وجہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے اور اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر مسجد کی طرف چلتا ہے اور نماز کے سوا گھر سے نکلنے کا مقصد کچھ اور نہیں ہوتا تو جو قدم اٹھاتا ہے، اس کی وجہ سے اس کا درجہ بڑھا دیا جاتا ہے اور ایک گناہ (صغیرہ) معاف کر دیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھنا شروع کرتا ہے تو جب تک وہ نماز کی جگہ رہتا ہے، فرشتے اس پر ان الفاظ کے ساتھ رحمت بھیجتے رہتے ہیں کہ یا اللہ! اس کی مغفرت فرما یا اللہ! اس پر رحم کر اور جتنی دیر وہ نماز کے انتظار میں بیٹھتا ہے، اسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے، جب تک کہ وہ کسی کو تکلیف نہ پہنچائے''۔ (۱)

⑩ حضرت عبد اللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز بندے سے سب سے پہلے جس چیز کا

= سننه الكبرى من طريق أبي نعيم يعني النخعي، عن العلاء بن كثير، عن مكحول، عن أبي الدرداء وعن واثلة وعن أبي أمامة كلهم يقولون: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكره، إلا أنه قال: العلاء بن كثير هذا شامي منكر الحديث، وقيل: عن مكحول، عن يحيى بن العلاء، عن معاذ، مرفوعًا وليس بصحيح، ورواه الطبراني في "الكبير" من طريق أبي الدرداء وواثلة وأبي أمامة من رواية مكحول عن معاذ، ولم يسمع منه. عناية.

(۱) صحيح البخاری ۱/۱۰۳ (٤٧٧) وصحيح مسلم ۱/٤٥٠ (٦٤٩)۔

حساب لیا جائے گا، وہ نماز ہے، اگر وہ درست ہوئی تو اس
کے سارے اعمال درست ہوں گے اور اگر وہ خراب ہوئی
تو اس کے سارے اعمال فاسد ہوں گے"۔ (۱)

⑪ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"بندہ اپنے پروردگار سے سب سے زیادہ قریب اس وقت
ہوتا ہے جب وہ سجدہ کی حالت میں ہو"۔ (۲)

⑫ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر جماعت کی نماز چھوڑنے والے کو یہ معلوم ہوجائے کہ
جماعت میں شامل ہونے والے کو کتنی فضیلت ملتی ہے تو وہ
ضرور چل کر آئے خواہ اسے گھٹنوں کے بل آنا پڑے"۔ (۳)

⑬ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

(۱) قال المنذری فی "الترغیب والترهیب" ۱٤۹/۱ رواه الطبرانی فی الاوسط ولا باس باسناده ان شاء الله۔ (طبع دار الکتب العلمیة) ورواه ابو داود ۲۲۹/۱ (۸٦٤) من حدیث ابی هریرة. والحاکم فی المستدرک ۳۹٤/۱ (۹٦۷) من حدیث تمیم بن اوس الداری (طبع دار الکتب العلمیة)۔ ورواه السلفی فی الطیوریات ٤۷۲/۲ (٤۱۰) من حدیث ابی سعید الخدری (طبع اضواء السلف)۔

(۲) صحیح مسلم ۳۵۰/۱ (٤۸۲)۔

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی ۲۲٤/۸ (۷۸۸٦) طبع مکتبة ابن تیمیة القاهرة۔ وقال الهیثمی فی مجمع الزوائد ٤۳/۲ (۲۱٦۷) رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه علی بن یزید الالهانی عن القاسم وقد ضعفها الجمهور واختلف فی الاحتجاج بهما۔ (طبع مکتبة القدسی)۔

''جو شخص چالیس روز تک اللہ کی خوشنودی کی خاطر اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہے کہ ہمیشہ پہلی تکبیر میں شامل ہو تو اس کے لیے دو قسم کی نجات لکھ دی جاتی ہے، ایک عذاب جہنم سے نجات اور دوسرے منافقت سے نجات۔''(۱)

⑭ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کبھی کبھی مجھے یہ خیال آتا ہے کہ میں کچھ نوجوانوں کو حکم دوں کہ وہ میرے لیے لکڑیوں کا ایک گھٹا جمع کریں، پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بغیر کسی بیماری کے اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں اور ان کے گھروں کو آگ لگادوں''۔(۲)

⑮ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا:

''جب تم میں کوئی شخص مسجد میں اپنی نماز پوری کر چکے تو اسے چاہیے کہ اپنے گھر کو بھی اپنی نماز کا کچھ حصہ دے، اس لیے کہ گھر میں نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ اس میں خیر

(۱) سنن الترمذی ۲۸۱/۱ (۲٤۱) وقال: وقد روی ھذا الحدیث عن انس موقوفاً ولا اعلم احدا رفعه الاما روی سلم بن قتیبة عن طعمة بن عمرو۔ وشعب الایمان للبیھقی ۳٤٦/٤ (۲٦۱٤) طبع مکتبة الرشد۔
(۲) صحیح مسلم ٤۵۲/۱ (٦۵۱)۔

وبرکت فرماتا ہے''۔(۱)

⑯ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''اے لوگوں! اپنے گھروں میں نماز پڑھا کرو اس لیے کہ فرض نماز کو چھوڑ کر (جن کا مسجد میں ادا کرنا افضل ہے) انسان کی افضل ترین نماز وہ ہے جو وہ گھر میں پڑھے''۔(۲)

⑰ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کی نمازِ عصر چھوٹ جائے تو ایسا ہے جیسے کہ اس کے سارے اہل وعیال اور مال و دولت کو لوٹ لیا گیا ہو''۔(۳)

⑱ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس کسی شخص سے کبھی کوئی گناہ سرزد ہوجائے، پھر وہ کھڑا ہو کر وضو کرے اور نماز پڑھے، پھر اللہ سے اپنے گناہ کی مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مغفرت فرما

---

(۱) صحیح مسلم ۵۳۹/۱(۷۷۸)۔
(۲) السنن الکبری للنسائی ۱۱۱/۲ (۱۲۹۳-۱۲۹٤) طبع الرسالة۔وقال المنذري في الترغیب والترھیب ۱۷۱/۱ رواہ النسائی باسناد جید وابن خزیمہ فی صحیحہ۔
(۳) صحیح البخاری ۱۱۵/۱(۵۵۲) وصحیح مسلم ٤۳۵/۱(٦۲٦)۔

دیتا ہے''۔ (۱)

⑲ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو اللہ سے کوئی حاجت مانگنی ہو یا کسی انسان سے اس کی کوئی ضرورت وابستہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے اور اچھی طرح سے وضو کرے اور دو رکعتیں نماز پڑھ کر اللہ کی حمد وثناء کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ درود بھیجے، پھر یہ کلمات کہے''۔

لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللّٰهُ الحَلِيمُ الكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ العَرْشِ العَظِيمِ، الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ، وَالسَّلاَمَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لاَ تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلاَّ غَفَرْتَهُ، وَلاَ هَمًّا إِلاَّ فَرَّجْتَهُ، وَلاَ حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلاَّ قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ (۲)

⑳ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) سنن ابی داود ۸۶/۲ (۱۵۲۱) وسنن الترمذی ٤۳۱/۱ (٤۰٦) وقال حدیث حسن۔

(۲) سنن الترمذی ٤۸۹/۱ (٤۷۹) وقال: هذا حدیث غریب وفی اسناده مقال فائد بن عبد الرحمن یضعف فی الحدیث وفائد هو ابو الرفاء۔ وسنن ابن ماجه ۵۰۳/۲ (۱۳۸٤)۔

''جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اس کے پاس خوشبو ہو تو خوشبو لگائے اور اپنے بہترین کپڑے پہنے، پھر نکل کر مسجد پہنچے اور جتنی ہو سکیں رکعتیں پڑھے اور کسی کو تکلیف نہ پہنچائے، پھر (خطبہ سننے کے لیے) خاموش بیٹھا رہے تو اس کا یہ عمل اگلے جمعہ تک (صغیرہ) گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے''۔(۱)
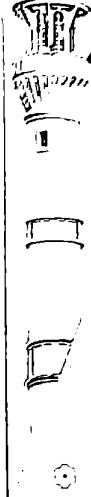
(۱) مسند احمد ۵٤٧/٣٨ (۲۳۵۷۱) وصحیح ابن خزیمه ۱۳۸/۳ (۱۷۷۵) طبع المکتب الاسلامی بیروت۔ وقال الهیثمی فی "مجمع الزوائد" ۱۷۱/۲ (۳۰۳۷) رواه کله احمد والطبرانی فی الکبیر ورجاله ثقات۔

عبادت کی اہمیت

(نشری تقریریں ص ۳۷ تا ۴۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبادت کی اہمیت

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

انسان کی زندگی میں عبادت کیا اہمیت رکھتی ہے؟ یہ بات اس وقت تک ٹھیک ٹھیک سمجھ نہیں آسکتی جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو کہ انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اور وہ کیوں اس دنیا میں آیا ہے؟ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کائنات میں انسان کو ایک غیر معمولی مقام حاصل ہے، وہ اپنے کمزور اور ناتواں وجود کے ساتھ آسمان اور زمین کی ہر چیز پر حکومت کرتا ہے اور وسیع وعریض کائنات کا ہر ذرہ اس کی خدمت میں مصروف ہے، انسان کو اپنا پیٹ بھرنے کے لیے فصلیں اگانے کی ضرورت ہوتی ہے تو کائنات کی مشینری کا ہر ہر پرزہ اس کی مدد کے لیے حرکت میں آجاتا ہے، وہ جانور جو انسان سے کئی گنا زیادہ طاقت کے مالک ہیں اس کے آگے رام ہوکر زمین ہموار کرتے ہیں، زمین اپنی تمام توانائیاں صرف کر کے کونپل میں سے بیج نکالتی ہے، اس کونپل کو پودا اور پودے کو درخت بننے کے لیے گرمی کی ضرورت ہوتی ہے، تو سورج اپنی کرنیں نچھاور کرتا ہے، پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو بادل اس پر اپنی پونجی لٹاتے ہیں،

ہوا کی ضرورت ہوتی ہے تو ہوائیں اسے لہلہا کر پروان چڑھاتی ہیں، غرض کائنات کی تمام قوتیں اپنا سارا زور اس لیے صرف کرتی ہیں کہ انسان کی بھوک مٹے اور اس کی زندگی کا سامان مہیا ہو۔

یہ تو ایک مثال تھی، آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کر دیکھیے آپ کو نظر آئے گا کہ آسمان سے لے کر زمین تک تمام خدائی کارندے آپ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ آپ میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی بناء پر کائنات آپ کی خدمت کرتی ہے اور آپ سے اپنی کوئی خدمت نہیں لیتی؟

اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ کائنات کے ہر ذرے کا پیدا کرنے والا خدا ہے اور اسی نے اس جہاں کو آپ کا خادم بنایا ہے تو آپ کو ان سوالات کا جواب سمجھنے میں دیر نہیں لگے گی، تمام کائنات کو آپ کی خدمت پر اس لیے مامور کیا گیا ہے کہ آپ ایک بہت بلند اور اعلیٰ کام پر مامور ہیں اور وہ کام ہے "عبادت" اور "بندگی" یہی کام ہماری زندگی کا مقصد ہے اور اسی کے لیے ہم اس دنیا میں بھیجے گئے ہیں، قرآنِ کریم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [1]

اور میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

---

(۱) سورۃ الذاریات آیت (۵۶)۔

قرآنِ کریم کے اس ارشاد اور اس کی مذکورہ بالا تشریح سے عبادت کی اہمیت خود بخود واضح ہو جاتی ہے، عبادت اس لیے اہم ہے کہ وہ ہماری زندگی کا مقصد ہے، عبادت اس لیے اہم ہے کہ اسی کے لیے ہم اس دنیا میں آئے ہیں، عبادت اس لیے اہم ہے کہ وہ ہمارے اشرف المخلوقات بننے کی وجہِ جواز ہے اور اسی کے بل پر ہم کائنات کی ہر چیز سے خدمت لیتے ہیں، اگر ہم عبادت کے اس فریضے کو انجام نہ دیں تو ہماری مثال اس ملازم کی سی ہوگی جو اپنے مالک سے تنخواہ پوری وصول کرے اور اس کی مہیا کی ہوئی تمام سہولتوں سے فائدہ اٹھائے، لیکن جب وہی مالک اسے کسی بات کا حکم دے تو وہ تعمیل کرنے سے صاف انکار کر دے، جس طرح یہ ملازم سزا کے لائق ہے اسی طرح وہ شخص عذاب کا مستحق ہے جو دنیا کی تمام نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن عبادت کے فریضے کو ادا نہیں کرتا۔

دوسری طرف وہ شخص جو عبادت کو ٹھیک ٹھیک انجام دیتا ہے، اس کی مثال اس فرماں بردار ملازم کی سی ہے جس کے آرام اور تفریح سے بھی مالک خوش ہوتا ہے، جس طرح خالی اوقات میں اس ملازم کا خالی بیٹھنا اور آرام اور تفریح کرنا بھی ملازمت میں شمار ہوتا ہے، اسی طرح ایک فرماں بردار بندے کی عبادت بھی صرف نماز، روزے، حج اور زکوٰۃ میں منحصر نہیں رہتی، بلکہ اس کی زندگی کا ہر قدم عبادت بن جاتا ہے، حدیث[1] میں ہے کہ ایسا شخص اپنے بیوی بچوں

---

(۱) المعجم الکبیر ۱۳۹/۱۹ (۲۸۲) والمعجم الاوسط ۲٤۸/٤ (٤۲۱٤) طبع دار الحرمین. وقال الهیثمی فی "مجمع الزوائد" ۳۲۵/٤ (۷۷۰۹) رواه الطبرانی فی الثلاثة ورجال الکبیر رجال الصحیح۔

کے لیے روزی کماتا ہے، اس پر بھی اسے ثواب ملتا ہے، اس کا سونا جاگنا، اٹھنا بیٹھنا، یہاں تک کہ ہنسنا بولنا بھی بندگی میں شمار ہوتا ہے۔

بندگی کا مطلب ہی اصل میں یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا تابعِ فرمان سمجھ کر اپنی پوری زندگی اسی کے احکام کے مطابق بنا لے، لہٰذا عبادت کسی خاص جگہ، کسی خاص وقت یا کسی خاص کام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، اگر اپنی زندگی کو خدا کے احکام کے مطابق بنائے ہوئے ہیں تو آپ کی زندگی کا ہر کام عبادت، آپ کی تجارت، آپ کی ملازمت، یہاں تک کہ آپ کی جائز تفریحات بھی عبادت ہیں، بشرطیکہ وہ خدا کے احکام کے مطابق ہوں اور نیک نیتی کے ساتھ ہوں اور جب کسی قوم کے بیشتر افراد اپنی اجتماعی زندگی کو اس طرح عبادت بنا لیتے ہیں تو زندگی کی تمام کامرانیاں ان کے قدم چومتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا وہ وعدہ پورا ہوتا ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم نے کیا ہے، ارشاد ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا(۱)

تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کو یقیناً زمین کی

(۱) سورۃ النور آیت (۵۵)۔

خلافت عطا کرے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو عطا کی ہے اور ضرور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا مضبوطی کیساتھ قائم کرے گا اور بالیقین ان کی حالتِ خوف امن سے بدل دے گا، (بس) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین
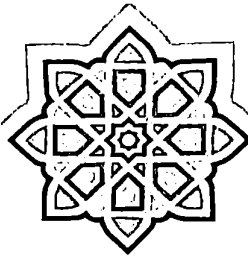
عبادات کی کیفیات اور آداب

(اصلاحی مجالس ۶/ ۱۹۹ وعظ: عبادات میں ذوق وشوق مطلوب نہیں)

عبادات میں ذوق وشوق مطلوب نہیں

الحمد للّٰہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد!

محبت میں بے چین رہوں

ایک صاحب نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ

"مجھے اس کا بڑا شوق ہے کہ کسی طرح ہو، اللہ تعالیٰ کی محبت میں بے چین رہوں"

اس خط کے جواب میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہ جملہ تحریر فرمایا کہ

"مگر اس کے ساتھ یہ بھی دعا کرو کہ اس بے چینی میں چین رہے"۔

جواب کچھ اور ہونا چاہیے تھا

یہ جواب جو حضرت والا نے تحریر فرمایا اگر غور کریں تو بڑا عجیب وغریب جواب ہے، اگر کسی نے یہ جواب نہ پڑھا ہو اور صرف سوال اس کے سامنے آئے تو جن حضرات نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ اور ملفوظات پڑھے ہوئے ہیں اور جو لوگ حضرت کے مزاج سے واقف ہیں، ان کا گمان یہ ہوگا کہ حضرت والا جواب میں یہ فرمائیں گے کہ یہ کیا تمہیں بے چینی کا شوق پیدا ہوگیا؟ اس لیے کہ ''بے چینی'' تو ایک غیر اختیاری کیفیت ہے، وہ حاصل ہو کہ نہ ہو، اس کے پیچھے کیوں پڑتے ہو؟ کیونکہ حضرت والا کی تعلیمات کا ایک بہت بڑا اصول یہ ہے کہ آدمی ''اختیاری'' امور کا اہتمام کرے اور ''غیر اختیاری'' میں نہ پڑے۔ یہ بڑا زرین اصول ہے، اس لیے کہ یہ غیر اختیاری کیفیات کہ کسی وقت عبادت کا ذوق شوق ہو رہا ہے، کسی وقت ذوق وشوق نہیں ہو رہا، کسی وقت عبادت میں دل لگ رہا ہے، کسی وقت دل نہیں لگ رہا، یہ سب کیفیات آنی جانی ہیں، ان کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں، اصل مقصود ''عمل'' ہے، یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خلاصہ ہے۔ اس لیے جو لوگ ''کیفیات'' کے پیچھے بہت پڑتے ہیں، حضرت والا عام طور پر ان کی ہمت افزائی نہیں کرتے۔

ہر مریض کے لیے علیحدہ نسخہ

بہر حال، اگر حضرت والا کا یہ جواب نہ پڑھا ہوتا تو ذہن اس طرف چلا جاتا کہ حضرت والا جواب میں یہ تحریر فرمائیں گے کہ شرعاً یہ مطلوب نہیں کہ

آدمی "بے چین" رہے، لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یہاں پر ان صاحب کو یہ جواب نہیں دیا۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ طبیب کا کام ہوتا ہے کہ وہ آنے والے مریض کی حالت کے مناسب نسخہ تجویز کرے، یہ نہیں کہ ایک ہی نسخہ مریضوں کو گھونٹ کر پلا رہا ہے، اس لیے کہ مریض کے حالات کے مناسب ہر مریض کی دوا اور علاج میں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح ایک مرشدِ کامل کا کام بھی یہی ہے کہ وہ دیکھے کہ اس آدمی کے موجودہ حالات میں یہ بات اس کے مناسب ہوگی یا نہیں؟ یہی ملکہ اللہ تعالیٰ مرشدِ کامل کو عطا فرماتے ہیں اور ہم جب اس مرشدِ کامل کے پاس جاتے ہیں تو وہ ہمارے حالات کے لحاظ سے جواب دیتا ہے۔

"وارد" اللہ کا مہمان ہوتا ہے
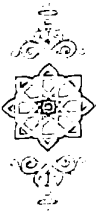
یہاں پر حضرت والا نے اس خط کے جواب میں یہ نہیں لکھا کہ "تمہیں یہ بے چین ہونے کا شوق کہاں پیدا ہوا؟ اس کی کیا ضرورت ہے؟" یہ جواب کیوں نہیں لکھا؟ اس کی وجہ غالباً یہ ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ کہ حضرت والا نے یہ محسوس فرمایا کہ اس آدمی کے دل میں جو شوق پیدا ہوا ہے، یہ بھی اس شخص کے حق میں ایک "واردِ قلبی" ہے اور حضرات صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ یہ فرماتے ہیں کہ مِن جانب اللہ قلب پر جو "واردات" ہوتے ہیں، ان "واردات" کی ناقدری نہ کرو، اس لیے کہ یہ "واردات" اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے مہمان ہوتے ہیں، اگر اس مہمان کی خاطر تواضع کروگے تو یہ مہمان بار بار آئے گا اور اگر تم نے اس مہمان کی خاطر تواضع نہ کی، بلکہ ناقدری کردی تو یہ مہمان روٹھ کر بھاگ جائے گا، پھر نہیں آئے گا۔

شریعت میں تو ''چین'' مطلوب ہے

اب اگر اس شخص کے جواب میں یہ لکھ دیتے کہ تیرا اس بے چین رہنے کا خیال درست نہیں ہے، تو اس صورت میں یہ ''وارد'' جو اس کے قلب پر وارد ہو رہا ہے، اس کی مخالفت سے اس کا نقصان ہوتا اور آئندہ یہ ''واردات'' بند ہوجاتے اور اگر اس کے جواب میں اس کی ہمت افزائی فرماتے کہ یہ ''بے چینی'' کا حاصل ہونا تو بڑی اچھی بات ہے، ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں یہ ''بے چینی'' عطا فرمادے، تو یہ جواب شریعت کے خلاف ہوتا، اس لیے کہ شریعت میں ''بے چینی'' مطلوب نہیں، شریعت میں تو چین اور اطمینان کا حصول مطلوب ہے، قرآنِ کریم نے فرمایا ہے کہ

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (۱)

یعنی اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا شریعت میں یہ مطلوب نہیں کہ کوئی آدمی ''بے چینی'' کو اپنا مقصود بنالے، بلکہ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ''اطمینان'' اور ''چین'' کو مقصود بنائے، اسی لیے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِكَ تَجْمَعُ بِهَا اَمْرِیْ وَتَلُمُّ بِهَا شَعْثِیْ (۲)

---

(۱) سورۃ الرعد آیت (۲۸)۔
(۲) سنن الترمذی ۴۱۹/۵ (۳۴۱۹) وقال ہذا حدیث غریب۔

یعنی اے اللہ! میں آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں، جس کے نتیجے میں مجھے جمعیتِ خاطر اور سکون مل جائے اور میری پراگندگی کو جمعیت سے بدل دیجیے۔

معلوم ہوا کہ شریعت میں چین اور اطمینان مقصود ہے، بذات خود ''بے چینی'' مقصود نہیں۔

عجیب وغریب جواب

بہر حال! اگر اس خط کے جواب میں پہلی بات لکھ دیتے تو ''طریقت'' کی خلاف ورزی لازم آتی اور اگر دوسری بات لکھ دیتے تو ''شریعت'' کی خلاف ورزی لازم آتی، اس لیے حضرت والا نے بڑا عجیب جواب یہ دیا کہ مگر اس کے ساتھ یہ دعا بھی کرو کہ اس ''بے چینی'' میں چین رہے۔'' اس لیے کہ ''بے چینی'' بذاتِ خود مطلوب نہیں، بلکہ ''چین'' مطلوب ہے، لیکن وہ ''چین'' اللہ کی محبت کی ''بے چینی'' کے ذریعے حاصل ہو، یعنی اللہ کی محبت میں اضطراب ہو اور اس اضطراب ہی میں اسے ''چین'' مل جائے۔ ؎

ہم اضطراب سے حاصل ''قرار'' کر لیں گے
یہ ''جبر'' ہے تو اسے اختیار کر لیں گے

یہ اضطراب بذات خود مقصود نہیں، لیکن یہ اضطراب بعض اوقات قرار پر منتج ہوتا ہے اور جو آدمی اس راستے سے گزرا نہ ہو، اس کو پوری طرح اس کا ادراک اور احساس نہیں ہوسکتا، لیکن یہ بات ضرور ہے کہ ابتداءِ محبت میں تو جوش وخروش، ابال اور بے چینی ہوتی ہے، پھر ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ اس

بے چینی کے اندر ''چین'' آجاتا ہے، اس لیے حضرت والا نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

''خلافت'' اس طرح سستی نہیں بٹتی

اس سے پتا چلا کہ دوسروں کی اصلاح کا کام ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ بس چند اصطلاحات یاد کرلیں اور لوگوں کی اصلاح کرنی شروع کردی۔

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو ایں جا ست
نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اس لیے یہ بڑا نازک کام ہے، کسی شخص کے لیے یہ فیصلہ کرنا کہ اس کے لیے کیا بات فائدہ مند ہوگی، بڑا مشکل کام ہے۔ اسی واسطے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں ''خلافت'' اس طرح سستی نہیں بٹتی تھی، جیسا کہ بعض مشائخ کے یہاں رواج ہے کہ جو آرہا ہے، اس کو ''خلافت'' دے رہے ہیں، جو آرہا ہے، اس کو ''خلافت'' دے رہے ہیں، کسی کو دیکھا کہ وہ نماز وغیرہ پڑھنے لگا ہے اور اس کے اندر کچھ خشوع وخضوع پیدا ہوگیا ہے اور کچھ ذکر و اذکار کرنے لگا ہے، بس جا تو بھی ''خلیفہ'' ہمارے حضرات کا یہ مزاج نہیں تھا۔

ڈاکٹر بننے کے لیے صحت مند ہونا کافی نہیں

یہ مزاج کیوں نہیں تھا؟ اس لیے کہ خود درست ہو جانا اور بات ہے اور دوسرے کا علاج کرنا اور بات ہے، ہر صحت مند شخص ''ڈاکٹر'' نہیں ہوتا، صحت مند شخص کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ اس کے اندر کوئی بیماری نہیں ہے، کوئی خرابی نہیں ہے، بہت تندرست ہے، لیکن وہ صحت مند دوسرے بیمار کا علاج

کردے، یہ ضروری نہیں۔ اس لیے ڈاکٹر بننے کے لیے بہت کچھ پڑھنا پڑتا ہے، پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں، تب جاکر اس کو ''مطب'' کھولنے کی اجازت ملتی ہے، اب کوئی شخص یہ کہے کہ میں تو بالکل تندرست ہوں، میری ساری رپورٹیں درست ہیں، میرا سارا جسمانی نظام درست ہے، لہٰذا میں ''ڈاکٹر'' بننے کے لائق ہوں یا کوئی شخص ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے آئے، ڈاکٹر اس کا علاج کرے اور جب وہ شخص سو فیصد بالکل تندرست ہو جائے تو ڈاکٹر اس کو سرٹیفکیٹ دے دیں کہ تم بھی ڈاکٹر بن جاؤ، اس لیے کہ تم اب تندرست ہو گئے ہو۔

''خلافت'' ایک شہادت اور گواہی ہے

یہی حال یہاں ہے کہ شیخ کے پاس ایک آدمی اپنی اصلاح کے لیے آیا، شیخ نے اس کے حالات کی اصلاح کی، وہ اتباعِ سنّت کی طرف آ گیا، اس کی نماز درست ہو گئی، اس کا روزہ درست ہو گیا، تو محض اعمال کے درست ہونے سے وہ ''خلافت'' کا اہل نہیں بن جاتا اور ''خلافت'' کا مطلب دوسرے کے علاج کی صلاحیت پیدا ہونا اور دوسروں کا علاج کرنا، یہ ہر ایک کی بس کی بات نہیں۔

اس لیے ہمارے حضرات کے یہاں ''خلافت'' بہت دیکھ بھال کے بعد جب پورا اطمینان ہو جائے اس وقت دی جاتی ہے، اس لیے کہ ''خلافت'' دینے کا مطلب یہ ہے کہ مخلوقِ خدا کے سامنے یہ شہادت اور سرٹیفکیٹ دینا ہے کہ ''ہم نے اس کو اچھی طرح پرکھ لیا ہے اور جانچ لیا ہے اور اب یہ شخص تمہارا روحانی علاج یعنی تمہارے امراضِ باطنی کا علاج کرنے کا اہل ہے'' یہ ''خلافت''

اس بات کا سرٹیفیکیٹ دینا نہیں ہے کہ یہ تندرست ہے یا متبعِ سنّت ہے۔ لہٰذا جب تک یہ اطمینان نہ ہوجائے کہ یہ دوسرا شخص دوسروں کے علاج کے لائق ہے اور یہ شخص طالبین اور اصلاح کے لیے آنے والوں کو ان کے مزاج اور ان کی ضرورت کے مطابق اس کی حاجت کے مطابق نسخہ تجویز کرسکتا ہے، اس وقت تک یہ ''شہادت'' دینا جائز نہیں۔

ہمارے حضرات یہ خطرہ مول نہیں لیتے

بزرگوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں، بعض بزرگوں کا یہ رنگ اور مزاج ہوتا ہے کہ جب ہم اس شخص کو خلافت دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قابل بھی بنادیں گے، لیکن ہمارے حضرات یہ خطرہ مول نہیں لیتے، ہمارے حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب تک اطمینان نہیں ہوجائے گا، اس وقت تک یہ خطرہ مول نہیں لیتے، اس لیے کہ اگر کسی نے یہ اصول تو یاد کرلیا کہ ''فلاں چیز محمود ہے اور فلاں چیز مذموم ہے'' تو بس وہ ہر جگہ یہ اصول چلائے گا، حالانکہ اتنی بات کافی نہیں، بلکہ ایک آنے والے کو یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ اس کے لیے کیا مناسب ہے؟ اور کیا مناسب نہیں؟ لہٰذا دوسروں کی اصلاح کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔

''خلافت'' کا خیال بدترین حجاب ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب شیخ کے پاس علاج کے لیے جاؤ تو بس اپنے علاج کی طرف متوجہ رہو، اس فکر میں مت رہو کہ فلاں درجہ مجھے

حاصل ہو جائے، فلاں مقام مجھے حاصل ہو جائے، بلکہ شیخ کے حکم کی تعمیل میں اور اس کی نگرانی میں نتائج اور ثمرات سے بے فکر ہو کر عمل کرتے رہو۔ بعض لوگ جب کسی شیخ کے پاس اپنی اصلاح کے لیے جاتے ہیں تو ان کے حاشیۂ خیال میں یہ بات رہتی ہے کہ یہ شیخ مجھے کسی وقت ''خلافت'' دے دے گا، یہ ''خیال'' اصلاح کے راستے میں بدترین حجاب ہے، اس خیال کے ہوتے ہوئے کبھی اصلاح مکمل ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ ''اصلاح'' کا امکان ہی نہیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں اپنی اصلاح کرانے کی نیت میں اخلاص ہی نہیں، بلکہ نیت یہ ہے کہ خاص منصب حاصل ہو جائے، گویا کہ اللہ کے لیے شیخ سے تعلق قائم نہیں کیا اور اپنی اصلاح میں طلبِ صادق نہیں تھی اور جب طلبِ صادق نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کے لیے شیخ سے تعلق قائم نہیں کرتا تو شیخ کے پاس جانے کا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

لہٰذا جب کبھی شیخ کے پاس جاؤ تو اس خیال سے ذہن خالی کر کے جاؤ، صرف اپنی اصلاح کی غرض سے جاؤ، نہ کوئی خاص درجہ حاصل کرنا مقصود ہو اور نہ کوئی مقام حاصل کرنا مقصود ہو۔

عبادت میں شوق، ولولہ، لذت مطلوب نہیں

آگے حضرت والا ایک اور ارشاد فرماتے ہیں کہ

''شوق'' بمعنیٰ ''ولولہ'' نہ بالذات مطلوب ہے، نہ شرائطِ قبول سے ہے، اخلاص کے ساتھ عمل کرنا کافی ہے، گو ولولہ نہ ہو،

بلکہ طبعاً گرانی ہو، حدیث:

"اسباغ الوضو علی المکارہ"[1]

اس کی نقلی دلیل ہے، جس سے دعاءِ مذکور سے زائد یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایسی "مکارہ" سے اجر وفضل بڑھ جاتا ہے اور عقلی حقیقت اس کی یہ ہے کہ طاعات بعض کے لیے مثلِ "غذا" کے ہیں اور بعض کے لیے مثلِ "دوا" کے اور ظاہر ہے کہ "دوا" کا نافع ہونا اس کی رغبت پر موقوف نہیں ہے، نیز ایسی حالت میں اس کا استعمال اور زیادہ ہمت اور مجاہدہ ہے اور اس میں حکمتیں بھی ہوتی ہیں، جیسے عُجب سے حفاظت اور اپنے نقص کا مشاہدہ ونحوہما، پس عبد کامل کا مذہب یہ ہونا چاہیے ۔

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقی ماریخت عین الطاف است

(انفاس عیسی:۱۹۵)

ذوق وشوق محمود ہیں، اخلاص مطلوب ہے

اس ملفوظ میں حضرت والا نے بڑا عجیب اصول بیان فرمایا ہے، اس میں بہت سے لوگ گمراہ اور پریشان ہو جاتے ہیں، وہ یہ کہ عبادت میں ذوق وشوق اور ولولہ، یہ نہ تو مطلوب ہے کہ آدمی اس کو اپنا مقصود بنالے کہ میرے اندر شوق

(۱) صحیح مسلم ۲۱۹/۱ (۲۵۱)۔

اور ولولہ پیدا ہو جائے اور جوش پیدا ہو جائے اور نہ ہی اعمال کی قبولیت کی شرائط میں یہ بات داخل ہے کہ جب تم جوش کے ساتھ، شوق کے ساتھ عمل کرو گے تب یہ عمل قبول ہوگا ورنہ قبول نہیں ہوگا۔ شوق کا مطلب یہ کہ نماز کے اندر آپ کو مزہ آنے لگے اور یہ شوق پیدا ہو جائے کہ جلدی جا کر نماز پڑھوں، اگر یہ ذوق و شوق پیدا ہو جائے تو یہ اللہ کی نعمت ہے اور اچھی بات ہے اور محمود ہے، لیکن یہ شوق مقصود بالذات نہیں اور نہ ہی عمل کی قبولیت کے لیے شرط ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائیں گے کہ تو نے جو نماز پڑھی تھی وہ ذوق و شوق کے بغیر پڑھی تھی، لہٰذا تیری نماز قبول نہیں۔ اس لیے کہ نماز کی قبولیت کے لیے ''اخلاص'' شرط ہے، لہٰذا اگر عمل ''اخلاص'' کے ساتھ ہو اور سنّت کے مطابق ہو، بس یہ دو چیزیں اگر عمل کے اندر پائی جائیں گی تو مقصود حاصل ہو جائے گا اور ان شاء اللہ وہ عمل اللہ کے یہاں قبول ہوگا، چاہے وہ عمل کتنی مشقت کے ساتھ کیا تھا اور اس عمل کے کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا، سستی ہو رہی تھی، لیکن آپ نے یہ سوچا نماز تو فرض ہے، جو مجھے پڑھنی ہے۔ یہ سوچ کر بلا ذوق وشوق کے زبردستی اپنے اوپر جبر کر کے نماز سنّت کے مطابق پڑھ لی، چونکہ ''اخلاص'' تھا اور سنّت کے مطابق وہ نماز تھی، اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوگی۔ اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرمائیں گے کہ چونکہ تم نے طبیعت کی گرانی اور بدشوقی کے ساتھ نماز پڑھی، اس لیے تمہیں سزا ملنی چاہیے۔ اس لیے یہ چیز نہ مقصود ہے اور نہ ہی شرائطِ قبول میں سے ہے۔

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے

البتہ نماز کے اندر ذوق وشوق اور ولولہ محمود ہے اور اس کی دلیل

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا:

"وجُعِلت قرۃ عینی فِی الصلاۃِ"(۱)

یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر وہ لطف اور وہ کیف محسوس ہوتا تھا جو دنیا کی کسی اور چیز میں محسوس نہیں ہوتا تھا، یہ بات آپ کو حاصل تھی، لیکن آپ نے دوسروں سے یہ نہیں فرمایا کہ جب تک نماز کے اندر وہ کیفیت حاصل نہیں ہوگی جو کیفیت مجھے حاصل ہوتی ہے، اس وقت تک تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی، بلکہ آپ نے دوسروں سے یہ فرمایا کہ

"صلوا کما رأیتمونِی أصلِّی"(۲)

جس طرح تم مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو اس طرح نماز پڑھ لو، (بس! تمہارے لیے اتنا ہی کافی ہے)۔

بلا شوق والا عمل ثواب میں بڑھ جاتا ہے

بعض لوگ اس فکر میں بہت زیادہ پڑے رہتے ہیں کہ نماز میں مزہ نہیں آتا، ذوق و شوق پیدا نہیں ہوتا۔ تو بھائی! مزہ مطلوب ہی کہاں ہے؟ مطلوب اور مقصود تو اللہ کی رضا ہے، اگر وہ حاصل ہو رہی ہے تو پھر مطمئن ہو جاؤ، بلکہ حضرت فرماتے ہیں کہ بعض اوقات اجر کے اعتبار سے وہ شخص بڑھ جاتا ہے جس

---

(۱) سنن النسائی ۶۱/۷ (۳۹۳۹-۳۹۴۰) و مسند احمد ۳۰۵/۱۹ (۱۲۲۹۳-۱۲۲۹۴)۔ ذکرہ الحافظ فی "التلخیص" ۲۵٤/۳ و قال رواہ النسائی و اسنادہ حسن۔

(۲) صحیح البخاری ۱۲۸/۱ (۶۳۱)۔

نے عبادت کا کوئی عمل ناگواری اور مشقت کے ساتھ کیا ہو اور اس کو اس عمل میں مزہ بالکل نہیں آیا، اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ

"اسباغ الوضو علی المکارہ... فذلکم الرباط"(۱)

یعنی جو شخص اس وقت پورا اچھی طرح وضو کرے جس وقت وضو کرنا طبیعت پر بہت شاق اور گراں ہو رہا ہو، اس کو جہاد کا ثواب ملتا ہے، مثلاً سخت سردی اور جاڑے کا موسم ہے، برف گر رہی ہے، پانی بہت ٹھنڈا ہے، گرم پانی کا کوئی انتظام نہیں، نماز کا وقت آچکا ہے، اس وقت میں ٹھنڈے پانی سے وضو کرنا بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن جو شخص اس مشکل کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر وضو کرے تو یہ ایسا عمل ہے جیسے جہاد میں رات کو سرحد پر پہرہ دینا۔ اب بتایئے! اس وضو کے اندر اس کو کب مزہ آیا؟ معلوم ہوا کہ دل کی گرانی کے ساتھ عمل کرنے میں بعض اوقات ثواب بڑھ جاتا ہے، اس عمل کے مقابلے میں جس کو شوق اور ذوق کے ساتھ کیا ہو، اس لیے کہ ذوق و شوق والے عمل میں تکلیف اور مشقت نہیں ہوتی۔

جس کو نماز میں مزہ نہ آئے اس کو مبارک باد

اسی لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "میں اس شخص کو مبارک باد دیتا ہوں جس کو ساری عمر نماز پڑھنے میں مزہ نہیں آیا، لیکن پھر بھی اللہ کا حکم بجا لانے کی خاطر نماز پڑھتا رہا" اس لیے کہ اگر نماز میں مزہ آجائے، یہ اچھی

(۱) صحیح مسلم ۲۱۹/۱ (۲۵۱)۔

بات تو ہے، لیکن اس میں خطرہ بھی ہے، وہ یہ کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مزے کی خاطر نماز پڑھ رہا ہو، اللہ کی رضا کے لیے نماز نہ پڑھ رہا ہو۔ لہٰذا اس بات کا اندیشہ ہے کہ ''اخلاص'' مفقود ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب نماز کے اندر مزہ زیادہ آنے لگتا ہے تو آدمی کے اندر عُجب پیدا ہونے لگتا ہے اور یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ ''میں تو اس مقام تک پہنچ گیا'' اور خود پسندی کے اندر مبتلا ہو جاتا ہے کہ میں تو اب بزرگی کے اعلیٰ مقام تک پہنچ گیا ہوں اور اللہ والا بن گیا ہوں کہ یہ عبادت اب میری طبیعتِ ثانیہ بن گئی ہے۔ یہ برائیاں انسان کے اندر اس مزے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جس بے چارے کو نماز میں مزہ ہی نہیں آرہا ہے، اس کے دل میں یہ خیالات کہاں سے آئیں گے؟ اس کو تو یہ فکر ہوگی کہ کہیں میری نماز میرے منہ پر نہ مار دی جائے۔

ریٹائرڈ شخص کی نماز

ہمارے حضرت والا ایک بڑی پیاری مثال دیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ لوگ ''کیفیات'' کو ''روحانیت'' سمجھتے ہیں یعنی عبادت میں ذوق، شوق، لطف اور مزہ آرہا ہو تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ ''روحانیت'' زیادہ ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں، بلکہ جس عبادت میں جتنی زیادہ سنّت کی اتباع ہوگی، اتنی ہی روحانیت زیادہ ہوگی۔ ان کیفیات کا روحانیت سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر ایک مثال دیتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ دو آدمی ہیں، ان میں ایک ریٹائرڈ ہے اور ملازمت سے بالکل فارغ ہے، فارغ زندگی گزار رہا ہے اور پنشن جاری ہے اور اس پنشن سے اچھی طرح گزارا ہو رہا ہے، اولاد بھی کما رہی ہے، بچوں اور بچیوں کی شادی

کر کے فارغ ہو گیا ہے، اب اس کو کسی چیز کی کوئی فکر نہیں ہے، آرام سے گھر میں فراغت کی زندگی گزار رہا ہے، وہ شخص یہ کرتا ہے کہ اذان سے پہلے ہی وضو کر کے تیار ہو گیا اور اذان ہوتے ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گیا اور صف اول میں پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے تحیۃ المسجد کی نوافل ادا کیے اور پھر سنتیں ادا کیں اور نماز کے انتظار میں بیٹھا ذکر کرتا رہا اور جب جماعت کھڑی ہوئی تو بڑے اطمینان کے ساتھ خضوع و خشوع کے ساتھ نماز ادا کی اور پھر اطمینان سے گھر واپس آیا اور دوسری نماز کے انتظار میں اور اس کی تیاری میں لگ گیا۔

ٹھیلے پر سامان بیچنے والے کی نماز

دوسرا آدمی ٹھیلے پر اپنا سامان بیچ کر اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالتا ہے، سڑک کے کنارے کھڑا ہو کر آواز لگا کر اپنا سامان فروخت کرتا رہتا ہے، گھر میں دس افراد کھانے والے ہیں، ہر وقت اسی فکر میں لگا رہتا ہے کہ کسی طرح میرا سامان فروخت ہو جائے تو کچھ پیسے کما کر بچوں کی روٹی کا بندوبست کروں۔ اسی حالت میں اذان ہو گئی، اب گاہک اس سے سامان خرید رہے ہیں، ایک کو کچھ دے رہا ہے، دوسرے کو کچھ دے رہا ہے، لیکن اس کا دماغ اس طرف لگا ہوا ہے کہ اذان ہو چکی ہے اور مجھے نماز پڑھنی ہے، اب وہ اپنے گاہکوں کو جلدی جلدی نمٹا رہا ہے، جب بالکل عین جماعت کا وقت ہو گیا تو اس وقت اس نے جلدی سے ٹھیلے کو ایک طرف کھڑا کیا اور اس کے اوپر کپڑا ڈالا اور بھاگتا ہوا مسجد میں پہنچا اور جلدی جلدی وضو کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا، اب اس وقت اس کا دل کہیں ہے، دماغ کہیں ہے اور یہ خیال آرہا ہے کہ کہیں

کوئی چور ٹھیلا نہ لے جائے، کوئی سامان چوری نہ کرلے، اب اپنی طرف سے اس نے نماز کے اندر دل لگانے کی کوشش کرلی، لیکن ایسے حالات میں نماز پڑھ رہا ہے کہ ان خیالات کی طرف سے دماغ کو خالی کرنا مشکل ہے، لیکن بہرصورت! اس نے سنّت کے مطابق نماز پڑھ لی اور جلدی سے سنّتیں ادا کیں اور سلام پھیر کر سیدھا اپنے ٹھیلے پر پہنچ گیا اور کپڑا ہٹایا اور پھر آوازیں لگانا شروع کردیں اور سامان بیچنا شروع کردیا۔

روحانیت کس کی نماز میں زیادہ ہے؟

حضرت فرماتے ہیں کہ بتاؤ! ان دونوں میں کس کی نماز میں روحانیت زیادہ ہے؟ بظاہر تو یہ نظر آرہا ہے کہ پہلا آدمی جو ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا ہے، جس نے بڑے اطمینان اور سکون کے ساتھ نماز ادا کی تھی، اس کی نماز میں روحانیت زیادہ ہے، لیکن حقیقت میں دوسرا آدمی جو ٹھیلا لگا کر اپنا سامان فروخت کرتا تھا، اس کی نماز میں روحانیت زیادہ ہے۔ اس لیے کہ پہلے آدمی کو تو کوئی کام ہی نہیں تھا، اس لیے اس نے اپنے آپ کو نماز کے لیے اور عبادت کے لیے فارغ کرلیا تھا، لہٰذا نماز پڑھنا اس کا کوئی کمال نہیں تھا، بلکہ کمال تو اس ٹھیلے والے کا ہے کہ اس کے گھر میں دس افراد کھانے والے تھے، ان کے لیے روزی کمانی تھی، اور ٹھیلے پر گاہک سامان خریدنے کے لیے کھڑے ہوئے تھے، ایسی حالت میں اذان کی آواز سن کر ٹھیلے کو ایک طرف کر کے مسجد کی طرف نماز کے لیے چلا گیا، اس کی نماز میں زیادہ روحانیت ہے، اس لیے کہ اس نے نماز کے لیے جسمانی اور ذہنی مشقت زیادہ اٹھائی، اس مشقت کی وجہ سے اس کے

عمل میں روحانیت زیادہ ہے اور اس پر اس کو اجر بھی زیادہ ملے گا۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ اگر ذوق وشوق و ولولہ اور جذبہ ہوگا، تب عبادت قبول ہوگی، ورنہ نہیں، یہ بات درست نہیں ہے۔

وہاں تعمیلِ حکم کا جذبہ دیکھا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کے یہاں جو اصل چیز دیکھی جاتی ہے، وہ تعمیلِ حکم کا جذبہ ہے کہ ہم نے بندے کو عبادت کا حکم دیا تھا، یہ بندہ عبادت ادا کرنے کے لیے ہمارے حکم کی تعمیل میں آگیا، اگرچہ حالات نے اس کے دل و دماغ کو منتشر کر رکھا ہے، لیکن چونکہ یہ اخلاص کے ساتھ آگیا اور اس نے ہمارے حبیب جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کے مطابق عبادت انجام دی، بس اس کی عبادت قبول ہے۔ اس لیے حضرت والا فرماتے ہیں کہ اس ذوق وشوق کے حصول کی فکر میں مت پڑو۔

ساقی جیسے پلادے وہ اس کی مہربانی ہے

ہاں! اگر کسی کو یہ ذوق وشوق کی نعمت میسر آجائے تو اس پر بھی وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ یا اللہ! آپ نے میرے لیے عبادت کو آسان فرمادیا اور مجھے عبادت میں لطف اور مزہ بھی آنے لگا، لیکن اس لطف اور مزہ کی طلب میں بہت زیادہ پڑنے کی ضرورت نہیں، چنانچہ آخر میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر لکھا ہے کہ

بدرد و صاف ترا حکم نیست دم درکش
کہ آنچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف است

یعنی تجھ کو یہ حق نہیں کہ تو ساقی سے یہ مطالبہ کرے کہ مجھے صاف صاف شراب دینا اور تلچھٹ مت دینا، بلکہ ساقی جیسی شراب بھی تجھ کو دے دے، یہ اس کی عین مہربانی ہے، اب چاہے وہ صاف صاف شراب دے دے یا تلچھٹ دے دے، لیکن دے دے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے عمل کی توفیق مانگتے رہو، جب ان کی طرف سے عمل کی توفیق ہو جائے تو یہ ان کا کرم ہے، چاہے اس ''عمل'' میں مزہ آئے یا نہ آئے، لطف آئے یا نہ آئے، بس اس پر راضی رہو کہ عمل کی توفیق ہو رہی ہے، اس سے آگے بڑھنے کی فکر مت کرو۔

خلاصہ

خلاصہ یہ کہ عبادت کے اندر شوق، ولولہ اور مزہ آنا مطلوب نہیں اور عبادت کی قبولیت کی شرائط میں سے نہیں، لہٰذا اس فکر میں پڑے بغیر عبادت کو اخلاص کے ساتھ اور سنّت کے مطابق ادا کرنے کی فکر کرو، پھر اگر وہ حاصل ہوجائے تو بہت اچھا، نہ ملے تو کوئی غم نہیں۔ آج بہت بڑی مخلوق اس فکر میں پریشان رہتی ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، مگر نماز میں مزہ نہیں آتا۔ اس کی وجہ سے پھر اپنے اعمال کی اور اپنی عبادات کی ناقدری شروع کردیتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے، عبادت کے اندر دو باتوں کا ہونا کافی ہے، ایک یہ کہ اخلاص ہو، دوسرے یہ کہ سنّت کے مطابق ہو۔ اللہ مجھے اور آپ سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین
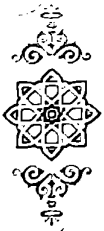
نماز کی اہمیت اور اس کا صحیح طریقہ

(اصلاحی خطبات ۱۴/۱۹۲)

نماز کی اہمیت اور اس کا صحیح طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَ الَّذِيْنَ

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ (۱)

آمنت باللّٰہ صدق اللہ مولانا العظیم وصدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلك من الشاہدین والشاکرین والحمد للہ رب العٰلمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں، یہ سورۂ مؤمنون کی آیات ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی صفات بیان فرمائی ہیں جن سے فلاح کا وعدہ کیا گیا ہے، اگر یہ صفات کسی کو حاصل ہوجائیں تو اس کو فلاح حاصل ہوگئی، یعنی اس کو دنیا میں بھی کامیابی حاصل ہوگئی اور آخرت میں بھی کامیابی حاصل ہوگئی۔

خشوع اور خضوع کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ فلاح پانے والے مؤمن بندے وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ مؤمن کے تمام کاموں میں سب سے زیادہ اہم کام نماز کی ادائیگی ہے، اسی لیے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے مؤمن کی صفات میں سب سے پہلے ''نماز میں خشوع'' کی صفت ذکر فرمائی ہے۔ عام طور پر دو لفظ نماز کے اوصاف کے سلسلے میں بولے جاتے ہیں: ایک خضوع اور دوسرا خشوع، ''خضوع'' ضاد سے ہے اور ''خشوع'' شین سے ہے۔

---

(۱) سورۃ المومنون آیت (۱تا٤)۔

''خضوع'' کے معنیٰ ہیں انسان کا اپنے ظاہری اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دینا اور ''خشوع'' کے معنیٰ ہیں انسان کا اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردینا۔ نماز میں دونوں چیزیں مطلوب ہیں، یعنی نماز میں خضوع بھی ہونا چاہیے اور خشوع بھی ہونا چاہیے۔

''خضوع'' کی حقیقت

''خضوع'' کے لفظی معنیٰ ہیں ''جھک جانا'' یعنی اپنے آپ کو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑا کرنا کہ تمام اعضاء اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے ہوئے ہوں، غفلت اور لاپرواہی کا عالم نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے با ادب کھڑا ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ نماز میں کھڑے ہونے کا کونسا طریقہ با ادب ہے اور کون سا طریقہ بے ادب ہے؟ اس کا فیصلہ ہم اپنی عقل سے نہیں کرسکتے، بلکہ اس کی تفصیل خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے، لہٰذا نماز پڑھنے کا ہر وہ طریقہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو، وہ با ادب ہے اور جو طریقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے خلاف ہو، وہ بے ادبی ہے، اس لیے نماز اس طریقے سے پڑھنی چاہیے جس طریقے سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی۔ ایک مرتبہ نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

"صلوا کما رأیتمونی أصلی"[1]

یعنی تم اسی طرح نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز

(۱) صحیح البخاری ۱/۱۲۸(۶۳۱)۔

پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

لہٰذا جو طریقہ نماز پڑھنے کا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار فرمایا اور جس طریقے کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی، وہ طریقہ با ادب ہے، کوئی دوسرا شخص اپنی عقل سے اس میں کمی اور اضافہ نہیں کرسکتا۔

حضرات خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم اور نماز کی تعلیم

یہی وجہ ہے کہ حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس بات کا اہتمام کرتے تھے کہ جو طریقہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیا، اس کو یاد رکھیں، اس کو محفوظ رکھیں اور اس کو دوسروں تک پہنچائیں اور اپنی نمازوں کو اس کے مطابق بنائیں، چنانچہ حضرات خلفاءِ راشدین: حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین جن کی آدھی دنیا سے زیادہ پر حکومت تھی، لیکن جہاں کہیں جاتے، وہاں پر لوگوں کو بتاتے کہ آؤ! میں تمہیں بتاؤں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے، تاکہ تمہارا طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہوجائے۔

اعضاء کی درستی کا نام خضوع ہے

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے شاگردوں سے فرماتے:

"ألا أصلي بكم صلاة رسول الله ﷺ؟"(۱)

کیا میں تمہیں وہ نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(۱) سنن ابی داود ۱/۱۹۹ (۷۴۸) وسنن الترمذی ۱/۲۹۷ (۲۵۷) وقال حدیث حسن۔

پڑھا کرتے تھے؟

لہٰذا نماز میں خضوع بھی مطلوب ہے کہ اس سے نمازی کے سارے اعضاء سنّت کے مطابق انجام پائیں، نمازی کے ظاہری اعضاء کا سنّت کے مطابق بنالینا، یہ خشوع کی طرف جانے کی پہلی سیڑھی ہے اور جب آدمی اپنے اعضاء کو درست کرلے گا اور کھڑے ہونے، رکوع کرنے، سجدہ کرنے اور بیٹھنے میں وہ طریقہ اختیار کرلے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل متوجہ کرنے کی پہلی سیڑھی ہے۔

نماز میں خیالات آنے کی ایک وجہ

آج ہمیں اکثر و بیشتر یہ شکوہ رہتا ہے کہ نماز میں خیالات منتشر رہتے ہیں، کبھی کوئی خیال آرہا ہے، کبھی کوئی خیال آرہا ہے اور نماز میں دل نہیں لگتا، اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے نماز کا ظاہری طریقہ سنّت کے مطابق نہیں بنایا اور نہ ہی اس کا اہتمام کیا، بس جس طرح بچپن میں نماز پڑھنا سیکھ لی تھی، اسی طرح پڑھتے چلے آرہے ہیں، یہ فکر نہیں کہ واقعتاً یہ نماز سنّت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ نماز اتنا اہم فریضہ ہے کہ فقہ کی کتابوں میں اس پر سینکڑوں صفحات لکھے ہوئے ہیں جن میں نماز کے ایک ایک رکن کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ کیسے اٹھائیں، قیام کس طرح کریں، رکوع کس طرح کیا جائے، سجدہ کس طرح کیا جائے، قعدہ کس طرح کیا جائے؟ ان سب کی تفصیلات کتابوں میں موجود ہیں، لیکن ان طریقوں کے سیکھنے کی طرف دھیان نہیں۔ بس جس طرح قیام کرتے چلے آرہے ہیں، اسی طرح قیام

کرلیا، جس طرح اب تک رکوع سجدہ کرتے چلے آرہے ہیں، اسی طرح رکوع سجدہ کرلیا، لیکن ان کو ٹھیک ٹھیک سنّت کے مطابق انجام دینے کی فکر نہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نماز کا اہتمام

میرے والد ماجد، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی عمر کے آخری دور میں فرمایا کرتے تھے کہ آج مجھے قرآن و حدیث اور فقہ پڑھتے پڑھاتے اور فتاویٰ لکھتے ہوئے ساٹھ سال ہوگئے ہیں اور ان کاموں کے علاوہ کوئی اور مشغلہ نہیں ہے، لیکن ساٹھ سال گزرنے کے بعد اب بھی بعض اوقات نماز میں ایسی صورت پیش آجاتی ہے کہ مجھے پتا نہیں چلتا کہ اب میں کیا کروں؟ پھر نماز کی کتاب اٹھا کر دیکھنی پڑتی ہے کہ میری نماز ہوئی یا نہیں؟ میرا تو یہ حال ہے، لیکن میں لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ ساری عمر نماز پڑھتے چلے جارہے ہیں اور کبھی کسی وقت دل میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میری نماز سنّت کے مطابق ہوئی یا نہیں؟ حضورِ اقدس سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق ہوئی یا نہیں؟ کبھی ذہن میں یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے ذہنوں میں اس بات کی اہمیت ہی نہیں کہ اپنی نمازوں کو سنّت کے مطابق بنائیں، اس لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی سب سے پہلے نماز کا طریقہ درست کرے۔

قیام کا صحیح طریقہ

اب میں مختصراً نماز کا صحیح طریقہ عرض کردیتا ہوں، ان آیات کی تفسیر

ان شاء اللہ آئندہ جمعوں میں عرض کروں گا۔ جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس میں سنّت یہ ہے کہ آدمی کا پورا جسم قبلہ رخ ہو، لہٰذا جب کھڑے ہوں تو سب سے پہلے قبلہ رخ ہونے کا اہتمام کرلیں، سینہ بھی قبلہ رخ ہو، اگر کسی وجہ سے سینہ تھوڑی دیر کے لیے قبلے سے ہٹ گیا تو نماز تو ہوجائے گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ کرم فرمایا ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی وجہ سے یہ نہیں کہتے کہ "جاؤ، ہم تمہاری نماز قبول نہیں کرتے۔" لہٰذا نماز تو ہوجائے گی، لیکن اس نماز میں سنّت کا نور حاصل نہ ہوگا، سنّت کی برکت حاصل نہ ہوگی، کیونکہ اس طرح کھڑا ہونا سنّت کے خلاف ہے۔ اسی طرح پاؤں کی انگلیوں کا رخ اگر قبلہ کی طرف ہوجائے تو جسم کا ایک ایک حصہ قبلہ رخ ہوجائے گا۔ اب بتایئے کہ اگر انسان اس طرح سنّت کے مطابق پاؤں رکھے تو اس میں کیا تکلیف ہوجائے گی؟ کوئی پریشانی لاحق ہوجائے گی؟ یا کوئی بیماری لاحق ہوجائے گی؟ کچھ بھی نہیں، صرف توجہ اور دھیان کی بات ہے، کیونکہ توجہ، دھیان اور اہتمام نہیں ہے، اس لیے یہ غلطی ہوتی ہے۔ اگر ذرا دھیان کرلیں تو سنّت کے مطابق قیام ہوجائے گا اور اس کے نتیجے میں وہ نماز خضوع کے دائرے میں آجائے گی اور اس نماز میں سنّت کے انوار و برکات حاصل ہوجائیں گے۔

نیت کرنے کا مطلب

یہاں ایک مسئلے کی وضاحت کردوں، وہ یہ کہ نیت نام ہے دل کے ارادہ کرنے کا، بس آگے زبان سے نیت کرنا کوئی ضروری نہیں، چنانچہ آج بہت سے لوگ نیت کے خاص الفاظ زبان سے ادا کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں۔ مثلاً: چار

رکعت نماز فرض، وقت ظہر کا، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، پیچھے پیش امام کے، واسطے اللہ تعالیٰ کے، اللہ اکبر۔ زبان سے اس نیت کرنے کو لوگوں نے فرض و واجب سمجھ لیا ہے، گویا اگر کسی نے یہ الفاظ نہ کہے تو اس کی نماز ہی نہیں ہوئی۔ یہاں تک دیکھا گیا کہ امام صاحب رکوع میں ہیں، مگر وہ صاحب اپنی نیت کے تمام الفاظ ادا کرنے میں مصروف ہیں اور اس کے نتیجے میں رکعت بھی چلی جاتی ہے، حالانکہ یہ الفاظ زبان سے ادا کرنا کوئی ضروری اور فرض و واجب نہیں، جب دل میں یہ ارادہ ہے کہ فلاں نماز امام صاحب کے پیچھے پڑھ رہا ہوں، بس یہ ارادہ کافی ہے۔

تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا طریقہ

اسی طرح تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں تو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان کو سنّت کے مطابق اٹھائیں، بلکہ جس طرح چاہتے ہیں، ہاتھ اٹھا کر ''اللہ اکبر'' کہہ کر نماز شروع کردیتے ہیں۔ سنّت طریقہ یہ ہے کہ ہتھیلی کا رخ قبلہ کی طرف ہو اور انگوٹھوں کے سرے کانوں کی لو کے برابر آجائیں، یہ صحیح طریقہ ہے۔ اس کے علاوہ جو دوسرے طریقے ہیں، مثلاً بعض لوگ ہتھیلیوں کا رخ کانوں کی طرف کردیتے ہیں، بعض لوگ آسمان کی طرف کردیتے ہیں، یہ سنّت طریقہ نہیں، اگر اس طریقے سے ہاتھ اٹھا کر نماز شروع کردی تو نماز تو ادا ہوجائے گی، لیکن سنّت کی برکت اور سنّت کا نور حاصل نہ ہوگا، صرف دھیان اور توجہ کی بات ہے، اس توجہ کی وجہ سے یہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔

ہاتھ باندھنے کا صحیح طریقہ

اسی طرح ہاتھ باندھنے کا معاملہ ہے، کوئی سینے پر باندھ لیتا ہے، کوئی بالکل نیچے کر دیتا ہے اور کوئی کلائی پر ہتھیلی رکھ دیتا ہے، یہ سب طریقے سنّت کے خلاف ہیں۔ سنّت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنا کر پہنچے کو پکڑ لے اور درمیان کی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھ لے اور ناف کے ذرا نیچے ہاتھ باندھ لے، یہ ہے مسنون طریقہ، اس طریقے پر عمل کرنے سے سنّت کی برکت بھی حاصل ہوگی اور نور بھی حاصل ہوگا۔ اگر اس طریقے کے خلاف ویسے ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ دو گے تو کوئی مفتی یہ نہیں کہے گا کہ نماز نہیں ہوئی، نماز درست ہو جائے گی، لیکن سنّت کے طریقے پر عمل نہ ہوگا، بس ذرا سی توجہ اور دھیان کی بات ہے۔

قراءت کا صحیح طریقہ

ہاتھ باندھنے کے بعد ثناء ''سبحانك اللهم'' پڑھے، پھر سورۂ فاتحہ پڑھے اور سورت پڑھے۔ ایک نمازی یہ سب چیزیں پڑھ تو لیتا ہے، لیکن اردو لہجے میں پڑھتا ہے، یعنی اس کا لب و لہجہ اور اس کی ادائیگی سنّت کے مطابق نہیں ہوتی اور پڑھنے کا جو صحیح طریقہ ہے، وہ حاصل نہیں ہوتا۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کو تجوید کے ساتھ اور اس کے ہر حرف کو اس کے صحیح مخرج سے ادا کیا جائے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ تجوید اور قراءت سیکھنا بڑا مشکل کام ہے، حالانکہ اس کا سیکھنا کچھ مشکل نہیں، کیونکہ قرآنِ کریم میں جو حروف استعمال ہوئے ہیں، وہ کل ۲۹ حروف ہیں اور ان میں سے اکثر حروف ایسے ہیں جو اردو

میں بھی استعمال ہوتے ہیں، ان کو صحیح طور پر ادا کرنا تو بہت آسان ہے، البتہ صرف آٹھ دس حروف ایسے ہیں جن کی مشق کرنی ہوگی، مثلاً یہ کہ ''ث'' کس طرح ادا کیا جائے۔ ''ح'' کس طرح ادا کی جائے اور ''ض'' اور ''ظ'' میں کیا فرق ہے؟ اگر آدمی ان چند حروف کی کسی اچھے قاری سے مشق کرلے کہ جب ''ح'' ادا کرے تو ''ہ'' زبان سے نہ نکلے، کیونکہ ہمارے یہاں ''ح'' اور ''ہ'' کی ادائیگی میں فرق نہیں کیا جاتا، لیکن عربی زبان میں دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے، بعض اوقات ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لینے سے معنیٰ بدل جاتے ہیں، اس لیے ان حروف کی مشق کرنا ضروری ہے، یہ کوئی مشکل کام نہیں، لیکن چونکہ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے، اس لیے اس کی طرف توجہ اور التفات نہیں ہے۔

خلاصہ

اپنے محلے کی مسجد کے امام صاحب یا قاری صاحب کے پاس جا کر چند دن تک مشق کرلیں گے تو ان شاء اللہ تمام حروف کی ادائیگی درست ہوجائے گی اور نماز سنّت کے مطابق ہوجائے گی۔ آج یہ چند باتیں قیام اور تکبیر تحریمہ سے لے کر سورۂ فاتحہ تک کی عرض کردیں، باقی زندگی رہی تو ان شاء اللہ آئندہ جمعہ عرض کروں گا، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين

نماز کا مسنون طریقہ

(اصلاحی خطبات ۱۴/۲۰۴)

نماز کا مسنون طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ﴿۴﴾ (۱)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظیم، وصدق رسوله النبی الکریم، ونحن علی ذالك من الشاهدین والشاکرین، والحمد لله رب العالمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم وبرادرانِ عزیز! سورۂ مؤمنون کی ابتدائی چند آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کیں، جن کی تشریح کا سلسلہ میں نے دو ہفتے پہلے شروع کیا ہے۔ ان آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان مؤمنوں کی صفات بیان فرمائی ہیں جن کے بارے میں قرآنِ کریم نے فرمایا کہ وہ فلاح یافتہ ہیں اور جن کو دنیا و آخرت میں فلاح نصیب ہوگی۔ ان میں سے سب سے پہلی صفت جس کا ان آیات میں بیان کیا گیا، وہ نماز میں خشوع اختیار کرنا ہے، چنانچہ فرمایا کہ وہ مؤمن فلاح یافتہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ عام طور پر دو لفظ استعمال ہوتے ہیں: ایک ''خشوع'' اور دوسرا ''خضوع'' خشوع کے معنیٰ ہیں ''دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا'' اور خضوع کے معنیٰ ہیں، اعضاء کو سنّت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا دینا۔ گزشتہ جمعے یہ بیان شروع کیا تھا کہ نماز میں اعضاء کس

(۱) سورۃ المومنون آیت (۱تا٤)۔

طرح رکھنے چاہییں جس کے نتیجے میں ''خضوع'' حاصل ہو، تکبیرِ تحریمہ کا طریقہ اور ہاتھ باندھنے کا مسنون طریقہ اور قراءت کا صحیح طریقہ عرض کر دیا تھا۔

قیام کا مسنون طریقہ

قیام، یعنی نماز میں کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ آدمی بالکل سیدھا کھڑا ہو اور نگاہیں سجدے کی جگہ پر ہوں، سجدے کی جگہ کی طرف نظر ہونے کی وجہ سے انسان کے جسم کا اوپر والا تھوڑا سا حصہ آگے کی طرف جھکا ہوا ہوگا، اس سے زیادہ جھکنا پسندیدہ نہیں، چنانچہ بعض لوگ نماز میں بہت زیادہ جھک جاتے ہیں اور اس کے نتیجے میں کمر میں خم آجاتا ہے، یہ طریقہ پسندیدہ نہیں، بلکہ سنّت کے خلاف ہے، لہٰذا قیام کے وقت اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ کمر میں خم نہ آئے، البتہ سر تھوڑا سا جھکا ہوا ہو، تاکہ نظریں سجدے کی جگہ پر ہوجائیں۔ یہ کھڑے ہونے کا مسنون طریقہ ہے۔

بے حرکت کھڑے ہوں

اور جب کھڑا ہو تو آدمی یہ کوشش کرے کہ بے حس و حرکت کھڑا ہو اور جسم میں حرکت نہ ہو۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

وَقُوْمُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ [1]

یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے نماز میں کھڑے ہوں تو بے حرکت کھڑے ہوں۔

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت (۲۳۸)۔

اکثر لوگ اس کا خیال نہیں کرتے، جب کھڑے ہوتے ہیں تو جسم کو آگے پیچھے حرکت دیتے رہتے ہیں، بلا وجہ کبھی اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے ہیں، کبھی پسینہ پونچھتے ہیں، کبھی کپڑے ٹھیک کرتے ہیں، یہ ساری باتیں اس "قنوت" کے خلاف ہیں جس کا قرآنِ کریم نے ہمیں اور آپ کو حکم دیا ہے۔

تم احکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہو

جب تم نماز میں کھڑے ہو تو یہ تصور کرو کہ تم اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو، جب آدمی دنیا کے کسی معمولی حکمران کے سامنے بھی کھڑا ہوتا ہے تو ادب کا مظاہرہ کرتا ہے، کوئی بدتمیزی نہیں کرتا، لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا اور ڈھیلا ڈھالا کھڑا ہونا اور اپنے ہاتھ پاؤں کو بلا وجہ حرکت دینا، یہ سب نماز کے ادب کے بالکل خلاف ہے اور سنّت کے بھی خلاف ہے۔ فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص ایک رکن میں بلا ضرورت ہاتھ کو تین مرتبہ حرکت دے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔ اس کی تفصیل میں نے گزشتہ جمعوں میں عرض کردی تھی۔

رکوع کا مسنون طریقہ

قیام کے بعد رکوع کا مرحلہ آتا ہے جب آدمی رکوع میں جائے تو اس کی کمر سیدھی ہوجائے، بعض لوگ رکوع میں اپنی کمر کو بالکل سیدھا نہیں کرتے، یہ سنّت کے خلاف ہے، بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک اس کی وجہ سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، لہٰذا کمر بالکل سیدھی ہو اور ہاتھ کی انگلیوں کو کھول کر گھٹنے پکڑ لینے

چاہییں اور گھٹنے بھی سیدھے ہونے چاہییں، اس میں بھی خم نہ ہو اور ڈھیلے ڈھالے نہ ہوں، بلکہ کسے ہوئے ہوں یہ رکوع کا سنّت طریقہ ہے، اس طریقے میں جتنی کمی آئے گی، اتنی ہی سنّت سے دوری ہوگی اور نماز کے انوار و برکات میں کمی آئے گی۔

''قومہ'' کا مسنون طریقہ

رکوع کے بعد جب آدمی ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے، اس کو قومہ کہا جاتا ہے، اس قومہ کی ایک سنّت آج کل متروک ہوگئی ہے، وہ یہ کہ اس قومہ میں بھی آدمی کو کچھ دیر کھڑا ہونا چاہیے، یہ نہیں کہ ابھی پوری طرح کھڑے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ سجدے میں چلے گئے۔ ایک حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جتنی دیر آپ رکوع میں رہتے، اتنی ہی دیر قومہ میں بھی رہتے[1]، مثلاً اگر رکوع میں پانچ مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہا تو جتنا وقت پانچ مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہنے میں لگا اور وہ وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکوع میں گزارا، تقریباً اتنا ہی وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قومہ میں گزارتے تھے، اس کے بعد سجدہ میں تشریف لے جاتے، آج ہم لوگ رکوع سے اٹھتے ہوئے ذرا سی دیر میں ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے ہیں اور پھر فوراً سجدے میں چلے جاتے ہیں، یہ طریقہ سنّت کے مطابق نہیں۔

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۴۹۸ (۳۳۶)۔

"قومہ" کی دعائیں

اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قومہ میں یہ الفاظ پڑھا کرتے تھے:

"رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا بَيْنَهُمَا وَ مِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ"(۱)

بعض احادیث میں یہ الفاظ آئے ہیں:

"رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى"(۲)

اس سے پتا چلا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی دیر قومہ میں کھڑے رہتے جتنی دیر میں یہ الفاظ ادا فرماتے، لہٰذا قومہ میں صرف قیام کا اشارہ کرکے سجدہ میں چلے جانا درست نہیں، بلکہ اگر کوئی آدمی سیدھا کھڑا بھی نہیں ہوا تھا کہ وہیں سے سجدے میں چلا گیا تو نماز واجب الاعادہ ہوجاتی ہے، لہٰذا سیدھا کھڑا ہونا ضروری ہے۔

ایک صاحب کی نماز کا واقعہ

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے، ایک صاحب آئے اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنی شروع

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۳٤۷(٤۷۸) وسنن ابی داود ۱/۲۰۱(۷٦۰)۔
(۲) سنن الترمذی ۱/٤۲۹(٤۰٤) وقال حدیث حسن۔

کردی، لیکن نماز اس طرح پڑھی کہ رکوع میں گئے تو ذرا سا اشارہ کرکے کھڑے ہوگئے اور قومہ میں ذرا سے اشارہ کرکے سجدہ میں چلے گئے اور سجدہ میں گئے تو ذرا سی دیر میں سجدہ کرکے کھڑے ہوگئے، اس طرح انہوں نے جلد جلد ارکان ادا کرکے نماز مکمل کرلی اور پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر سلام عرض کیا، جواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ، اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ"

یعنی سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، اس لیے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ صاحب اٹھ کر گئے اور دوبارہ نماز پڑھی، لیکن دوبارہ بھی اسی طرح نماز پڑھی جس طرح پہلی مرتبہ پڑھی تھی، اس لیے ان کو اسی طرح پڑھنے کی عادت پڑی ہوئی تھی، نماز پڑھنے کے بعد پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ

"اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ"

جاؤ، نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، تیسری مرتبہ پھر انہوں نے جا کر اسی طرح پڑھی اور واپس آئے تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ:

"اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ"

جاؤ، نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی، جب تیسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہی بات ارشاد فرمائی تو ان صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے بتا دیجیے کہ میں نے کیا غلطی کی ہے اور مجھے کس طرح نماز پڑھنی چاہیے؟

اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز کا صحیح طریقہ بتایا۔(۱)

ابتداءً نماز کا طریقہ بیان نہ کرنے کی وجہ

سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ تو فرمادیا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، لیکن پہلی مرتبہ میں ان کو نماز کا صحیح طریقہ کیوں نہیں بتایا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ درحقیقت ان صاحب کو خود پوچھنا چاہیے تھا کہ یارسول اللہ ! میں نماز پڑھ کر آرہا ہوں، آپ فرمارہے ہیں کہ نماز نہیں پڑھی، مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ جب انہوں نے نہیں پوچھا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی نہیں بتایا، اس کے ذریعے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصول بتلادیا کہ جب تک انسان کے دل میں خود طلب پیدا نہ ہو، اس کو تعلیم دینا بعض اوقات بے کار ہوجاتا ہے، اس لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظار میں تھے کہ ان کے اندر خود طلب پیدا ہو، جب تیسری مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس لوٹا دیا، اس وقت انہوں نے کہا کہ

"یارسول اللہ! أرِنِی وَعَلِّمْنِی"

یا رسول اللہ ! آپ مجھے سکھایئے کہ کس طرح نماز پڑھنی چاہیے، اس وقت پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھنا سکھایا۔

اطمینان سے نماز ادا کرو

بہر حال! ایک طرف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طلب کا انتظار تھا کہ

(۱) صحیح البخاری ۱۵۲/۱ (۷۵۷)۔

جب ان کے اندر طلب پیدا ہو تو ان کو بتایا جائے، دوسری طرف یہ بات تھی کہ آپ نے سوچا کہ جب یہ دو تین مرتبہ نماز دھرائیں گے اور اس کے بعد نماز کا صحیح طریقہ سیکھیں گے تو وہ طریقہ دل میں زیادہ پیوست ہوگا اور اس بتانے کی اہمیت زیادہ ہوگی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ ان کو نماز پڑھنے دیا، اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ جب تم نماز پڑھو تو ہر رکن کو اس کے صحیح طریقے پر ادا کرو، جب قراءت کرو تو اطمینان سے تلاوت کرو، جب کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو اور جب رکوع میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ رکوع کرو، یہاں تک کہ تمہاری کمر سیدھی ہو جائے، جب رکوع سے کھڑے ہو تو اطمینان کے ساتھ اس طرح سیدھے کھڑے ہو جاؤ کہ کمر میں خم باقی نہ رہے، اس کے بعد جب سجدے میں جاؤ تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور جب سجدے سے اٹھو تو اطمینان کے ساتھ اٹھو، اس طرح نماز کی پوری تفصیل حضورِ اقدس سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بتلائی اور تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ تفصیل سنی جن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے نماز کے بارے میں یہ تفصیل سنی تو انہوں نے فرمایا کہ ان صاحب کی وجہ سے ہمیں رسولِ کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے نماز کے شروع سے لے کر آخر تک پورا طریقہ سننا اور سیکھنا نصیب ہوا۔

نماز واجب الاعادہ ہوگی

اس حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان صاحب سے فرمایا کہ جاؤ، نماز پڑھو، کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر رکوع میں یا قومہ میں یا سجدہ میں اس قسم کی کوتاہی رہ جائے تو نماز واجب الاعادہ ہوگی، لہٰذا اگر رکوع میں کمر سیدھی نہیں ہوئی یا قومہ میں کمر سیدھی نہیں ہوئی اور بس اشارہ

کرکے آدمی اگلے رکن میں چلا گیا، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں تو اس حدیث کی رو سے نماز واجب الاعادہ ہے، اس لیے اس کا بہت اہتمام کرنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ قومہ میں بھی اتنا ہی وقت لگائے جتنا وقت رکوع میں لگایا ہے۔

قومہ کا ایک ادب

ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے قومہ میں کھڑے ہوئے تو اتنی دیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے کہ ہمیں یہ خیال ہونے لگا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھول تو نہیں گئے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع لمبا فرمایا تھا، اس لیے قومہ بھی لمبا فرمایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے۔(۱) یہ قومہ کا ادب ہے۔

سجدے میں جانے کا طریقہ

قومہ کے بعد آدمی سجدہ کرتا ہے، سجدہ میں جانے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی سیدھا سجدے میں جائے، یعنی سجدے میں جاتے وقت کمر کو پہلے سے نہ جھکائے، جب تک گھٹنے زمین پر نہ ٹکیں، اس وقت تک اوپر کا بدن بالکل سیدھا رہے، البتہ جب گھٹنے زمین پر رکھ دے، اس کے بعد اوپر کا بدن آگے کی طرف جھکاتے ہوئے سجدے میں چلا جائے، یہ طریقہ زیادہ بہتر ہے، لیکن اگر کوئی شخص پہلے سے جھک جائے تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن فقہاءِ کرام نے پہلے والے طریقے کو زیادہ پسند فرمایا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری ۱۵۹/۱ (۸۰۰)۔

سجدے میں جانے کی ترتیب

سجدہ میں جانے کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے گھٹنے زمین پر لگنے چاہئیں، اس کے بعد ہتھیلیاں، اس کے بعد ناک، اس کے بعد پیشانی زمین پر ٹکنی چاہیے اور اس کو آسانی سے یاد رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو عضو زمین سے جتنا قریب ہے، وہ اتنا ہی پہلے جائے گا، چنانچہ گھٹنے زمین سے زیادہ قریب ہیں، اس لیے پہلے گھٹنے جائیں گے، پھر ہاتھ قریب ہیں تو ہاتھ پہلے ٹکیں گے، اس کے بعد ناک قریب ہے، اس کے بعد آخر میں پیشانی زمین پر ٹکے گی، سجدے میں جانے کی یہ ترتیب ہے، اس ترتیب سے سجدے میں جائے۔

پاؤں کی انگلیاں زمین پر ٹیکنا

اور سجدہ کرتے وقت یہ سب اعضاء بھی سجدے میں جاتے ہیں، لہٰذا سجدہ دو ہاتھ، دو گھٹنے، دو پاؤں، ناک اور پیشانی، یہ سب اعضاء سجدے میں جانے چاہئیں اور زمین پر ٹکنے چاہئیں، بکثرت لوگ سجدے میں پاؤں زمین پر نہیں ٹیکتے، پاؤں کی انگلیاں اوپر رہتی ہیں، اگر پورے سجدے میں ایک لمحے کے لیے بھی انگلیاں زمین پر نہ ٹکیں تو سجدہ ہی نہیں ہوگا اور نماز فاسد ہوجائے گی، البتہ اگر ایک لمحے کے لیے بھی ''سبحان اللہ'' کہنے کے بقدر انگلیاں زمین پر ٹک گئیں تو سجدہ اور نماز ہوجائے گی، لیکن پھر بھی سنّت کے خلاف ہوگی، کیونکہ سنّت یہ ہے کہ پورے سجدے میں دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین پر ٹکی ہوئیں ہوں اور ان انگلیوں کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہونا چاہیے، لہٰذا اگر انگلیاں زمین پر ٹک تو گئیں، لیکن ان کا رخ قبلہ کی طرف نہ ہوا تو بھی سنّت کے خلاف ہے۔

سجدے میں سب سے زیادہ قربِ خداوندی

یہ سجدہ ایسی چیز ہے کہ اس سے زیادہ لذیذ عبادت دنیا میں کوئی اور نہیں اور سجدے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی اور ذریعہ نہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے کسی حال میں اتنا قریب نہیں ہوتا جتنا سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے[1]، کیونکہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہوتا ہے، اس وقت اس کا پورا جسم، پورا وجود اللہ تعالیٰ کے آگے جھکا ہوا ہوتا ہے، لہٰذا تمام اعضاء کو جھکا ہوا ہونا چاہیے اور اسی طریقے پر جھکا ہونا چاہیے جو طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تلقین فرمایا اور جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمل فرمایا۔

خواتین بالوں کا جوڑا کھول دیں

اس لیے فرمایا گیا کہ عورتوں کے لیے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں، اگرچہ نماز ہوجائے گی، اس لیے علماءِ کرام نے فرمایا کہ اگر بالوں کا جوڑا بندھا ہوا ہوگا تو بال سجدے میں نہیں جائیں گے، کیونکہ اس صورت میں بال اوپر کی طرف کھڑے ہوں گے اور سجدے کی پوری کیفیت حاصل نہ ہوگی۔[2] اس لیے عورتوں کو چاہیے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اپنے جوڑے کو کھول لیں، تاکہ بال بھی سجدے میں نیچے کی طرف گریں، اوپر کی طرف کھڑے نہ رہیں اور ان کو بھی سجدے کے انوار و برکات حاصل

---

(۱) صحیح مسلم ۱/۳۵۰ (۴۸۲) و سنن ابی داود ۱/۲۳۱ (۸۷۵)۔

(۲) رد المحتار ۱/۱۴۱، ایچ ایم سعید

ہوجائیں، کیونکہ سجدے کے علاوہ کسی اور حالت میں اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل نہیں ہوتا۔

نماز مؤمن کی معراج ہے

دیکھیے! اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو معراج کا ایسا عظیم مرتبہ عطا فرمایا جو کائنات میں کسی اور کو عطا نہیں ہوا، اس مقام پر پہنچے جہاں جبرئیل امین علیہ السلام بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنا قرب خاص عطا فرمایا جس کا ہم اور آپ یقین بھی نہیں کرسکتے، معراج کے موقع پر آپ ﷺ نے زبانِ حال سے یہ عرض کیا کہ یا اللہ! آپ نے مجھے تو قرب کا اتنا بڑا مقام عطا فرمادیا، میری امتیوں کو یہ مقام کیسے حاصل ہو؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جواب میں نماز کا تحفہ دیدیا اور فرمایا کہ جاؤ، اپنی امت سے کہنا کہ پانچ نماز پڑھا کرے اور جب نماز پڑھے گی تو اس میں سجدہ بھی کرے گی اور جب سجدہ کرے گی تو ان کو میرا قرب حاصل ہوجائے گا، اسی لیے فرمایا گیا کہ

الصلاۃ معراج المؤمنین

نماز مؤمنین کی معراج ہے

کیونکہ ہمارے اور آپ کے بس میں یہ تو نہیں ہے کہ ساتوں آسمانوں کو عبور کرکے ملاء اعلیٰ میں پہنچ جائیں اور سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچیں، لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے صدقے میں ہر مؤمن کو یہ معراج عطا ہوگئی کہ سجدے میں جاؤ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے قریب ہوجاؤ، لہٰذا یہ سجدہ معمولی چیز نہیں، اس لیے اس کو قدر سے کرو۔

سجدے کی فضیلت

جس وقت تم اپنے سارے وجود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا رہے ہوتے ہو، اس وقت ساری کائنات تمہارے آگے جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ ؎

سر بر قدم حسن، قدم بر کلاہ و تاج

جس وقت تمہارا قدم حسن پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوتا ہے تو اس وقت تمہارا پاؤں سارے کلاہ و تاج پر ہوتا ہے، ساری کائنات اس کے نیچے ہوتی ہے، اقبال کہتے ہیں ؎

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یہ ایک سجدہ ہزار سجدوں سے نجات دے دیتا ہے، کیونکہ اگر یہ سجدہ انسان نہ کرے تو ہر جگہ سجدہ کرنا پڑتا ہے، کبھی حاکم کے سامنے، کبھی افسر کے سامنے، کبھی امیر کے سامنے، لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ کر رہا ہے، وہ کسی اور کے آگے سجدہ نہیں کرتا، لہٰذا اس سجدے کو قدر اور محبت سے کرو، پیار سے کرو۔

سجدے میں کیفیت

حضرت شاہ فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے، وہ عجیب شان کے بزرگ تھے،

جب واپس آنے لگے تو چپکے سے ان سے کہنے لگے:

میاں اشرف علی! ایک بات کہتا ہوں، وہ یہ کہ جب میں سجدے میں جاتا ہوں تو یوں لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیار کرلیا۔

بہر حال! یہ سجدہ محبت سے کرو، پیار سے کرو، کیونکہ یہ سجدہ تمہیں ہزار سجدوں سے نجات دے رہا ہے اور تمہیں اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کر رہا ہے جو اور کسی ذریعے سے حاصل نہیں ہوسکتا۔

سجدے میں کہنیاں کھولنا

لہٰذا جب سجدہ کرو تو اس کو صحیح طریقے سے کرو، سجدہ میں تمہارے اعضاء اسی طرح ہونے چاہئیں جس طرح نبی کریم ﷺ کے ہوا کرتے تھے، وہ اس طرح کہ کہنیاں پہلو سے جدا ہوں، البتہ کہنیاں پہلو سے الگ ہونے کے نتیجے میں برابر والے نمازی کو تکلیف نہ ہو، بعض لوگ اپنی کہنیاں اتنی زیادہ دور کردیتے ہیں کہ دائیں بائیں والے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے، یہ طریقہ بھی سنّت کے خلاف ہے، جائز نہیں، اس لیے کہ کسی انسان کو تکلیف پہنچانا کبیرہ گناہ ہے اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الأعلیٰ کہے، زیادہ کی توفیق ہو تو پانچ مرتبہ، سات مرتبہ، گیارہ مرتبہ کہے اور محبت، عظمت اور قدر سے یہ تسبیح پڑھے۔

جلسے کی کیفیت اور دعا

جب پہلا سجدہ کرکے آدمی بیٹھتا ہے تو اس کو جلسہ کہتے ہیں، جلسے میں کچھ

دیر اطمینان سے بیٹھنا چاہیے، یہ نہ کریں کہ بیٹھتے ہی فوراً دوبارہ سجدے میں چلے گئے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جلسے میں بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً اتنی دیر بیٹھا کرتے تھے جتنی دیر سجدے میں[1]، جتنا وقت سجدے میں گزرتا، تقریباً اتنا ہی وقت جلسے میں بھی گزرتا تھا، یہ سنّت بھی متروک ہوتی جارہی ہے اور جلسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا پڑھنا ثابت ہے:

اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ، اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَ اسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ[2]

لہٰذا اتنا وقت جلسے میں گزرنا چاہیے جس میں یہ دعا پڑھی جاسکے اور پھر دوسرے سجدے میں جائے۔

بہر حال! یہ ایک رکعت کا بیان تکبیرِ تحریمہ سے لے کر سجدے تک کا ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو باقی بیان اگلے جمعہ کو عرض کروں گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنّت کے مطابق نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العٰلمین

---

(۱) صحیح مسلم ۴۹۸/۱ (۳۳۶)۔

(۲) ماخوذ از سنن الترمذی ۳۷۱/۱ (۲۸٤) والمستدرك علی الصحیحین للحاکم ٤۰۵/۱ (۱۰۰٤) طبع دار الکتب العلمیة۔ وسنن ابی داود ۲۲٤/۱ (۸۵۰) ومسند احمد ۲۰۳/۱ (۷٦٦) ومواهب الجلیل ۵٤۵/۱ طبع دار الفکر، والشرح الکبیر مع حاشیة الدسوقی ۲۵۲/۱ طبع دار الفکر، وانظر الفتوحات الربانیة ۱۹۱/۱ دار الکتب العلمیة.

نماز ایک عاجزانہ عبادت

(اصلاحی خطبات ۲۳۹/۱۴)

نماز ایک عاجزانہ عبادت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ أَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خٰشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ

هُمۡ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوۡنَ ۙ﴿۴﴾ (۱)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظيم، وصدق رسوله النبی الکريم، ونحن علی ذالك من الشاهدين والشاکرين، والحمد لله رب العالمين۔

تمہید

گزشتہ سے پیوستہ جمعے کو میں نے اس آیت کی تفسیر میں عرض کیا تھا کہ نماز میں خضوع بھی مطلوب ہے اور خشوع بھی مطلوب ہے۔ خضوع کا تعلق انسان کے ظاہری اعضاء سے ہے اور خشوع کا تعلق انسان کے دل سے ہے۔ خضوع کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں اعضاء اس طرح ہوں جس طرح ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نے نماز کے مختلف ارکان کی ہیئت آپ حضرات کے سامنے بیان کی تھی۔ تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کا طریقہ، کھڑے ہونے کا طریقہ، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ کا طریقہ عرض کر دیا تھا۔ اب دو تین باتیں اس سلسلے میں باقی ہیں، اس کے بعد خشوع کا مطلب اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ عرض کرنا ہے۔

رکوع اور سجدے میں ہاتھوں کی انگلیاں

ایک بات یہ ہے کہ جب آدمی رکوع میں ہو تو ہاتھ کی انگلیاں کھلی ہونی

(۱) سورۃ المومنون آیت (۱تا٤)۔

چاہئیں اور گھٹنوں کو انگلیوں سے پکڑ لینا چاہیے[1] اور سجدے کی حالت میں مسنون یہ ہے کہ ہاتھوں کی انگلیاں بند ہوں[2] اور ہاتھ اس طرح رکھے جائیں کہ چہرہ ہاتھوں کے درمیان آجائے اور ہتھیلیاں کندھوں کے قریب ہوں، انگوٹھے کانوں کی لو کے سامنے ہوں[3] اور کہنیاں پہلو سے علیحدہ ہوں، ملی ہوئی نہ ہوں[4]۔

التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ

جب آدمی التحیات میں بیٹھے تو التحیات میں بیٹھتے وقت دایاں پاؤں کھڑا ہو اور اس پاؤں کی انگلیوں کا رخ قبلے کی طرف ہو اور بایاں پاؤں بچھا کر آدمی اس کے اوپر بیٹھ جائے اور ہاتھ کی انگلیاں رانوں پر اس طرح رکھی ہوئی ہوں کہ ان کا آخری سرا گھٹنوں پر آرہا ہو، انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے لٹکانا اچھا نہیں ہے۔

سلام پھیرنے کا طریقہ

اور جب سلام پھیرے تو سلام پھیرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جب

---

(۱) ملاحظہ ہو سنن الترمذی ۲۹۹/۱ (۲٦۰) وقال حديث حسن صحيح، و ۲۹۸/۱ (۲۵۸) وقال حديث حسن صحيح.

(۲) صحيح ابن حبان ۲٤۷/۵ (۱۹۲۰) ومستدرك حاكم ۱/ ۳٤٦ (۸۱٤) وقال هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه، ووافقة الذهبی فی التلخيص.

(۳) ملاحظہ ہو: صحيح مسلم ۳۰۱/۱ (٤۰۱) ومسند أحمد ۱۵۸/۳۱ (۱۸۸٦۷) وسنن الترمذي ۳۰۸/۱ (۲۷۱).

(۴) سنن أبی داود ۲۳۷/۱ (۹۰۰)، قال الزيلعی فی "نصب الراية" ۱/ ۳۸۷: قال النووی فی الخلاصه وإسناده صحيح.

دائیں طرف سلام پھیرے تو پوری گردن دائیں طرف موڑلی جائے اور اپنے کندھوں کی طرف نظر کی جائے اور بائیں طرف سلام پھیرتے وقت پوری گردن بائیں طرف پھیردی جائے اور بائیں کندھوں کی طرف نظر کی جائے۔

یہ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں، اگر ان باتوں کا خیال کرلیا جائے تو نماز سنّت کے مطابق ہوجاتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت کی اتباع کا نور حاصل ہوجاتا ہے، اس کی برکات حاصل ہوتی ہیں اور اس کے ذریعے نماز کے اندر خشوع حاصل ہونے میں بھی مدد ملتی ہے اور ان باتوں میں نہ زیادہ وقت لگتا ہے، نہ زیادہ محنت صرف ہوتی ہے، نہ پیسہ خرچ ہوتا ہے، لیکن اس کے نتیجے میں نماز سنّت کے مطابق ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

خشوع کی حقیقت

دوسری چیز جس کا آج بیان کرنا ہے، وہ ہے "خشوع" اس کے معنیٰ ہیں دل کا اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا، یعنی انسان کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور اس کو اس بات کا احساس ہو کہ میں اللہ جل شانہ کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس کا اعلیٰ ترین درجہ وہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أن تعبـــد الله كأنك تراه، فان لـم تكن تراه فانه يراك"(۱)

(۱) صحیح البخاری ۱/۱۹(۵۰)۔

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اللہ تعالیٰ سامنے نظر آرہے ہوں اور اگر یہ تصور جمانا ممکن نہ ہوتو پھر کم از کم یہ تصور جماؤ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ خشوع کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

کسی چیز کے وجود کے یقین کے لیے نظر آنا ضروری نہیں

سوال یہ ہے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ رہے ہیں اور نہ ہم یہ بات دیکھ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے، آنکھوں سے یہ بات نظر نہیں آرہی ہے، لہٰذا ان باتوں کا تصور کیسے باندھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس دنیا میں ہر چیز آنکھوں سے دیکھ کر معلوم نہیں ہوتی، بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو انسان آنکھوں سے نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن دل میں اس کے موجود ہونے کا اتنا یقین ہوتا ہے جیسے کہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ مثلاً یہ میری آواز لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے مسجد سے باہر بھی جاری ہے، اب جو لوگ مسجد سے باہر ہیں، وہ مجھے نہیں دیکھ رہے ہیں، لیکن میری آواز سن کر ان کو اس بات کا یقین حاصل ہے کہ میں مسجد کے اندر موجود ہوں اور ان کو اتنا یقین حاصل ہے جتنا آنکھ سے دیکھنے سے حاصل ہوتا ہے، لہٰذا کسی آدمی کے موجود ہونے کا علم دیکھے بغیر صرف آواز سن کر ہو رہا ہے، کوئی شخص اگر کہے کہ تم نے بولنے والے کو آنکھ سے دیکھا نہیں ہے، پھر تمہیں اس کے موجود ہونے کا یقین کیوں ہو رہا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں اپنے کانوں سے اس کی آواز سن رہا ہوں، جس سے پتا چل رہا ہے کہ وہ آدمی موجود ہے۔

ہوائی جہاز میں انسان موجود ہیں

آپ صبح شام ہوائی جہاز اڑتے ہوئے دیکھتے ہیں، اس جہاز میں بیٹھا ہوا کوئی آدمی نظر نہیں آتا، نہ چلانے والا نظر آرہا ہے، لیکن آپ کو سو فیصد یقین ہے کہ اس جہاز میں آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اور کوئی پائلٹ اس جہاز کو چلا رہا ہے، حالانکہ اس پائلٹ اور اس کے اندر بیٹھنے والے انسانوں کو آپ نے آنکھوں سے نہیں دیکھا، کیونکہ جہاز بغیر پائلٹ کے نہیں چلتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ جہاز چل رہا ہو اور اس کے اندر پائلٹ موجود نہ ہو، اگر کوئی شخص آپ سے کہے کہ یہ جہاز بغیر پائلٹ کے خود بخود ہوا میں اڑتا جارہا ہے تو آپ اس کو بیوقوف اور احمق قرار دیں گے۔

روشنی سورج پر دلالت کرتی ہے

مسجد کے اندر باہر سے روشنی آرہی ہے اور سورج نظر نہیں آرہا ہے، لیکن ہر انسان کو سو فیصد یقین ہے کہ اس روشنی کے پیچھے سورج موجود ہے، حالانکہ سورج آنکھوں سے نظر نہیں آرہا ہے، لہٰذا جس طرح روشنی کو دیکھ کر سورج کا پتا لگا لیتے ہو اور جس طرح ہوائی جہاز کو دیکھ کر اس کے چلانے والے کا پتا لگا لیتے ہو، اسی طرح یہ سارا عالم جو پھیلا ہوا ہے، یہ پہاڑ، یہ جنگل، یہ ہوائیں، یہ پانی، یہ سمندر، یہ دریا، یہ مٹی، یہ آب و ہوا، یہ سب کچھ کسی بنانے والے پر دلالت کر رہا ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کر رہی ہے

لہٰذا جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہو تو اس وقت اس بات کا تصور کرے کہ میرے سامنے جتنی چیزیں ہیں، وہ سب اللہ جل شانہ کی ذات کی طرف اشارہ کر رہی ہیں۔ یہ روشنی جو نظر آ رہی ہے، اس کے پیچھے سورج ہے، لیکن سورج کے پیچھے کون ہے؟ سورج کو کس نے پیدا کیا؟ اور اس کے اندر روشنی کس نے رکھی؟ یہ سب اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور وجود پر دلالت کر رہی ہے، لہٰذا نماز کے اندر آدمی یہ تصور باندھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور اللہ جل جلالہ مجھے دیکھ رہے ہیں اور اللہ جل جلالہ کے میرے سامنے ہونے کا ایسا یقین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں، یہ تصور جما کر نماز پڑھ کر دیکھو کہ کیا کیفیت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو یہ کیفیت عطا فرمادے۔ (آمین) اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح نماز پڑھو کہ گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر تم اللہ کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

الفاظ کی طرف دھیان پہلی سیڑھی

یہ نماز پڑھنے کا اعلیٰ درجہ ہے، اس اعلیٰ درجے تک پہنچنے کے لیے کچھ ابتدائی سیڑھیاں ہیں، ان سیڑھیوں کو اگر آدمی رفتہ رفتہ قطع کرتا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو اعلیٰ مقام تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ سیڑھی کیا ہے؟ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ آپ نماز میں جو الفاظ زبان سے نکالیں، ان کی طرف دھیان رہے، مثلاً آپ جب

زبان سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' ادا کریں، اس وقت آپ کو پتا ہونا چاہیے کہ میں ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' ادا کر رہا ہوں، لیکن آج کل ہماری نماز کے اندر یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جس وقت ''اللہ اکبر'' کہہ کر نیت باندھی تو بس ایک سوئچ آن ہوگیا اور مشین چل پڑی، چونکہ نماز پڑھنے کی عادت پڑی ہوئی ہے، اس لیے زبان سے الفاظ خود بخود نکلنے لگے اور مشین چل رہی ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات یہ بھی یاد نہیں ہوتا کہ میں نے پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی اور دوسری رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی، یہ صورتِ حال اکثر و بیشتر پیش آتی ہے۔

خشوع کی پہلی سیڑھی

اگر خشوع حاصل کرنا ہے تو پہلا کام یہ کرو کہ جب نماز پڑھنا شروع کرو تو زبان سے جو الفاظ ادا کر رہے ہو، دھیان اس کی طرف ہو۔ انسان کی خاصیت یہ ہے کہ ایک غیر مرئی چیز جو آنکھوں سے نظر نہیں آرہی ہے، اس کی طرف دھیان جمانا شروع میں دشوار ہوتا ہے، لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خشوع حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ ان الفاظ کی طرف دھیان جماؤ۔

معنیٰ کی طرف دھیان دوسری سیڑھی

دوسری سیڑھی یہ ہے کہ ان الفاظ کے معنیٰ کی طرف دھیان کرو، جس وقت زبان سے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' ادا کیا تو اس کے معنیٰ کی طرف دھیان کرو کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو رب العالمین ہے اور ان الفاظ کے ذریعے میں اللہ جل شانہ کی تعریف کر رہا ہوں۔ جب ''الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ'' ادا

کرو تو اس وقت دل میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن بھی ہیں اور رحیم بھی ہیں۔ جس وقت ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' ادا کرو، اس وقت یہ دھیان کرو کہ میں اللہ جل شانہ کو قیامت کے دن کا مالک قرار دے رہا ہوں۔ جس وقت ''اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ'' زبان سے ادا کرو، اس وقت اس کے معنیٰ کو ذہن میں لائے کہ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور جس وقت ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کہا، اس وقت یہ معنیٰ ذہن میں مستحضر کرے کہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہا ہوں کہ اے اللہ! مجھے صراط مستقیم عطا فرما دے اور جس وقت ''صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ'' کہے، اس وقت یہ معنیٰ ذہن میں لائے کہ اے اللہ! مجھے ان لوگوں کا راستہ دکھا دے جن پر آپ نے انعام فرمایا اور ان لوگوں کا راستہ مجھے نہیں چاہیے جن پر آپ کا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔

لہٰذا پہلے الفاظ کی طرف دھیان کرے، پھر معنیٰ کی طرف دھیان کرے۔ بہرحال! اپنی طرف سے نماز کے اندر اس بات کی کوشش کی جائے کہ دھیان ان چیزوں کی طرف رہے، جب ان چیزوں کی طرف دھیان رہے گا تو پھر جو ادھر ادھر کے خیالات آتے ہیں، وہ ان شاء اللہ ختم ہو جائیں گے۔

نماز میں خیالات آنے کی بڑی وجہ

پھر یہ بھی عرض کر دوں کہ یہ جو دوسرے خیالات آتے ہیں، اس کی بہت بڑی وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ ہم وضو ڈھنگ سے نہیں کرتے، سنت کے مطابق نہیں کرتے، حواس باختہ حالت میں ادھر ادھر باتیں کرتے ہوئے وضو کر لیا، حالانکہ وضو کے آداب میں سے یہ ہے کہ وضو کے دوران باتیں نہ کی جائیں،

بلکہ وضو کے دوران وہ دعائیں پڑھی جائیں جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور آدمی اطمینان سے وضو کر کے ایسے وقت میں مسجد میں آئے، جبکہ نماز کھڑی ہونے میں کچھ وقت ہو اور مسجد میں آکر آدمی پہلے سنّت اور نفل ادا کرلے، کیونکہ یہ سنّت اور نفل جو نماز سے پہلے رکھی گئی ہیں، یہ درحقیقت فرض نماز کی تمہید ہیں، تاکہ فرض نماز سے پہلے ہی اس کا دھیان اللہ تعالیٰ کی طرف ہوجائے اور ادھر ادھر کے خیالات آنا بند ہوجائیں، ان سب آداب کا لحاظ رکھ کر جب آدمی نماز پڑھے گا تو پھر دوسرے خیالات نہیں آئیں گے۔

اگر دھیان بھٹک جائے، واپس آجاؤ

لیکن انسان کی دماغ چونکہ بھٹکتا رہتا ہے، اس لیے ان تدابیر کے اختیار کرنے کے باوجود غیر اختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی گرفت نہیں، جب دوبارہ تنبہ ہوجائے تو پھر دوبارہ ان الفاظ کی طرف دھیان لے آئیں، مثلاً جس وقت ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ'' پڑھا، اس وقت تک دھیان حاضر تھا، لیکن جب ''مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' پڑھا، اس وقت دھیان غیر اختیاری طور پر کہیں اور بھٹک گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن جب ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کہا، اس وقت خیال آیا کہ میں تو کہیں اور بھٹک گیا تھا تو اب دوبارہ دھیان کو واپس لے آؤ۔ اسی طرح جتنی مرتبہ دھیان بھٹکے، واپس آجاؤ، یہی کام کرتے چلے جاؤ۔

خشوع حاصل کرنے کے لیے مشق اور محنت

یاد رکھیے! اس دنیا کے اندر کوئی بھی مقصد بغیر محنت اور مشق کے حاصل

نہیں ہوسکتا، جو کام بھی کرنا ہو، اس کے لیے مشق کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح خشوع حاصل کرنے کے لیے کچھ محنت اور مشق کرنی پڑتی ہے، وہ مشق یہ ہے کہ انسان یہ ارادہ کر لے کہ جب نماز پڑھیں گے تو اپنا دھیان ان الفاظ کی طرف رکھیں گے جو الفاظ زبان سے ادا کر رہے ہیں اور اگر ذہن بھٹکے گا تو دوبارہ ان الفاظ کی طرف واپس آجائیں گے، پھر بھٹکے گا تو پھر واپس آجائیں گے، جتنی مرتبہ بھٹکے گا، اتنی مرتبہ واپس آئیں گے، جب اس پر عمل کروگے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آج اگر ذہن دس مرتبہ بھٹکے گا تو آئندہ کل ان شاء اللہ آٹھ مرتبہ بھٹکے گا، اگلے دن ان شاء اللہ چھ مرتبہ بھٹکے گا، اس طرح یہ تناسب ان شاء اللہ کم ہوتا چلا جائے گا، بس انسان یہ سوچ کر چھوڑے نہیں کہ یہ کام میرے بس سے باہر ہے اور میری کوشش فضول ہے، بلکہ لگا رہے، کوشش کرتا رہے، ساری عمر کوشش کرتا رہے، چھوڑے نہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایک دن ایسا وقت آئے گا جب تمہارا زیادہ ذہن نماز ہی کی طرف اور الفاظ کی طرف ہوگا۔

تیسری سیڑھی اللہ تعالیٰ کا دھیان

جب یہ بات حاصل ہوجائے تو اس کے بعد تیسری سیڑھی پر قدم رکھنا ہے، وہ تیسری سیڑھی یہ ہے کہ نماز کے اندر اس بات کا دھیان ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوں اور جب یہ دھیان حاصل ہوجائے گا تو بس مقصد حاصل ہے، ان شاء اللہ۔ یہ خلاصہ خشوع حاصل کرنے کا جس کی طرف قرآنِ کریم نے اس آیت میں ارشاد فرمایا:

قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خٰشِعُوۡنَ ۙ﴿۲﴾

یعنی وہ مؤمن جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں، وہ فلاح یافتہ ہیں۔ ہم نے ان کو دنیا و آخرت میں فلاح دے دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے، اپنی رحمت سے ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری نمازوں میں خشوع پیدا فرمادے اور اللہ تعالیٰ ہمارے دھیان کو مجتمع فرمادے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کے مطابق نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العٰلمین
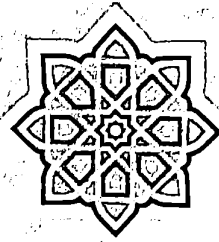
نماز اور انفرادی اصلاح

(نشری تقریں ص ۴۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نماز اور انفرادی اصلاح

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

نماز کے بارے میں اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہے کہ وہ دینی فرائض میں ایک اہم ترین فریضہ ہے، ایک عظیم الشان عبادت ہے اور دین کا ستون ہے، لیکن اسی کے ساتھ نماز کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ انسان کی انفرادی اصلاح اور اخلاقی تربیت کے لیے نسخۂ اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے، قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ (۱)

جو کتاب آپ پر بذریعہ وحی نازل کی گئی ہے آپ اس کو

(۱) سورۃ العنکبوت آیت (۴۵)۔

پڑھا کیجیے اور نماز کو قائم کیجیے، بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔

اس آیت میں بڑے واضح انداز سے نماز کی یہ خاصیت بیان فرمائی گئی ہے کہ وہ انسان کو ہر بدی اور نا شائستگی سے روک کر اخلاقی طور پر اس کی اصلاح کرتی ہے۔ متعدد مستند احادیث کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ اقامت صلاۃ میں بالخاصہ یہ تاثیر ہے کہ جو اس کو ادا کرتا ہے اس سے گناہ اور بری عادتیں رفتہ رفتہ چھوٹتی جاتی ہیں، ہاں شرط یہ ہے کہ نماز کو محض ایک بوجھ سمجھ کر ٹالا نہ جائے، بلکہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں اقامت صلاۃ کی جائے۔ اقامت صلاۃ کے لفظی معنیٰ نماز کو سیدھا کرنے کے ہیں اور یہ مراد ہے کہ اس کے تمام ظاہر و باطنی آداب ٹھیک اسی طرح ادا کرنے کی کوشش کی جائے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔ مثلاً ایک تو نماز کی تمام شرائط، سنتوں اور آداب کا علم صحیح حاصل کرکے ان سب کی حتی الوسع رعایت کی جائے، دوسرے یہ کہ جس قدر خضوع وخشوع پیدا کرنا انسان کے بس میں ہے وہ پیدا کرکے اس طرح نماز میں کھڑا ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ سے عرض معروض کر رہا ہے، اس طرح نماز قائم کرنے والے کو منجانب اللہ خود بخود نیک کاموں کی توفیق ہوتی ہے، اور بدی سے بچنے کا جذبہ بڑھتا چلا جاتا ہے اور جو شخص نماز پڑھنے کے باوجود بد اخلاقیوں اور بد اعمالیوں میں مبتلا رہے تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی نماز میں قصور ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

”مَنْ لَّمْ تَنْهَهُ صَلَاتُهُ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ فَلَا

صَلاَةَ لَهُ"(۱)

جس شخص کی نماز نے اسے بے حیائی او بدی سے نہ روکا تو اس کی نماز کچھ نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ نماز اپنے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کی جائے تو وہ نمازی کا اللہ تعالیٰ سے ایک خاص تعلق پیدا کر دیتی ہے اور جس شخص کو یہ تعلق حاصل ہو گیا اس کے لیے ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ رفتہ رفتہ دوسرے گناہوں سے باز نہ رہے، آنحضرت ﷺ کو ایک شخص کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ رات کو تہجد پڑھتا ہے اور جب صبح ہوتی ہے تو چوری کرتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب نماز اس کو چوری سے روک دے گی، چنانچہ کچھ ہی عرصے کے بعد وہ شخص چوری سے تائب ہو گیا۔(۲)

آج کل ہم میں سے بعض لوگ جو بظاہر پابند نماز ہونے کے باوجود طرح طرح کے گناہوں یا بد اعمالیوں میں مبتلا رہتے ہیں تو حدیث نبوی ﷺ کے مطابق ان کی نماز میں کہیں نہ کہیں نقص ہے، اگر اس نقص کو دور کر لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے مطابق نماز یقیناً برائیوں سے روکے گی اور اس طرح یہ عبادت اس کی اخلاقی اصلاح کا بہترین ذریعہ ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ نماز اس کے تمام ظاہری و باطنی

---

(۱) تفسیر ابن ابی حاتم ۳۰۶۵/۹ (۱۷۳۳۹) طبع مکتبۃ نزار مصطفی۔
(۲) مسند احمد ۴۸۳/۱۵ (۹۷۷۸) ومسند البزار ۱۳۰/۱۶ (۹۲۱۷) طبع مکتبۃ العلوم والحکم۔قال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۲۵۸/۲ (۳۵۵۶) رواہ احمد والبزار ورجالہ رجال الصحیح۔(طبع مکتبۃ القدسی)۔

آداب کے ساتھ ادا کریں اور دنیا و آخرت میں اس کے بہترین ثمرات سے مستفید ہوں۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
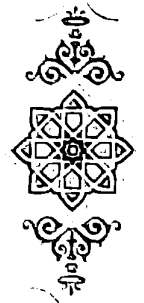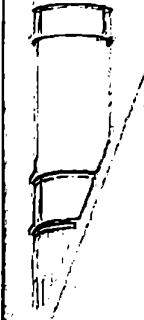
نماز میں آنے والے خیالات

(اصلاحی خطبات ۱۴/ ۲۲۲)
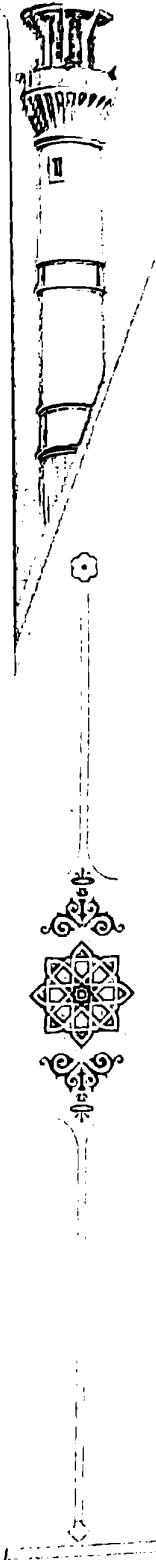
نماز میں آنے والے خیالات سے بچنے کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِىَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً۔ أَمَّابَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ (۱)

آمنت بالله صدق الله مولانا العظیم، وصدق رسوله النبی الکریم، ونحن علی ذالك من الشاهدین والشاکرین، والحمد لله رب العالمین۔

تمہید

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز! یہ سورۂ مؤمنون کی ابتدائی چند آیات ہیں، جن کی تفسیر کا سلسلہ میں نے چند ہفتے پہلے شروع کیا تھا۔ ان آیات میں باری تعالیٰ نے مؤمنین کی وہ صفات بیان فرمائی ہیں جو ان کے لیے فلاح کا سبب ہیں اور فلاح ایسا جامع لفظ ہے جس میں دین اور دنیا دونوں کی کامیابی آجاتی ہے، فلاح یافتہ مؤمنوں کا پہلا وصف یہ بیان فرمایا:

الذین هم فی صلاتهم خٰشعون

(۱) سورۃ المومنون آیت (۱تا۱۱)۔

یعنی وہ مؤمن فلاح یافتہ ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں، اس کی کچھ تفصیل پچھلے بیانات میں عرض کر چکا ہوں۔

خشوع کے تین درجات

گزشتہ جمعے کو عرض کیا تھا کہ خشوع حاصل کرنے کے تین درجے اور تین سیڑھیاں ہیں: پہلی سیڑھی یہ ہے کہ جو الفاظ زبان سے ادا کر رہے ہو، ان الفاظ کی طرف توجہ ہو، دوسری سیڑھی یہ ہے کہ ان الفاظ کے معانی کی طرف توجہ ہو۔ تیسری سیڑھی یہ ہے کہ انسان نماز اس دھیان کے ساتھ پڑھے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے یا کم از کم یہ تصور باندھے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں۔ ان آیات میں یہ جو فرمایا کہ وہ مؤمن فلاح یافتہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں، اس سے اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ صرف نماز پڑھنے پر اکتفا نہ کرو، بلکہ نماز پڑھنے کے اندر خشوع پیدا کرنے کی بھی کوشش کرو۔

خیالات آنے کی شکایت

اکثر لوگ بکثرت یہ شکایت کرتے ہیں کہ جب میں نماز پڑھتا ہوں تو مجھے خیالات بکثرت آتے ہیں۔ بھائی! ان خیالات کی وجہ سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس صورت حال کا مداوا کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے، پریشان ہونے سے کوئی کام نہیں بنتا۔ اصل بات یہ ہے کہ جو تکلیف اور نقص ہے، اس کو دور کرنے کے راستے اختیار کیے جائیں، اس تکلیف اور نقص کو دور کرنے کے راستے کیا ہیں؟

نماز کے مقدمات

پہلا راستہ یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے نماز سے پہلے کئی مقدمات قائم کیے ہیں، یعنی نماز تو اصل مقصود ہے، لیکن اس نماز سے پہلے ایسے مقدمات اور کچھ ایسی تمہیدات رکھی ہیں جن کے واسطے سے انسان اصل نماز تک پہنچتا ہے، وہ سب مقدمات اور تمہیدی کام ہیں، اگر ان کو انسان ٹھیک ٹھیک انجام دے دیں تو اس کی وجہ سے خیالات میں کمی آئے گی۔

نماز کا پہلا مقدمہ طہارت

نماز کے مقدمات میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے طہارت رکھی ہے، کیونکہ ہر نماز کے لیے طہارت اور پاکی حاصل کرنا ضروری ہے۔ ایک حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مفتاح الصلوٰۃ الطھور(۱)

یعنی نماز کی کنجی طہارت ہے۔

دوسری حدیث میں حضورِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَاتقبَلُ الصَّلوٰۃُ بِغَیرِ طَھُورٍ“(۲)

یعنی کوئی نماز طہارت کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں۔

---

(۱) سنن ابی داود ۱/۱٦ (٦۱) وسنن الترمذی ۱/۵٦ (۳) وقال: ھذا الحدیث اصح شیء فی ہذا الباب واحسن۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۲۰٤ (۲۲٤)۔

طہارت کی ابتداء استنجاء سے

طہارت کا سلسلہ استنجاء سے شروع ہوتا ہے اور استنجاء کرنے کو واجب قرار دیا گیا ہے اور اس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ انسان استنجاء کے وقت طہارت حاصل کرنے کا اچھی طرح اطمینان حاصل کرے اور اگر پیشاب کے بعد قطرے آنے کا خطرہ ہو تو اس وقت تک انسان فارغ نہ ہو، جب تک قطرہ آنے کا خطرہ ہو، فقہ کی اصطلاح میں اس کو ''استبراء'' کہا جاتا ہے، کیونکہ اگر پاکی صحیح نہیں ہوئی اور کپڑوں پر یا جسم پر نجاست کے اثرات باقی رہ گئے تو اس کے نتیجے میں انسان کے خیالات مشوش ہوتے ہیں۔

ناپاکی خیالات کا سبب ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز کے کچھ خواص بنائے ہیں، ناپاکی کا ایک خاصہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں ناپاک اور گندے خیالات اور شیطانی وساوس پیدا کرتا ہے، لہٰذا نماز کا سب سے پہلا تمہیدی کام یہ ہے کہ ناپاکی کو دور کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

نماز کا دوسرا مقدمہ وضو

اس کے بعد دوسرا تمہیدی کام وضو رکھا ہے، یہ وضو بڑی عجیب وغریب چیز ہے، حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب انسان وضو کرتا ہے اور وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے نتیجے میں آنکھوں سے کیے ہوئے تمام صغیرہ گناہ دھل جاتے ہیں اور جس وقت وہ پاؤں دھوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس

کے پاؤں سے کیے ہوئے گناہ معاف فرما دیتے ہیں[1] اور جو چار اعضاء وضو میں دھوئے جاتے ہیں، عام طور پر یہی چار اعضاء انسان کو گناہ کی طرف لے جاتے ہیں، انہی اعضاء کے ذریعے گناہ سرزد ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ جب بندہ نماز کے لیے میرے دربار میں حاضر ہو تو اس سے پہلے وہ گناہوں سے پاک ہو چکا ہو، اس کے ہاتھ، اس کا چہرہ، اس کے پاؤں گناہوں سے پاک ہو گئے ہوں، البتہ گناہ سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

وضو سے گناہ دھل جانا

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مشہور ہے کہ جب کوئی وضو کر رہا ہوتا تھا تو اس کے وضو کے بہتے ہوئے پانی میں آپ کو گناہوں کی شکلیں نظر آتی تھیں کہ فلاں گناہ دھل کر جا رہا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو یہ کشف عطا فرمایا تھا[2]۔ بہر حال! اللہ تعالیٰ نے نماز سے پہلے وضو اس لیے رکھا ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ ظاہری صفائی حاصل ہو، بلکہ باطنی صفائی اور گناہوں کی صفائی بھی حاصل ہو جائے۔

کون سے وضو سے گناہ دھل جاتے ہیں؟

لیکن وضو سے یہ فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب آدمی سنّت کے

---

(۱) صحیح مسلم ۲۱۵/۱ (۲۴۴)۔

(۲) کتاب المیزان للشعرانی ۲۱۹/۱ طبع عالم الکتب۔

مطابق وضو کرے اور اس طرح وضو کرے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور حضرات فقہاءِ کرام رحمہم اللہ نے قبلہ رو بیٹھنے کو وضو کے آداب میں شمار کیا ہے۔[1]

اسی طرح وضو شروع کرتے وقت رسول اللہ ﷺ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھا کرتے تھے[2] اور وضو کے دوران باتیں نہیں کرتے تھے، وضو کی طرف دھیان فرماتے[3]۔

وضو کی طرف دھیان

وضو کی طرف دھیان ہونے میں سب سے اعلیٰ بات یہ ہے کہ جب آدمی اپنا چہرہ دھوئے تو اس طرف دھیان کرے کہ میرے چہرے کے گناہ دھل رہے ہیں۔ جب آدمی ہاتھ دھوئے تو یہ دھیان کرے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وضو میں ہاتھ دھوتے وقت ہاتھ کے گناہ معاف ہوتے ہیں تو اس وقت میرے ہاتھ سے گناہ دھل رہے ہیں۔ اسی طرح پانی استعمال کرنے میں اسراف نہ کرے، فضول پانی نہ بہائے۔ جتنے پانی کی ضرورت ہے، بس اتنے

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۱۴/۱ طبع دار الفکر۔

(۲) مسند ابی یعلی ۱۴۲/۸ (۴۶۸۷) قال الهیثمی فی "المجمع" ۲۲۰/۱ (۱۱۱۱) رواه ابو یعلی و البزار بعضه اذابدء الوضوء سمی. و مدار الحدیثین علی حارثة بن محمد، وقد اجمعوا علی ضعفه۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث ہے جس کے بارے میں حافظ ہیثمی نے فرمایا رواه الطبرانی فی الصغیر و اسناده حسن۔ ملاحظہ ہو مجمع الزوائد ۲۲۰/۱ (۱۱۱۲)۔ از مرتب

(۳) الاساس فی السنة و فقهها ۳۸۰/۱ قسم العبادات فی الاسلام/ کراهة الکلام فی الوضوء۔ طبع دار السلام۔

پانی سے وضو کرے۔ حدیث شریف میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اياك والسرف وان كنت على نهر جار"(۱)

یعنی پانی کو فضول بہانے سے بچو، چاہے تم کسی دریا پر کیوں نہ کھڑے ہو۔

اگر پانی کا دریا بہہ رہا ہے تم اس دریا سے جتنے پانی سے بھی وضو کرو گے تو اس کے نتیجے میں دریا کے پانی میں کوئی کمی نہیں آئے گی، اس کے باوجود فرمایا کہ اس موقع پر اسراف سے بچو اور فضول پانی مت بہاؤ۔

وضو کے دوران دعائیں

اور وضو کے دوران دعائیں کرے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب آدمی وضو کرے اور بسم اللہ پڑھے پھر ہر عضو دھوتے وقت اشھد أن لا اله الا الله وأشهد أنَّ محمدا عبده ورسوله پڑھے تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں (۲) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ذَنْبِيْ وَوَسِّعْ لِيْ فِيْ دَارِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْ

(۱) ماخوذ از سنن ابن ماجه ۳٥٦/۱ (٤٢٥) ومسند احمد ٤٨١/٦ (٧٠٦٥) المبسوط للسرخسی ٤٥/۱ وبدائع الصنائع ۳٥/۱۔

(۲) اخرجه المستغفری کما ذکره ابن الملقن فی "البدر المنير" ۲۷۸/۲ وقال المستغفری حديث حسن غريب۔ وقال الحافظ فی "نتائج الافكار" ۲٤٤/۱ حديث غريب۔

رِزْقِیْ(۱)

اور وضو کے بعد یہ پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ (۲)

اگر آدمی ان آداب کے ساتھ وضو کرے تو ایسے وضو کا خاصہ یہ ہے کہ وہ طرح طرح کے خیالات جو آپ کے دل و دماغ میں بسے ہوئے ہیں، ان سے پاک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف دماغ کو متوجہ کر دیتا ہے۔

وضو میں بات چیت کرنا

لیکن ہماری غلطی سب سے پہلے وضو سے شروع ہوتی ہے۔ جب ہم وضو کرنے بیٹھے تو دنیا کے سارے خرافات وضو کے دوران چلتے رہتے ہیں، بات چیت ہو رہی ہے، گپ شپ ہو رہی ہے، ہواس باختہ حالت میں وضو کر رہے ہیں، بس جلد جلد اپنا فرض ساقط کیا اور فارغ ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس وضو کے فوائد و ثمرات حاصل نہیں ہوتے، اس کے بجائے اگر دھیان کے ساتھ اور آداب کے ساتھ وضو کرے اور وضو کے دوران دعائیں پڑھتا رہے، اس سے نماز کی پہلی تمہید اور پہلا مقدمہ درست ہو جائے گا۔

(۱) السنن الکبری للنسائی ۳٦/۹ (۹۸۲۸) وذکرہ النووی فی الاذکار ص ۲۹ (۷۸) وقال باسناد صحیح۔ ومسند ابی یعلی ۲۵۷/۱۳ (۷۲۷۳)۔
(۲) سنن الترمذی ۱۰۹/۱ (۵۵) واصلہ فی صحیح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤)۔

نماز کا تیسرا مقدمہ تحیۃ الوضوو المسجد

نماز کا تیسرا مقدمہ یہ ہے کہ جب وضو کرکے مسجد میں آؤ تو مسجد میں جماعت سے کچھ دیر پہلے پہنچ جاؤ اور تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو کی نیت سے دو رکعت ادا کرو، یہ دو رکعت واجب یا سنّت مؤکدہ نہیں ہیں، لیکن بڑی فضیلت والی ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! جب میں معراج پر گیا اور وہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت کی سیر کرائی تو میں نے تمہارے قدموں کے چاپ اپنے سے آگے سنی، جیسے کوئی بادشاہ سے آگے کوئی باڈی گارڈ چلا کرتا ہے، یہ بتاؤ کہ تمہارا کونسا عمل ہے جو تم خاص طور پر کرتے ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ مقام بخشا کہ جنت میں تمہیں میرا باڈی گارڈ بنا دیا، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ! اور کوئی عمل تو مجھے یاد نہیں آرہا ہے، البتہ ایک بات ہے، وہ یہ ہے کہ جب سے اسلام لایا ہوں، اس وقت سے میں نے یہ تہیہ کیا تھا کہ جب بھی وضو کروں گا تو دو رکعت اس وضو سے ضرور ادا کروں گا، چنانچہ جب سے اسلام لایا ہوں، جب بھی وضو کرتا ہوں تو دو رکعت نفل تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں، چاہے نماز کا وقت ہو یا نہ ہو، یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وہ عمل ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ مقام عطا فرمایا[1]۔

---

(۱) صحیح البخاری ۵۳/۲ (۱۱۴۹) و صحیح مسلم ۱۹۱۰/۴ (۲۴۵۸)۔

بہرحال! ہر وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے میں دو منٹ خرچ نہیں ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ سے اتنی بڑی فضیلت عطا فرمائی اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر آدمی بھول کر بیٹھ گیا اور بعد میں یاد آیا تو اس وقت پڑھ لے، اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔ یہ نماز کی تیسری تمہید ہے۔

نماز کا چوتھا مقدمہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز سے پہلے کچھ رکعتیں سنّت مؤکدہ یا غیر مؤکدہ رکھی گئی ہیں۔ مثلاً فجر سے پہلے دو رکعتیں، ظہر سے پہلے چار رکعتیں سنّت مؤکدہ ہیں اور عصر سے پہلے اور عشاء سے پہلے چار رکعات سنّت غیر مؤکدہ رکھی گئی ہیں، مغرب کی نماز کو چونکہ جلدی پڑھنے کا حکم ہے، اس لیے مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھنے کی اتنی فضیلت نہیں ہے، لیکن بعض روایات [1] میں اس وقت بھی دو رکعتیں ثابت ہیں، لہٰذا فرض نماز سے پہلے جو نمازیں پڑھی جارہی ہیں، وہ چوتھی تمہید ہے۔

چاروں مقدمات پر عمل کے بعد خشوع کا حصول

ان چاروں مقدمات سے گزرنے کے بعد جب فرض نماز میں شامل ہوگا

---

(۱) ملاحظہ ہو صحیح البخاری ۱/۱۲۷ (۶۲۵) و ۲/۵۹ (۱۱۸۳).

تو اس کو شکایت پیش نہیں آئے گی جو عام طور پر لوگوں کو پیش آتی ہے کہ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ہمارا دل کہیں ہوتا ہے اور دماغ کہیں ہوتا ہے اور حواس باختہ حالت میں نماز ادا ہوتی ہے۔ اذان اور فرض نماز کے درمیان جو پندرہ منٹ یا زیادہ کا وقفہ رکھا جاتا ہے، یہ وقفہ اس لیے رکھا جاتا ہے، تاکہ اس وقفہ کے دوران انسان یہ تمہیدات پوری کرے، یعنی اطمینان سے وضو کرے، پھر تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد اطمینان سے ادا کرے اور پھر سنتیں ادا کرے، ان سب تمہیدات کے بعد جب فرض نماز کے لیے کھڑا ہوگا تو ان شاء اللہ خشوع، یکسوئی اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ حاصل ہوگی۔ ان تمہیدات میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں، لیکن ان کی وجہ سے ہماری نمازیں درست ہوجائیں گی اور اس کے نتیجے میں صلاح وفلاح حاصل ہوجائے گی۔

خیالات کی پرواہ مت کرو

اس کے بعد یہ بھی عرض کردوں کہ ان تمہیدات کو انجام دینے کے بعد پھر بھی فرض نماز میں خیالات آتے ہیں تو اس صورت میں بالکل گھبرانا نہیں چاہیے، اگر وہ خیالات غیر اختیاری طور پر آرہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے یہاں معاف ہیں۔ بعض لوگ ان خیالات کی وجہ سے اس نماز کی ناقدری کرنا شروع کردیتے ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری نماز بالکل بیکار ہے، اس لیے کہ اس میں تو خیالات بہت آتے ہیں اور خشوع بالکل نہیں ہوتا۔

ان سجدوں کی قدر کرو

یاد رکھیے! یہ سب ناقدری کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یہ باتیں پسند نہیں،

ارے! یہ تو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نماز پڑھنے کی توفیق تو ہوئی، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہونے کی توفیق تو ملی، پہلے اس توفیق اور نعمت پر شکر ادا کرو کہ ان کے دربار میں آکر نماز ادا کرلی، نہ جانے کتنے لوگ ہیں جو اس نعمت سے محروم ہیں، اگر ہم بھی محروم ہوگئے ہوتے تو کتنی بڑی محرومی کی بات ہوتی، اللہ تعالیٰ نے حاضری کی جو توفیق عطا فرمادی، یہ کوئی معمولی نعمت نہیں۔ ؎

قبول ہو کہ نہ ہو، پھر بھی ایک نعمت ہے
وہ سجدہ جس کو ترے آستاں سے نسبت ہے

تیرے آستانے پر سر ٹیکنے کا ایک ظاہری موقع جو مل گیا، یہ بھی بہت بڑی نعمت ہے، لہٰذا اس پر شکر ادا کرو۔ البتہ اپنی طرف سے جو کوتاہی ہوئی ہے اور خشوع حاصل نہیں ہوا، خیالات آتے رہے، اس پر استغفار کرو۔

نماز کے بعد کے کلمات

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہ سے میں نے سنا (اگرچہ کسی کتاب میں میری نظر سے نہیں گزرا) کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان ہر فرض نماز کے بعد دو کام کرلے: ایک یہ کہ ''الحمد للہ'' کہے اور دوسرے ''استغفر اللہ'' کہے۔ الحمد للہ کے ذریعے اس بات پر شکر کہ یا اللہ! آپ نے اپنے دربار میں حاضری کی اور نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرما دی اور ''استغفر اللہ'' اس بات پر کہ یا اللہ! آپ نے توفیق عطا فرما دی تھی، لیکن میں اس نماز کا حق ادا نہیں کرسکا اور جیسی نماز پڑھنی چاہیے تھی، ویسی نماز نہ پڑھ سکا، میں اس پر استغفار کرتا ہوں...... حدیث میں آتا ہے کہ حضورِ اقدس

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ "استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ"، پڑھا کرتے تھے[1]، حالانکہ نماز پڑھی ہے، کوئی گناہ نہیں کیا، لیکن اس بات پر استغفار کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! جیسی نماز آپ کی شایانِ شان پڑھنی چاہیے تھی، ویسی نماز ہم نہیں پڑھ سکے، اس وجہ سے استغفار کر رہے ہیں۔

خلاصہ

بہرحال! اس نماز کی ناقدری بھی نہ کرو اور خود پسندی اور عجب میں بھی مبتلا نہ ہو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو توفیق دی ہے، اس پر شکر ادا کرو اور جو کوتاہی ہوئی ہے، اس پر استغفار کرو اور اپنی طاقت کی حد تک اس نماز کو بہتر سے بہتر بنانے کی فکر جاری رکھو اور ساری عمر ایسا کرتے ہو تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمالیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين

(۱) صحیح مسلم ۱/۴۱۴ (۵۹۱)۔

نماز میں آنکھیں بند کرنا

(اصلاحی مجالس ۳/ ۷۳)
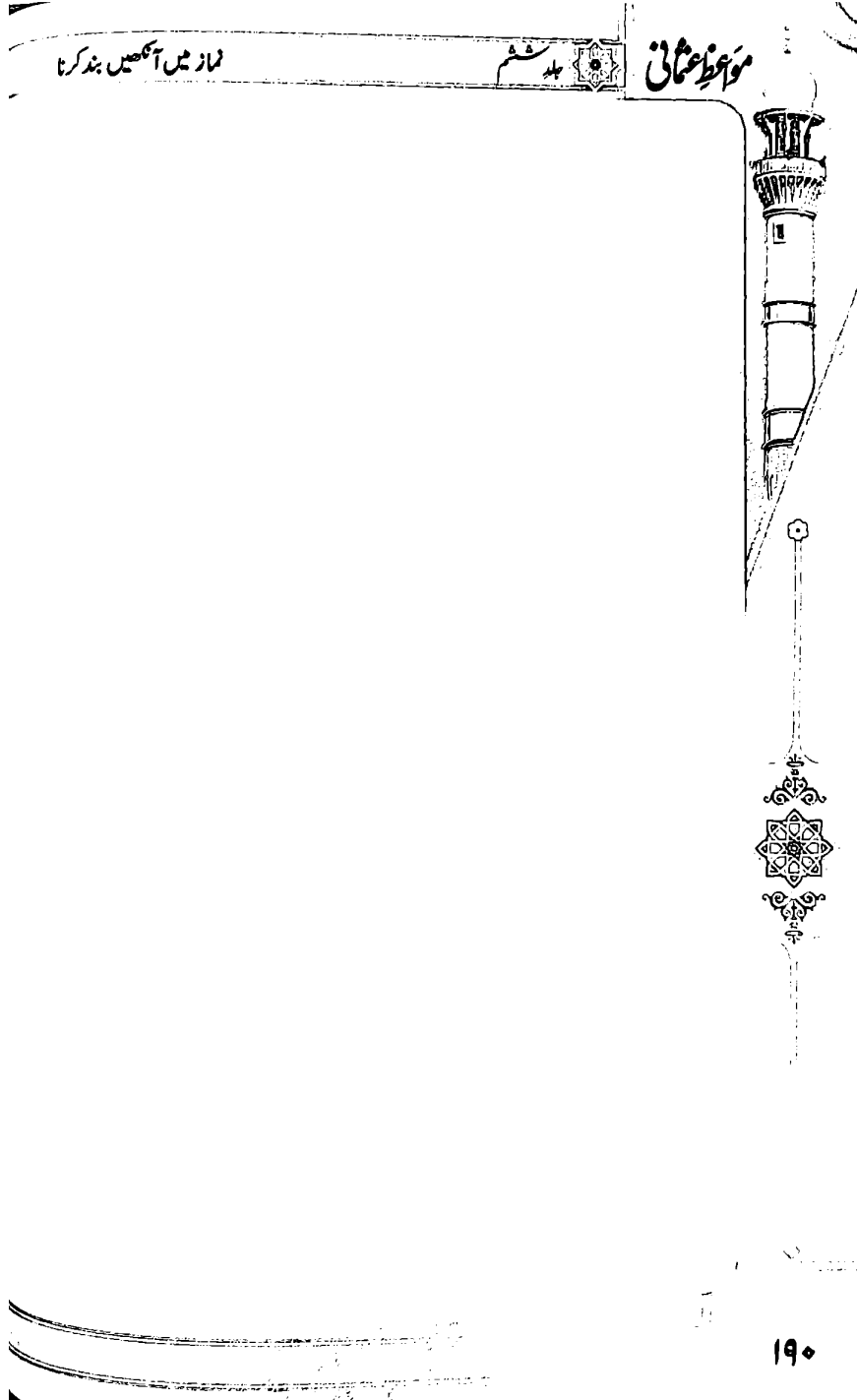
نماز میں آنکھیں بند کرنا

اَلحَمدُ لله رَبِّ العالمین. و العاقبة للمتقین والصلاۃ والسلام علیٰ رسوله الکریم. وعلیٰ آله واصحابه اجمعین. أمّا بعد!

حضرت والا نے ارشاد فرمایا کہ

مبتدی کو اجازت ہے کہ خواہ آنکھ کھول کر نماز پڑھے یا بند کر کے نماز پڑھے، اکثر صفراوی یا سوداوی قیود سے متوحش ہوتے ہیں، خصوص جبکہ اس کے ساتھ ضعف بھی منضم ہوجائے اور ضعف مقتضی تکثیر قیود کو نہیں، بلکہ مقتضی تقلیل قیود کو ہے، قیود سے جو اصل مقصود ہے ''تأثر'' خود وہی کام ضعف دیتا ہے۔　　(انفاس عیسیٰ ص ۶۳)

آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا سنّت ہے

نماز کے بارے میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ نماز آنکھیں کھول کر پڑھنی

چاہیے۔ نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ جب آدمی نماز پڑھے تو آنکھیں بند نہ کرے بلکہ کھلی رکھے۔ اگرچہ فقہاء نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو آنکھیں بند کیے بغیر خشوع حاصل نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں آنکھیں بند کر لینا جائز بھی ہے، لیکن افضل ہر حالت میں یہی ہے کہ آنکھیں کھلی رکھے۔ اسی لیے بعض بزرگوں نے یہ فرمایا ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں آنکھیں بند نہیں فرماتے تھے، بلکہ آنکھیں کھول کر نماز پڑھا کرتے تھے[1]، اس لیے اتباعِ سنّت کی برکت آنکھیں کھول کر نماز پڑھنے میں ہے۔ چاہے نماز میں دل لگے یا نہ لگے۔ اس درجے کا خشوع حاصل ہو یا حاصل نہ ہو، خیالات آئیں یا نہ آئیں، اتباعِ سنّت کا ثواب اسی میں ہے کہ آدمی آنکھیں کھول کر نماز پڑھے، اگرچہ آنکھیں بند کر کے بھی نماز پڑھنا جائز ہے مگر افضل نہیں۔

بزرگوں نے فرمایا کہ اصل بات تو اتباع کی ہے جو نور اتباعِ سنّت میں ہے، وہ نور دوسرے کاموں میں نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا چاہے نماز میں دل لگے یا نہ لگے، خشوع پیدا ہو یا نہ ہو، اتباعِ سنّت چونکہ آنکھیں کھول کر نماز پڑھنے میں ہے، اس لیے ہم تو آنکھیں کھول کر نماز پڑھیں گے۔

---

(۱) عن ابن عباس قال کان رسول ﷺ اذا قام الی الصلاۃ لم ینظر الا الی موضع سجود. اخرجه ابن عدی فی الکامل ۱۰۲/۸ (۱۲۱۸۵) طبع الرشد۔ وروی الطبرانی فی الکبیر ۳۴/۱۱ (۱۰۹۵۶) والاوسط ۳۵۶/۲ (۲۲۱۸) بلفظ اذا قام احدکم فی الصلاۃ فلا یغمض عینیه.وفي المواهب ۴۰۷/۱۰ ولم یکن النبي صلی الله علیه وسلم یغمض عینیه في صلاته- طبع دار الکتب العلمیة- وکذا في زاد المعاد ۲۸۳/۱ طبع الرسالة. از مرتب

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور اتباع سنّت

حتیٰ کہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ وتر کے بعد کی دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے، کھڑے ہوکر نہیں پڑھتے تھے، حالانکہ فقہاءِ کرام نے صاف صاف لکھا ہے کہ اگر نوافل کھڑے ہوکر پڑھیں تو پورا ثواب ہے، اگر بیٹھ کر پڑھیں تو آدھا ثواب ہے اور وتر کے بعد دو رکعتوں کے بارے میں فقہاء یہی لکھتے ہیں کہ بیٹھنے میں آدھا ثواب ہے، لیکن حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بیٹھ کر پڑھتے تھے، کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ یہ جو دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے، کھڑے ہوکر کیوں نہیں پڑھتے؟ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ روایت میں کثرت سے آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتر کے بعد کی دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے[1]، اس لیے میں بھی بیٹھ کر پڑھ لیتا ہوں۔ کسی نے پھر پوچھا کہ حضرت! ثواب کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس لیے کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر بیٹھ کر نماز پڑھیں تو آدھا ثواب ملتا ہے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھیں تو پورا ثواب ملتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ ثواب تو آدھا ہی ملتا ہے، اس لیے کہ قاعدہ یہی ہے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی قاعدہ بیان فرمایا ہے اور فقہاء نے بھی یہی قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ پھر سوال کیا کہ حضرت! جب بیٹھ کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ملتا ہے تو آپ پورا ثواب لینے کے لیے کھڑے ہوکر کیوں نہیں پڑھتے؟ جواب میں ایک جملہ ارشاد فرمایا کہ

(۱) ملاحظہ ہو سنن ابی داود ۴۳/۲ (۱۳۵۱) وسنن النسائی ۲۵۱/۳) واصلہ فی صحیح مسلم ۵۰۶/۱ (۱۱۴/۷۳۱)۔

''بھائی بات یہ ہے کہ اتباعِ سنّت کے کام میں جی زیادہ
لگے، بھلے ثواب کم ہو۔''

یعنی اگر ثواب کم ملے تو اس میں کچھ حرج نہیں، لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کام جس طرح کیا ہے، اس طرح کرنے میں طبیعت زیادہ لگتی ہے اور وتر کے بعد نفلوں کا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے، اس واسطے بیٹھنے میں طبیعت زیادہ لگتی ہے، ٹھیک ہے ثواب کم ملتا ہے تو کم ملے۔

بہر حال! ہمارے بزرگوں کا یہ مزاج ہے کہ جس کام میں اتباعِ سنّت ہو اس کو پکڑ لو تو آنکھوں کو کھلا رکھ کر نماز پڑھنا سنّت ہے، چاہے اس درجے کا خشوع حاصل نہ ہو، لیکن پھر بھی اتباعِ سنّت کا جو نور اس میں ہے وہ آنکھیں بند کرنے میں نہیں ہے، یہ تو عام اصول ہے۔

مبتدی کو آنکھیں بند کرنے کی اجازت

لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس ملفوظ میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص نیا نیا دین کی طرف آیا اور اس نے نماز پڑھنی شروع کی، اب اگر تم اس پر بہت زیادہ قیدیں اور شرطیں لگا دو گے اور اس سے کہو کہ دیکھ بھائی! آنکھ بند کر کے نماز نہ پڑھنا، آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا، چونکہ وہ شخص مبتدی ہے، اس لیے اگر تم اس پر زیادہ قیدیں شرطیں لگا دو گے تو وہ بھاگ جائے گا اور اس کی طبیعت میں دین سے توحش پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا مبتدی پر زیادہ قیدیں شرطیں نہیں لگانی چاہئیں اور اس کو اس بات کا پابند نہیں کرنا چاہیے کہ وہ آنکھیں کھول کر ہی نماز پڑھے۔ اس لیے حضرت والا نے فرمایا کہ

مبتدی کو اجازت ہے، خواہ آنکھ کھولے ہوئے نماز پڑھے یا بند کر کے۔

زیادہ قیود وحشت کا باعث ہوتی ہیں

پھر آگے اس کی وجہ بیان فرمائی کہ:

اکثر صفراوی یا سوداوی قیود سے متوحش ہوتے ہیں۔

یعنی جس شخص کا مزاج سوداوی یا صفراوی ہے، اگر اس کے اوپر زیادہ پابندی عائد کی جائے کہ یہ کام اس طرح کرو اس طرح نہ کرو اور یہ کام اس طرح نہ کرو، اس طرح کرو تو پابندی کے نتیجے میں اس کی طبیعت میں وحشت پیدا ہو جاتی ہے اور جو کام وہ پہلے اچھا خاصا کر رہا تھا، اس کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے، اس لیے مبتدی پر زیادہ قیود نہیں لگانی چاہئیں، خاص طور پر اگر اس شخص کی طبیعت میں ضعف اور کمزوری بھی ہو، جیسے آج کل لوگوں کے اندر سو فیصد ضعف موجود ہے، تو ایسی صورت میں قیود انسان کے لیے پریشان کن بن جاتی ہے اور طبیعت میں دل جمعی باقی نہیں رہتی، اس لیے جو انسان ضعف اور کمزور ہو، اس پر سے قیود کم کرنی چاہئیں نہ یہ کہ قیود اور زیادہ بڑھا دی جائیں۔ کیونکہ قید لگانے سے جو فائدہ اس کو حاصل ہوتا، مثلاً یہ قید اس پر لگائی جائے کہ تم آنکھیں کھول کر ہی نماز پڑھا کرو، تو اس صورت میں آنکھیں کھول کر نماز پڑھنے سے اتباعِ سنّت کا جو فائدہ اس کو حاصل ہوتا، وہی فائدہ اس کو جسمانی کمزوری کے باوجود عبادت کرنے میں حاصل ہوجائے گا، اور وہ جسمانی کمزوری اس فائدے کی تلافی کر دیتی ہے۔ اس لیے مبتدی پر زیادہ قیود لگانے کی فکر نہیں کرنی چاہیے، اس کو ذرا عبادت کی طرف گھیر گھار کر لے آؤ، جب

عبادت کا عادی بن جائے، اس وقت قیود لگا دینا۔ در اصل ابتدائی حالات میں کسی قسم کی رعایت دینا اس عمل کی طرف لانے کے لیے ہی ہوتا ہے، ان آداب و شرائط کی نفی کر دینا یا ان کی اہمیت ختم کر دینا مقصود نہیں ہوتا، تربیت کرنے والے اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ایک خان صاحب کو راستے پر لانے کا واقعہ

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ کسی گاؤں میں گزر رہے تھے۔ وہاں دیکھا کہ ایک مسجد ویران پڑی ہے، لوگوں سے پوچھا کہ یہ مسجد ویران کیوں پڑی ہے، تم لوگ اس کو آباد کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں ایک خان صاحب رہتے ہیں، وہ اس علاقے کے سردار ہیں، ان کو دین سے کوئی تعلق نہیں، نہ نماز سے کوئی تعلق، نہ روزے سے کوئی تعلق، ہر وقت شراب و کباب کا مشغلہ رہتا ہے اور نشے میں دھت پڑے رہتے ہیں، بازاری عورتوں کا آنا جانا ہے، نماز کی طرف دھیان نہیں، ان کی وجہ سے پوری بستی خراب ہوگئی ہے، اگر خان صاحب نماز کے لیے مسجد میں آجائیں تو ساری بستی نماز پڑھنا شروع کر دے گی۔

مولانا صاحب نے فرمایا کہ مجھے ان کا پتا بتاؤ اور ان سے میری ملاقات کراؤ۔ لوگوں نے خان صاحب کا مکان بتا دیا کہ فلاں مکان ہے۔ چنانچہ مولانا صاحب ان کے گھر دعوت دینے پہنچے اور ملاقات ہوئی تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ بھائی خان صاحب! آپ ماشاء اللہ مسلمان ہیں، یہاں آپ کے محلے کی مسجد ویران پڑی ہے، اگر آپ مسجد میں نماز کے لیے جایا کریں تو لوگ بھی آپ کو دیکھ کر مسجد میں آجایا کریں گے اور مسجد آباد ہوجائے گی اور آپ کے

نامۂ اعمال میں بڑا خزانہ جمع ہوجائے گا۔ مولانا صاحب نے جو بات اس انداز سے کہی کہ خان صاحب کی طبیعت پر کچھ اثر ہوا، لیکن خان صاحب کہنے لگے کہ میں نماز پڑھنے کو تیار ہوں، البتہ مجھ سے وضو نہیں ہوسکتا، وضو کرنا میرے بس کا کام نہیں۔ دوسرے یہ کہ مجھ سے شراب نہیں چھوٹتی۔ تیسرے یہ کہ یہ عورتوں کے آنے جانے کا مشغلہ یہ مجھ سے نہیں چھوٹتا، اب ایسی حالت میں میں کیا نماز پڑھوں! اس لیے میں نماز کے لیے نہیں جاتا۔

مولانا صاحب پہلے تو بڑے سٹپٹائے کہ ان کو کیا جواب دوں، پھر کہنے لگے اچھا یہ بتاؤ کہ تم نماز پڑھنے کو تیار ہو؟ خان صاحب نے کہا کہ ہاں! میں نماز پڑھنے کو تیار ہوں، لیکن مجھ سے وضو نہیں ہوسکتا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ اچھا بغیر وضو کے نماز پڑھ لیا کرو اور دوسرے مشغلے بھی اس کے ساتھ چلتے رہے تب بھی کوئی بات نہیں۔ خان صاحب نے تعجب سے پوچھا کہ بغیر وضو کے نماز! مولانا صاحب نے فرمایا کہ ہاں! بغیر وضو کے نماز پڑھ لیا کرو، لیکن مسجد میں چلے جایا کرو۔ خان صاحب نے کہا کہ اگر اتنا آسان معاملہ ہے تو ٹھیک ہے، میں چلا جایا کروں گا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ نماز کے لیے مسجد جاؤ گے، خان صاحب نے کرلیا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ جاؤں گا۔

مولانا صاحب نے یہاں تو خان صاحب سے وعدہ لے لیا اور بلا وضو نماز پڑھنے کی اجازت بھی دے دی، لیکن ان کے گھر سے باہر نکل کر سیدھے اسی مسجد میں پہنچے اور جاکر دو رکعتیں پڑھیں اور پھر نماز کے بعد سجدے میں جاکر خوب روئے اور گڑگڑائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ! میرے بس میں اتنا ہی تھا کہ میں اس سے یہ کہہ دیتا آگے آپ کا کام ہے۔

جب نماز کا وقت آیا تو خان صاحب کو یاد آیا کہ میں نے وعدہ کرلیا ہے، اس لیے مجھے نماز کے لیے مسجد میں جانا چاہیے۔ چنانچہ جانے کا ارادہ کرلیا اور جب گھر سے نکلنے لگے تو دل میں خیال آیا کہ آج تو پہلی بار نماز کے لیے جا رہا ہے، اگرچہ مولوی صاحب نے تو اجازت دے دی کہ بغیر وضو کے پڑھ لینا، لیکن تم پہلی مرتبہ اتنے عرصے کے بعد جا رہے ہو، کم از کم آج تو وضو کر ہی لو، اور صرف وضو ہی نہیں بلکہ آج پہلے دن غسل کر کے جاؤ، پھر بعد میں چاہو تو بغیر وضو کے پڑھتے رہنا۔ چنانچہ غسل کیا، اچھے پاک صاف کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور گھر سے نکل کر مسجد پہنچے اور جب نماز پڑھی تو بس دل کی کایا ہی پلٹ گئی اور جب واپس آئے تو شراب و کباب کے جو مشغلے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کی نفرت دل میں ڈال دی اس کے بعد خان صاحب ایسے پکے نمازی بنے کہ با وضو پنج وقتہ نماز پڑھنے لگے۔

بے وضو نماز کی اجازت دینے کا اعتراض

اب زاہد خشک اس پر اعتراض کرے گا کہ مولانا صاحب نے خان صاحب کو بغیر وضو کے نماز پڑھنے کی اجازت دے دی، حالانکہ بعض اوقات بے وضو نماز پڑھنا کفر تک پہنچ جاتا ہے، لیکن اعتراض کرنے والوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ان مولانا صاحب نے ایک طرف تو خان صاحب کو بلا وضو کے نماز پڑھنے کی اجازت دی، تو دوسری طرف انہوں نے مسجد میں آ کر سجدے میں گر کر اور گڑگڑا کر اللہ سے دعا مانگیں کہ یا اللہ! یہاں تک تو لے آیا، آگے آپ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

بات دراصل یہ تھی کہ بعض اوقات مبتدی پر سے قیدیں اور شرطیں ہٹا دینا اس کو صحیح راستے پر لانے کے لیے مفید ہوتا ہے، البتہ یہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں کہ تم بھی بغیر وضو کے نماز پڑھنے کا فتویٰ دے دو، بلکہ وہ اللہ کے بندے جس کے قول اور فعل میں اللہ تعالیٰ تاثیر عطا فرما دیتے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ فہم اور بصیرت بھی عطا فرماتے ہیں اور درد اور سوز بھی عطا فرماتے ہیں، انہی کو ایسی بات سے نکالنے کا حق ہوتا ہے، جیسے حافظ شیرازی کا مشہور شعر ہے۔

بمئے سجادہ رنگین کن گرد پیرِ مغاں گوید

کہ سالک بے خبر نبود زراہ ورسم منزلہا

یعنی لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مصلے کو شراب سے رنگ دو، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ شعر درحقیقت اسی قسم کے مواقع کے بارے میں کہا گیا ہے۔

بہر حال! مبتدی جو ابھی ابھی اس راستے پر آیا ہے اس پر زیادہ قیدیں شرطیں لگانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خشوع و خضوع پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا ہے اور خیالات کو منتشر ہونے سے بچانے کے لیے اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے کسی وقت آنکھیں بند کرکے نماز پڑھنے کو اس کا دل چاہے تو آنکھیں بند کرکے نماز پڑھ لے، اس کی اجازت ہے۔ ان شاء اللہ ایسا شخص یکسوئی کا عادی ہوجائے گا، البتہ سنّت اور افضل ہر حالت میں اسی کیفیت کو سمجھتا رہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا فہم عطا فرمائے اور سنّت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ
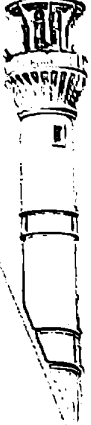
نماز میں خشوع کا طریقہ
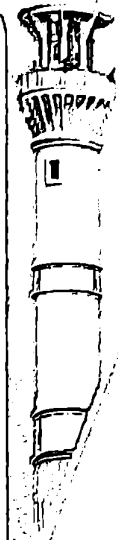
نماز میں خشوع کا طریقہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

خشوع کے معنی

حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ نے آگے کے دو تین ملفوظ میں خشوع کی حقیقت بیان فرمائی ہے، فرمایا کہ خشوع کے معنی ہیں دب جانا، پست ہو جانا، یعنی سکون جیسا کہ اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاهَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ(۱)

لہٰذا خشوع کے معنیٰ ہوئے سکون اور یہ مدِ مقابل ہے حرکت کا، تو جوارح کا سکون یہ ہے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھے نہیں، ہاتھ پیر نہ ہلائے، اور قلب کا سکون اس کی حرکت کے مقابل ہے، یعنی قلب کی حرکت یہ ہے کہ خیال کرنا، تصور کرنا، فکر کرنا یعنی سوچنا، یہ فعلِ اختیاری ہے اور اس کے مقابل سکون یعنی نہ سوچنا، یہ بھی اختیاری ہے، لہٰذا خشوع کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اپنے اختیار سے دوسرا خیال نہ لانا، یہ نہیں کہ دوسرے خیال کا دل میں نہ آنا، یہ دونوں چیزیں الگ الگ ہیں، خیال کا آنا تو اختیاری نہیں ہے خیال کا لانا اختیاری ہے۔

پس خشوع کے معنیٰ یہ ہوئے کہ اپنے اختیار سے دوسرے خیالات دل میں نہ لائے، رہا اگر کوئی خیال بلا اختیار آجائے تو وہ خشوع کے منافی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ ہمارے دل میں ایسے خیالات آتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا ان سے آسان معلوم ہوتا ہے، تو حضورِ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"أوجدتموه؟"

یعنی کیا تم نے ایسی حالت محسوس کی ہے؟

ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ:

نعم

(۱) سورۃ فصلت آیت (۳۹)۔

ہاں ایسے خیالات ہمارے دل میں آتے ہیں۔

تو آپ نے فرمایا کہ

"ذاك صريح الايمان"(۱)

یہ تو صریح ایمان کی علامت ہے اور کیوں نہ ہو چور تو وہیں آتا ہے جہاں مال و متاع ہو، اسی طرح شیطان وہی آتا ہے جہاں متاعِ ایمان ہو، ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اس طرح کہ

مقبلاً عليهما بقلبه (۲)

یعنی حال یہ ہو کہ اپنے دل سے نماز کی طرف متوجہ رہے۔

اب دیکھو کہ نماز کس چیز کا نام ہے؟ اس میں بعض چیزیں تو مختلف ہیں ان کی طرف توجہ کرنے میں یکسوئی حاصل ہونا مبتدی کو ذرا تکلف ہوتا ہے، اس لیے دیکھنا چاہیے کہ کون سی چیز ہے جو نماز میں برابر ہوتی رہتی ہے، سو وہ ذکر اللہ ہے کہ ابتداء سے انتہاء تک مسلسل پایا جاتا ہے، سو اب نماز میں توجہ ہونے کی صورت اس سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی کہ ذکر اللہ کی طرف برابر توجہ رہے، یعنی جو کچھ پڑھا جائے سوچ سوچ کر پڑھا جائے، پہلے سوچ لو پھر زبان سے نکالو، یہ نہیں کہ ریل گاڑی ہے جہاں ڈرائیور نے چلا دی اور گاڑی اڑی چلی جائے، یہاں تک کہ اسٹیشن آجائے اور ڈرائیور نے روکی تو تھم گئی، اس طرح سے اپنے اندر کی ریل گاڑی کو اگر ہم چلائیں گے تو لڑے گی، اس کا نتیجہ

---

(۱) صحیح مسلم ۱۱۹/۱ (۱۳۲)۔

(۲) صحیح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤) سنن ابی داود ۴۳/۱ (۱۶۹) وسنن النسائی ۹۵/۱ (۱۵۱)۔

یہ ہوگا کہ سارے قوائے محمودہ کے مسافر پاش پاش ہو جائیں گے اور زمین باطن میں ہل چل پڑ جائے گی۔ دنیاوی ریل سے لڑنے کا حال تو اسی وقت آنکھوں سے نظر آجاتا، ہماری اندرونی ریل کے لڑنے کا حال قیامت میں کھلے گا، بہرحال! چاہیے یہ کہ ہر ہر لفظ کو سوچ سوچ کر پڑھو اگرچہ اس میں دو چار دن مشقت معلوم ہوگی، جی گھبرائے گا، کیونکہ جی روکنا پڑے گا، لیکن جہاں ہم اپنے دنیاوی ذرا ذرا سے کاموں میں مشقت اٹھاتے ہیں خدا کے لیے بھی ذرا سی مشقت اٹھانا گوارا کر لیں، جب دنیا بے مشقت نہیں ملتی تو خدا کو چاہتے ہو کہ وہ بے مشقت ہی مل جائے۔

خشوع کی اہمیت

یہ طویل ملفوظ میں نے آپ کے سامنے پڑھا اور اس میں جو بات حضرت نے ارشاد فرمائی ہے اس کے ہم سب ضرورت مند اور محتاج ہیں، کیوں کہ عبادات میں اور خاص طور سے نماز میں خشوع مطلوب ہے، صرف اتنی بات نہیں کہ نماز پڑھ لی جائے بلکہ قرآنِ کریم میں فرمایا:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِی صَلَاتِهِم خٰشِعون[1]

وہ مومن فلاح پانے والے ہیں کہ جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

اور بھی قرآنِ کریم میں جگہ جگہ خشوع کی ترغیب اور تاکید فرمائی گئی ہے اور اس معاملے میں ہمارے درمیان بڑا افراط اور تفریط پایا جاتا ہے، بعض مرتبہ

(۱) سورۃ المومنون آیت (۱-۲)۔

تو لوگ اپنی نمازوں کو جب دیکھتے ہیں کہ اس میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں، وساوس آتے ہیں، بعض اوقات گندے گندے خیالات بھی آتے ہیں، تو مایوس ہونے لگتے ہیں اور اپنی نمازوں کی بے قدری کرنے لگتے ہیں اور یہ کہنے لگتے ہیں کہ بھئی! ہماری نمازیں کیا ہیں؟ یہ تو ہم ٹکر مارتے ہیں، نماز کا حق تو ادا نہیں ہوتا، تو اس نماز کی بے قدری کرنی شروع کر دیتے ہیں اور یہ بے قدری بعض اوقات -اللہ بچائے- نماز چھوڑنے تک لے جاتی ہے، کیونکہ جب آدمی یہ سمجھے کہ یہ تو نماز ہے ہی نہیں اور یہ عبادت ہی ادا نہیں ہوئی تو شیطان یہ بہکاتا کہ پھر وقت کیوں ضائع کیا؟ العیاذ باللہ! اور کیوں محنت کی؟ اس واسطے وہ چھڑا دیتا ہے، بعض اوقات تو یہ تصور بھی غلط ہے اور یہ غلو ہے۔اس واسطے کہ الحمد للہ جس طرح بھی نماز پڑھنے کی توفیق ہو رہی ہے، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ ان بہت سو سے یہ حالت بہت اچھی جن کو اس طرح نماز پڑھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

حضرت عارفی رحمہ اللہ کا ملفوظ

ہمارے حضرتِ والاحضرت عارفی قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھو جیسی کیسی پڑھی جا رہی اس کو ایک نعمت سمجھو، اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق سمجھو، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور جو اپنی طرف سے کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان پر استغفار بھی کرو ان کو درست کرنے کی فکر بھی کرو۔ اسی لیے حدیث میں آتا ہے کہ نبیٔ کریم سرورِ دو عالم ﷺ نماز ختم ہونے کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ فرماتے (۱)، اب بظاہر تو استغفار تو کسی ایسے موقع پر کیا جاتا ہے جب

(۱) صحیح مسلم ۱/۴۱۴(۵۹۱)۔

کسی سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، لیکن نبی کریم ﷺ نماز کا سلام پھیرتے ہی فوراً استغفار فرماتے، یہ تین مرتبہ کہنا مسنون ہے، یہ کیوں؟ ہمارے حضرت فرماتے تھے کہ یہ درحقیقت اس بات سے استغفار ہے کہ یا اللہ نماز تو ہم نے پڑھ لی، لیکن نماز پڑھنے کا جو حق ادا کرنا چاہیے تھا، وہ ہم سے ادا نہ ہو سکا۔ جیسی پڑھنی چاہیے تھی ویسی نہیں پڑھی، کیونکہ آدمی کتنا ہی بنا سنوار کے نماز پڑھ لے اللہ تعالیٰ کا حق تو ادا نہیں ہوتا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ قبول فرما لیں۔ اس لیے آپ استغفار فرماتے کہ اے اللہ! ہم سے جو اس معاملہ میں کوتاہی ہوئی وہ آپ معاف فرما دیجیے، تو یہ استغفار اس لیے تھا کہ الحمد للہ توفیق تو ہوگئی نماز پڑھنے کی لیکن جو اس میں کوتاہیاں ہیں۔ اس پر استغفار، تو ایک طرف تو بعض لوگوں میں یہ انتہاء پیدا ہو جاتی ہے، یہ غلو پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی ناقدری کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہمارے حضرت فرماتے ہیں کہ کبھی ناقدری نہ کریں جیسی کیسی بھی توفیق ہو رہی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اپنی طرف سے جو کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان پر استغفار کرو۔

دوسری کوتاہی

دوسری طرف جو زیادتی ہے وہ اللہ بچائے، ہم سب ہی میں پائی جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے دور کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ساری عمر گزر جاتی ہے اور یہ فکر پیدا نہیں ہوتی کہ نماز میں خشوع بھی پیدا ہونا چاہیے۔ خاص طور سے جب یہ پہلی بات کہی جاتی ہے کہ بھئی جیسی کیسی بھی پڑھنے کی توفیق ہو رہی ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو، تو بعض مرتبہ ہم لوگ اسی پر قناعت کر کے بیٹھ جاتے ہیں کہ بھئی چلو ہم لوگوں کی حالت ان لوگوں کے مقابلے میں تو بہتر ہے جو نماز

نہیں پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا اس نماز کو مزید بہتر بنانے کی، اس کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کا مناسب سلیقہ پیدا کرنے کی فکر ہی نہیں ہوتی، جو ہو رہی تو ہو رہی، چلی آ رہی ہے اور خشوع نہیں ہے تو نہیں، کوئی فکر ہی نہیں۔ یہ اور زیادہ خراب بات ہے کہ آدمی اس پر مطمئن ہو کر بیٹھ جائے اور اپنی طرف سے کوشش بھی نہ کرے۔ ارے بھئی! یہ تو زندگی بھر کا کام ہے کہ آدمی بہتر سے بہتر کی طرف بڑھتا جائے، خشوع آج پیدا نہیں ہو رہا تو اسے حاصل کرے، اس کے دل میں تشویش ہو کہ کیوں نہیں پیدا ہو رہا؟ کیا طریقہ ہے مجھے وہ خشوع حاصل کرنے کا؟ وہ فکر اور تشویش اس کے دل میں پیدا ہونی چاہیے اور اس کے حساب سے اس کی کوشش بھی ہونی چاہیے، ورنہ مؤاخذہ ہو گا۔ اگر کوشش بھی نہیں کی تو مؤاخذہ ہو گا۔ کوشش کرنے کے باوجود بھی حاصل نہیں ہوا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں معافی کی امید ہے، لیکن جب فکر ہی نہیں، غفلت کا عالم طاری ہے، جیسا وقت گزر رہا ہے وہ گزار رہے ہیں اور اس کو بہتر بنانے کی فکر نہیں ہے تو پھر اس پر تو مؤاخذہ ہوگا اللہ تعالیٰ کے یہاں کیا جواب دو گے؟ تو ہمارے حضرتِ والا فرماتے ہیں کہ کوشش ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ کوشش میں لگا رہے خشوع پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

خشوع کیا ہے؟

تو خشوع ہے کیا چیز؟ اس کی حضرت نے تشریح فرمائی۔ خشوع عربی کا لفظ ہے اور اس کے لفظی معنیٰ تو ہوتے ہیں دب جانا، پست ہو جانا اور دوسرے انداز میں حضرتِ والا نے فرمایا کہ اس کو سکون سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ اب سکون دو قسم کا ہے، ایک حرکات کا سکون، اپنے جسم کا سکون، ظاہری اعضاء کا سکون

اور ایک دل کا سکون، ظاہری اعضاء کا سکون تو یہ ہے کہ نماز اس طرح پڑھے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور جس طرح آپ نے پڑھی، ہاتھ وہاں باندھے جہاں باندھنے چاہییں، رکوع کرے تو رکوع کے آداب کے ساتھ کرے، سجدہ کرے تو سجدے کے آداب کے ساتھ کرے، یہ جتنے طریقے مسنون ہیں نماز کے ان سب کا پورا اہتمام کرے اور یہ مسنون طریقے بھی درحقیقت ہمارے لیے تو یہی کافی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے اور سنّت پر عمل کرنا ہمارے لیے صلاح و فلاح کا راستہ ہے، ہمارے لیے تو اتنا ہی کافی ہے، لیکن یہ جو مسنون طریقے ہیں ان کا ایک بالخاصہ اثر ہے، ان کی خاصیت یہ ہے کہ وہ خشوع کی طرف انسان کو لے جاتے ہیں اور اگر ان کا اہتمام نہ کیا جائے تو پھر خشوع نہیں ہوتا، دل میں طرح طرح کے وساوس آتے رہتے ہیں، جتنی نماز سنّت کے مطابق ہوگی اتنا ہی انسان خشوع کے قریب ہوگا۔

اب اس کی ایک مثال یہ سمجھیے کہ جیسے جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو مسنون یہ ہے کہ نگاہ سجدہ کی جگہ پر ہو اب اس کو خیالات کو جمع کرنے میں بڑا زبردست اثر ہے، اگر نگاہ سجدہ کی جگہ پر نہیں، سامنے دیکھ رہا ہے آدمی تو اگرچہ سامنے دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن ہوگا کیا کہ ایک تو سنّت کے خلاف ہوا اور دوسرے یہ کہ سامنے دیکھنے کی وجہ سے خیالات خود بخود آنے شروع ہو جائیں گے، جس چیز پر نگاہ پڑے گی اس کا خیال آجائے گا، تو اب ہمیں تعلیم کیا دی گئی کہ سجدہ کی جگہ پر نگاہ رکھو، اس کا بڑا اثر ہوتا ہے خیالات کو مجتمع کرنے میں، پاؤں کو سیدھا رکھو ایسا نہ ہو کہ سجدہ میں جاؤ تو ایک پاؤں سیدھا ہو اور ایک پاؤں بچھا ہو، التحیات میں بھی جب بیٹھے تو ایک پاؤں کھڑا ہو اور ایک پاؤں بچھا ہو، لوگ اہتمام نہیں کرتے، یہ بات تقریباً روزانہ نظر آتی ہے کہ

سامنے کی صف میں کسی نے کسی طرح پاؤں رکھے ہیں کسی نے کسی طرح رکھے ہوتے ہیں، جو سنّت کا طریقہ ہوتا ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پاؤں پر بیٹھے وہ نہیں ہوتا، بھئی بیٹھ گئے بس جس طرح بیٹھنا تھا، اس طرح بیٹھ گئے، تو نتیجہ یہ کہ ایک تو وہ سنّت کی برکات سے محروم ہوئے۔ خلافِ سنّت طریقہ سے بیٹھے اگرچہ نماز ہو گئی فاسد نہیں ہوئی، لیکن سنّت کی برکات سے محروم ہوئے اور سنّت کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں خشوع پیدا کرنے کا بالخاصہ اثر رکھتی ہے۔ تو اگر آدمی اس بات کا اہتمام کر لے کہ اس کے سارے افعال و اعمال سنّت کے مطابق انجام پائے تو ایک بہت بڑا راستہ خشوع حاصل کرنے کا پیدا ہو جاتا ہے، میرا بھی ایک چھوٹا سا رسالہ ہے "اپنی نمازیں درست کیجیے" اس میں جو عام طور پر غلطیاں ہوتی ہیں نماز پڑھنے کے دوران ان پر متنبہ کیا ہے کہ ان غلطیوں سے پرہیز کرنا چاہیے اور نماز کے مسنون طریقہ پر اور بھی بہت ساری کتابیں چھپی ہوئی ہیں، ہر مسلمان کو چاہیے ان کو پڑھے، یاد رکھے اور ان پر عمل کرنے کوشش کرے۔

افسوس یہ ہے کہ بعض اوقات اچھے خاصے پڑھے لکھے عالم یا طالبِ علم جو دوسرے سال سے پڑھنا شروع کرتے ہیں کہ نماز میں سنّتیں کیا کیا ہوتی ہیں؟، لیکن دورۂ حدیث تک پہنچ گئے، دورۂ حدیث سے فارغ بھی ہو گئے، مگر ان سنّتوں پر عمل کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اس کا اہتمام نہیں۔ اس کا دھیان نہیں ہوتا۔ یہ بڑے ہی افسوس کی بات ہے، کیوں کہ علم اسی لیے حاصل کیا جا رہا کہ اس پر عمل کیا جائے، اگر سنّت پر عمل کا اہتمام نہیں ہے تو پھر اس کا فائدہ کیا ہوا۔ اس لیے اس بات کا ہر بندے کو چاہیے وہ طالب علم ہو استاد ہو شاگرد ہو، عالم ہو یا عام آدمی ہو، عام مسلمان ہو ہر ایک کو ان سنّتوں کی معرفت

حاصل کرنی چاہیے اور ان کے مطابق اپنی نمازوں کو بنانا چاہیے۔ یہ پہلا قدم ہے خشوع حاصل کرنے کی طرف۔

نماز کی حالت میں اعضاء پرسکون ہونے چاہیے

اسی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جب نماز میں ہوں تو اعضاء میں حرکت نہ ہو۔ جتنا آدمی بے حرکت کھڑا ہو گا اتنا ہی نماز میں خشوع حاصل ہو گا، قرآنِ کریم فرماتا ہے:

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۱)

اللہ کے سامنے جب کھڑے ہو تو قانت بن کر کھڑے ہو۔

قانت کی تشریح فقہاءِ کرام نے یہی کی ہے کہ حرکت نہ ہو۔ اب بلاوجہ بعض اوقات کسی خاص عذر کے بغیر لوگ ہاتھ ہلا رہے ہیں، جسم کھجا رہے ہیں، حالانکہ اتنی کوئی شدید کھجلی نہیں ہے کہ کھجانے کی ضرورت ہو، یہ سب لاپرواہی ہے، جس کے نتیجے میں آدمی سنّت کی برکات سے بھی محروم ہو رہا ہے اور خشوع سے بھی محروم ہو رہا ہے۔ یا کھڑے کھڑے آدمی ہلنا شروع کر دیتا ہے یا ہاتھ پاؤں ہلانا شروع کر دیتا ہے۔ یہ ساری باتیں جو ہیں یہ سنّت کے بھی خلاف اور خشوع کو فوت کرنے والی ہیں جن کے نتیجے میں آدمی خشوع سے محروم ہو جاتا ہے۔ تو خشوع کا پہلا قدم جس کو خضوع بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اعضاء نماز کے اندر سنّت کی ہیئت پر رہیں اور ان میں حرکت نہ ہو۔ وہی حرکت ہو جو نماز کی حرکت ہے۔ نماز کے علاوہ حرکت سے آدمی اپنے آپ کو بچائے۔ یہ پہلا

---

(۱) سورۃ البقرۃ آیت (۲۳۸)۔

قدم ہے اور کر کے دیکھ لے آدمی، کہ اس کا اہتمام کرنے سے خشوع کس طرح حاصل ہوتا ہے اور اس لاپرواہی برتنے سے خشوع کس طرح فوت ہوتا ہے۔

خشوع کا آغاز وضو سے ہوتا ہے

اسی طرح بلکہ علماء کرام نے یہ بھی فرمایا ہے تجربہ کرنے کے بعد کہ خشوع کا آغاز ہوتا ہے درحقیقت وضو سے، کہ جب وضو کر رہا ہے آدمی تو اس وقت بھی کہا گیا ہے کہ دنیا کی باتیں نہ کرو بلکہ وضو کی طرف متوجہ ہو کر وضو کرو، اعضاء صحیح طریقے سے دھو، اعضاء کو دھوتے وقت اللہ تعالیٰ نے جو اجر اعضا کے دھونے پر رکھا ہے اس کا دھیان کرو۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ بندہ جو کوئی عضو دھوتا ہے وضو کے اندر تو ہر عضو کے دھونے سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور اس کے گناہ دھلتے ہیں[1]، تو بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی وضو کر رہا ہو تو جو عضو بھی دھو رہا ہو تو اس کے دھونے میں یہ تصور میں لائے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی ہاتھ دھوتا ہے تو ہاتھ کے گناہ جھڑتے ہیں جب منہ دھوتا ہے تو منہ کے گناہ جھڑتے ہیں تو میرے گناہ ان شاء اللہ جھڑ رہے ہیں۔ یہ تصور کرے اس تصور کے ساتھ جب وضو کیا جائے گا تو اس میں جو نور پیدا ہوگا اس سے جو کیفیات پیدا ہوں گی وہ ان شاء اللہ آگے نماز کے اندر مددگار ہوں گیں۔

اور وضو کے اندر مسنون دعائیں پڑھے جو نبی کریم ﷺ سے ماثور دعا ہے وہ ہے:

---

(۱) صحیح مسلم ۲۱۵/۱ (۲٤٤)۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ[1]

تو یہ دعا پڑھتا رہے اور:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ[2]

یہ نبیٔ کریم ﷺ سے ماثور ہیں اور بعض علماءِ کرام نے کچھ اور دعائیں بھی بتائی ہیں کہ ہاتھ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے اور چہرہ دھوتے وقت یہ دعا پڑھے وہ اگرچہ ان مواقع پر مسنون نہیں ہیں، لیکن ہیں وہ سب نبیٔ کریم سرورِ دو عالم ﷺ کی مانگی ہوئی دعائیں ہیں ان کو یاد کرلیں۔ غرض وضو سے خشوع کا آغاز ہوتا ہے کہ آدمی سنّت کے مطابق وضو کرے اور سنّت کے مطابق وضو کی طرف متوجہ ہو۔ حدیث میں نبیٔ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پانی میں اسراف سے بچو، یعنی وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی مت بہاؤ، یہاں تک فرمایا:

"ایاك والسرف وان کنت علیٰ نهر جار"[3]

کہ فضول خرچی سے بچو چاہے تم بہتے ہوئے دریا کے کنارے کھڑے ہو۔

اگر دریا کے کنارے کھڑے ہو کر کوئی دریا سے وضو کر رہا ہو تو دریا کے

---

(۱) السنن الکبری للنسائی ۳٦/۹ (۹۸۲۸)۔ وذکرہ النووی فی الاذکار ص ۲۹ (۷۸) وقال باسناد صحیح۔ ومسند ابی یعلی ۲۵۷/۱۳ (۷۲۷۳)۔
(۲) ملاحظہ ہو صحیح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤)۔
(۳) ماخوذ از سنن ابن ماجه ۳۵٦/۱ (٤۲۵) ومسند احمد ۴۸۱/٦ (۷۰٦۵) المبسوط للسرخسی ۴۵/۱ وبدائع الصنائع ۳۵/۱۔
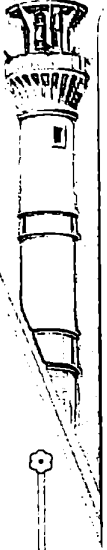
پانی میں تو کوئی کمی نہیں آتی، لیکن عادت بدلوانی مقصود ہے کہ فضول خرچی کی عادت مت ڈالو، یہ نہیں کہ نل تیز کھول دیا جتنا پانی بہہ رہا بہہ رہا چاہے ضرورت ہے یا نہیں ہے۔ اسراف سے بچتے ہوئے وضو کرو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اور ہر عضو کو دھوتے وقت یہ تصور کرو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے اس کے گناہ جھڑ رہے ہیں، جب اس طرح وضو کر کے آئے آدمی اور پھر نماز کے اندر کھڑا ہوا اور سنّت کے مطابق تمام اعمال انجام دیے۔ اعضاء کو بلا ضرورت حرکت سے بچایا تو ان شاء اللہ پہلا قدم خشوع کا حاصل ہو گیا۔

خشوع کا دوسرا قدم

اب دوسرا قدم ہے قلب کا سکون، دل کا خشوع اس کا مطلب کیا ہے کہ آدمی دھیان دے نماز کی طرف اور نماز کے علاوہ دوسری باتیں جو ہیں ان کو اپنے اختیار سے دل میں نہ لائے اپنے اختیار سے نہ سوچے، بلکہ نماز کی طرف متوجہ رہے۔ حضرت نے اس ملفوظ میں ارشاد فرمایا کہ یوں تو نماز کے اعمال بہت سے ہیں، قیام بھی، رکوع بھی، سجود بھی، قعدہ بھی ہے۔ یہ سارے نماز ہی کے اعمال ہیں، لیکن ایک چیز جو سب میں قدرِ مشترک ہے وہ ذکر ہے۔ ہر جگہ ذکر ہے یا تلاوت کی صورت میں ہے سورۂ فاتحہ پڑھنا، اس کے ساتھ کوئی سورۃ ملانا یا تکبیر ہے اللہ اکبر یا رکوع کے اندر "سبحان ربی العظیم" ہے یا "سمع اللہ لمن حمدہ" ہے یا "سبحان ربی الاعلیٰ" ہے یا تشہد ہے۔ یہ سب ذکر اللہ ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک نماز اللہ کے ذکر پر مشتمل ہے۔ تو چونکہ وہ ہر رکن کے اندر ہے، اس واسطے توجہ اس کی طرف ہو، "الحمد للہ

رب العالمین" کہا تو دھیان کے ساتھ کہو پتا ہو کہ میں "الحمد لله رب العالمین" کہہ رہا ہوں۔ دھیان ان الفاظ کی طرف دو۔ "الرحمٰن الرحیم" کہا تو دھیان "الرحمٰن الرحیم" کی طرف ہو، "مالك یوم الدین" کہا تو دھیان "مالك یوم الدین" کی طرف ہو، بلکہ ایک اور بات کا بھی اگر دھیان پیدا کرلو جس کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث(۱) میں توجہ دلائی کہ آپ نے فرمایا کہ

> جب بندہ نماز کے اندر کہتا ہے کہ "الحمد لله رب العالمین" تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "حمدنی عبدی" میرے بندے نے میری تعریف کی ہے (گویا اللہ تعالیٰ جواب دیتے ہیں اور اس کی قدر فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے میری تعریف کی "الحمد لله رب العالمین" کہہ کر) جب بندہ کہتا ہے "الرحمٰن الرحیم" تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں "أثنیٰ علی عبدی" میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب "مالک یوم الدین" کہتا ہے تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "مجدنی عبدی" میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی ہے۔ پھر جب بندہ کہتا ہے "ایاك نعبد و ایاك نستعین" کہ یا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو باری تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم ۲۹۶/۱ (۳۹۵)۔

اللہ اور بندہ کے درمیان معاہدہ

عجیب بات ارشاد فرمائی کہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے، کیا معنیٰ؟ یہ ایک معاہدہ ہے جو بندہ مجھ سے کر رہا ہے۔ عہد یہ کر رہا ہے کہ یا اللہ! عبادت کروں گا تو تیری کروں گا۔ مدد مانگوں گا تو تجھ سے مانگوں گا۔ تو میرے اور میرے بندے کے درمیان یہ ایک معاہدے کا رشتہ قائم ہو گیا ہے، اس "اياك نعبد و اياك نستعين" کہنے کی وجہ سے۔

"ولعبدي ماسأل" اور اب جو میرا بندہ مانگے گا میں اس کو وہ دوں گا، چنانچہ آگے بندہ کہتا ہے "اهدنا الصراط المستقيم" یا اللہ! ہمیں صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرمائیں۔ "صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين" تو یہ صراطِ مستقیم کی جو دعا ہے پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ فرما دیتے ہیں کہ بندہ جو مانگنے والا ہے میں اس کو دے دوں گا۔

یہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تو اسی لیے بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی سورۂ فاتحہ پڑھے تو اسے چاہیے کہ ہر آیت پر وقف کرے، کیونکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تو آپ کے ایک جملے کے جواب میں کچھ ارشاد فرمائیں اور آپ اس کو توجہ دیے بغیر بھاگتے چلے جائیں۔ اس لیے فرمایا کہ اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر آیت پر بندے کو وقف کرنا چاہیے اور اگر یہ توجہ اور خشوع کے ساتھ ہو تو اس خشوع کا ان شاء اللہ بڑا لطف محسوس ہو گا وہ اس طرح کہ جب الحمد للہ رب العالمین کہا تو پھر تصور کرے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جواب میں فرما رہے ہیں حمدنی عبدی، جب الرحمن الرحیم کہا تو تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں

اثنی علی عبدی، جب مالک یوم الدین کہے تو تصور کرے کہ باری تعالیٰ فرما رہے مجدنی عبدی۔ تو یہ الفاظ اگر یاد ہوں تو بہت اچھا، نہیں تو کم از کم اس کے معنیٰ کا تصور کر لے تو اس سے خشوع میں ان شاء اللہ اور اضافہ ہوگا۔

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت دوران ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

میں نے یہاں تک اپنے اساتذہ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سنا کہ انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ میں تو جب نماز پڑھتا ہوں تو جب تک الحمد للہ رب العالمین کہنے کے بعد حمدنی عبدی کی آواز نہیں سن لیتا، اس وقت تک آگے نہیں بڑھتا، یعنی مجھے آواز آتی ہے۔ میں الرحمن الرحیم نہیں پڑھتا، الرحمن الرحیم کے بعد جب تک أثنیٰ علیَ عبدي کی آواز نہیں آجاتی، تو میں آگے نہیں بڑھتا۔

بہر حال! یہ ان کا مقام ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو یہ مقام بخشا تھا۔ ہما شما کہاں اس کی آرزو کرے، کہاں اس کی تمنا کرے؟ لیکن کم از کم اتنا ہو کہ بندہ ہر آیت کے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کے جواب کا تصور کرے اور دھیان ان الفاظ کی طرف لگائے جو الفاظ وہ زبان سے سورۂ فاتحہ میں ادا کر رہا ہے۔

مقتدی دھیان کس طرح دے؟

اور اگر امام کے پیچھے ہے تو امام جو تلاوت کر رہا ہوتا ہے، اس کی طرف دھیان دے اور اگر سرّی نماز ہے، امام تلاوت نہیں کر رہا تو اپنے دل دل میں سورۂ فاتحہ پڑھے بغیر زبان ہلائے ہوئے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ حدیث بیان فرمائی کہ نماز بغیر سورۂ فاتحہ کے نہیں ہوتی تو ان کے شاگرد نے کہا کہ حضرت میں تو کبھی کبھی امام کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں مقتدی بن کر تو آپ نے فرمایا:

"اقرأبها في نفسك يافارسي"(۱)

کہ اے فارسی تم یہ سورۂ فاتحہ اپنے دل میں پڑھا کرو۔

جب سرّی نماز ہو تو دل میں پڑھو۔ امام زبان سے پڑھ رہا ہوگا تم دل دل سے اس کو دہراؤ۔ جس کیفیت کے ساتھ عرض کیا کہ ہر آیت کے اوپر رک کر اللہ تعالیٰ کے جواب کا تصور کرو تو غرض کان لگاؤ، ان الفاظ کی طرف جو زبان سے ادا کر رہے ہو۔ پھر سرّی نماز میں ایک مرحلہ ایسا بھی آجاتا ہے، جبکہ چلو سورۂ فاتحہ بھی پڑھ لی دل دل میں، اس کے بعد بھی رکوع نہیں ہوا، کچھ وقت گزر رہا ہے تو اس وقت میں آدمی کو چاہیے کہ یا تو اپنی طرف سے کوئی سورت ذہن میں لاکر وہ دل دل میں پڑھ لے یا دل دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگے کہ یا اللہ! میں آپ کے سامنے کھڑا ہوں۔ یا اللہ! میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ اپنے فضل و کرم سے میری فلاں حاجت پوری فرما دیجیے۔ غرض اپنے دل کو اللہ تبارک وتعالیٰ سے کچھ مانگنے کی طرف لگاؤ۔

دل کبھی خیالات سے خالی نہیں رہتا

دل کا قاعدہ یہ ہے کہ یہ کبھی بھی خالی نہیں رہتا، اس میں کچھ نہ کچھ خیال ہر وقت آتا ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کو ہر وقت کوئی نہ کوئی خیال نہ

(۱) صحيح مسلم ۲۹٦/۱ (۳۹۵). و مؤطا امام مالك ۱۱٤/۲ (۲۷۸) طبع مؤسسة زايد.

آرہا ہو۔ وہ خیال سے خالی نہیں ہوتا، اگر تم اس کو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے آباد کر دو گے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد کر دو گے تو پھر وہ دوسرے خیالات نہیں آئیں گے، لیکن اگر تم نے خالی چھوڑ دیا تو فارسی کی مثل مشہور ہے کہ ع

خانہ خالی را دیو میگیرد

کہ جو گھر خالی پڑا ہوا ہو کوئی نہ کوئی جن آ کر قبضہ کر لیتا ہے اس پر، تو اگر دل خالی پڑا ہوا ہو گا تو اس پر کوئی نہ کوئی دیو آ کر قبضہ کر لے گا، یعنی طرح طرح کے ادھر ادھر کے خراب خراب خیالات آنے شروع ہو جائیں گے۔

رکوع اور دیگر ارکان نماز میں دھیان

رکوع میں گئے تو سبحان ربی العظیم کہہ رہے ہو تو دھیان دے کر کہو کہ میں اپنے پروردگارِ عظیم کی پاکی بیان کر رہا ہوں۔ سجدے میں جاؤ تو سبحان ربی الأعلیٰ دھیان سے کہو، دل اور خیال کو اس کی طرف لگاؤ۔ جب التحیات میں بیٹھے تو یہ زبان سے کہا التحیات للہ والصلوات والطیبات تو دھیان سے کہو۔ درحقیقت یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں تحمید و تقدیس کا ایک طریقہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کے ذریعے ہمیں سکھایا کہ جب تم ہماری بارگاہ میں بیٹھے ہو تو یہ کہو، یہ ایسا ہے جیسا کہ ہم کسی بڑے کے پاس جائیں، کسی بزرگ کے پاس تو ایسے ہی نہیں جا کے بیٹھ جاتے، بلکہ سلام کرتے ہیں، پھر بیٹھتے ہیں، تو یہاں اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں جب بیٹھے تو اس کے لیے جو تحیہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقرر فرمایا وہ یہ ہے التحیات للہ والصلوات والطیبات تو تصور کرو کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ
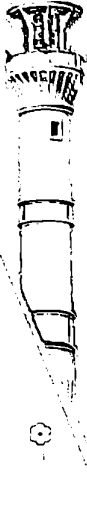
کی بارگاہ میں ایک تحیہ پیش کر رہا ہوں جیسے کہ ہم کسی بڑے کو سلام کرتے ہیں اس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ تحیہ کہہ رہا ہوں۔

پھر اس کے بعد السلام علیک أیھا النبی ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ تو یہ خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور علماءِ کرام نے فرمایا کہ یہاں پر آدمی کو تصور کرنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں سلام کر رہا ہوں، آپ کو تصور میں، ذہن میں لا کر آپ کو گویا سلام کر رہا ہوں اور پھر جب السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین کہا تو یہ ایک دعا ہے خود اپنے لیے بھی کہ ہمارے اوپر بھی سلامتی ہو اور اللہ تعالیٰ کے جتنے بھی نیک بندے ہیں ان کے اوپر بھی سلامتی ہو۔

التحیات للہ کا فلسفہ

تو ذرا غور کرو کتنا پاکیزہ طریقہ ہے جو التحیات میں بیٹھنے کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعے ہمیں سکھایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں تحیہ بھی ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھی عرض کر دیا اور اپنے لیے اور سارے نیک بندوں کے لیے سلامتی کی دعا بھی ہو گئی۔ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین تو آدمی کو اس تصور کے ساتھ پڑھنا چاہیے، ہم لوگ تو دوڑا دوڑا کے چلے جاتے ہیں، اس میں دھیان ہی نہیں آتا کہ کیا زبان سے نکلا، کیا نہیں نکلا؟ ذرا سی توجہ کر کے مشق کر کے اس طرح ادا کرو۔

درود شریف اور دعا

اس کے بعد پھر درود شریف ہوتا ہے۔ درود شریف کے بعد پھر دعا ہوتی

ہے۔ دعا جو آخر میں ہوتی ہے درود شریف کے بعد وہ کوئی بھی دعا ہوسکتی ہے، قرآنِ کریم کی یا قرآنِ کریم کے الفاظ کے مشابہ کوئی دعاءِ ماثور ہو وہ پڑھ سکتے ہیں۔ کوئی ایک دعا متعین نہیں، جیسے بعض لوگ سمجھتے ہیں اور اگر ایک سے زیادہ کرنا چاہو تو ایک سے زیادہ بھی کرسکتے ہیں۔ اگر دعاءِ ماثورہ بہت ساری یاد ہیں سب پڑھ لو۔ یہ تو آخر میں جاتے ہوئے جب ساری نماز مکمل ہوگئی تو اب بارگاہِ الٰہی میں درخواست ہے کہ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا فرما دیجیے۔ یا اللہ! میرا یہ مقصد پورا فرما دیجیے۔ تو وہ دعائیں کر کے اور پھر رخصت ہوا السلام علیکم ورحمۃ اللہ دائیں طرف بھی اور بائیں طرف بھی جتنے لوگ ہیں ان سب کے لیے دعا ہوگئی۔ یہ ہے نماز کا ایک خلاصہ۔

اگر ہم اس بات کا اہتمام کریں کہ اوّل قدم یہ کے اپنے اعضاء کو سنّت کے مطابق رکھیں اور جو الفاظ زبان سے نکل رہے ہیں میری زبان سے یا امام کی زبان سے دھیان اس کی طرف رکھیں، خشوع حاصل ہوگیا۔

خشوع کی حقیقت

بعض لوگوں نے خشوع کا کچھ اتنا غیر معمولی درجہ ذہن میں بٹھایا ہوا ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ بھئی ہم سے تو خشوع ہو ہی نہیں سکتا، جیسا کہ واقعات بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ہیں کہ ایک صحابی تھے وہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے تو ایک پرندہ آیا، دُبسی پرندہ وہاں پر ہوتا تھا، وہ اس نخلستان کی شاخوں میں الجھ گیا، باہر نہیں نکلا جا رہا تھا، تو ان کا دھیان اس پرندہ کی طرف چلا گیا نماز کے دوران اور انہوں نے یہ سوچا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مجھے کتنا بڑا

باغ دیا ہے کہ یہ پرندہ جو ہے اس سے کسی طرح نکلنے کے بھی قابل نہیں ہو رہا، اتنا لمبا چوڑا میرا باغ ہے، یہ تصور آ گیا نماز میں۔ تو بعد میں اس تصور کی وجہ سے سمجھا کہ میری نماز ادھوری رہ گئی تو اس کے کفارے کے طور پر وہ پورا باغ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں صدقہ کر دیا[1]۔ یہ واقعہ بے شک ہوا ہے۔

بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ واقعہ ہوا کہ جہاد کے دوران پہرہ دے رہے ہیں، پہرہ دیتے ہوئے سوچا کہ چلو نماز پڑھ لیں، نماز پڑھنی شروع کی اور تلاوت کر رہے تھے دشمن کی طرف سے تیر آیا اور آ کر لگا، اب تیر لگا خون بھی نکلا زخم بھی لگا، لیکن نماز نہیں توڑی۔ بعد میں پوچھا لوگوں نے کہ کیوں نہیں توڑی؟ تو کہا کہ میں نے ایک سورت شروع کر رکھی تھی قرآنِ کریم کی تو مجھے اس کو بیچ میں چھوڑنا پسند نہیں آیا[2] تو بیشک یہ ان بزرگوں کا اونچا مقام ہے، لیکن ہر بندے سے اس قسم کا خشوع اللہ تعالیٰ کو مطلوب نہیں۔ یہ اونچا مقام ہے جس کو مل گیا اس کی نعمت ہے، لیکن ہر بندے سے یہ مطلوب نہیں ہے کہ اس درجہ کا خشوع حاصل کرو، لیکن یہ درجہ جو حضرت نے بیان فرمایا ہے اور جس کی تشریح میں نے آپ کے سامنے پیش کی ہے یہ ہر بندے سے مطلوب ہے کہ کوشش کرے اس طرح نماز پڑھنے کی۔

---

(۱) موطا امام مالك ۸۹/۱ (۶۹)۔ طبع دار احیاء التراث العربی۔
(۲) مسند احمد ۱۵۱/۲۳ (١٤٨٦٥) وسنن ابی داود ۵۰/۱ (۱۹۸) والحدیث سکت عنه ابو داود والمنذری فی "مختصره"۔ ورواه البخاری فی صحیحه ٤٦/۱ معلقا عن جابر ومختصرا۔

ناکامی کی فکر نہ کریں

ہاں انسان کی ہر کوشش کا حال یہ ہے کہ کبھی کامیاب ہو گیا اور کبھی ناکام ہو گیا۔ یہ بھی ہوتا ہے۔ انسان کی کوئی بھی کوشش ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ اس میں سو فیصد گارنٹی ہے کامیاب ہونے کی، اس میں ناکامی بھی ہوتی، لیکن ناکامی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ آدمی بس چھوڑ کے بیٹھ جائے، بلکہ اس فکر میں اور اس کوشش میں لگا رہے تو پھر رفتہ رفتہ اس میں کامیابی بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ دیکھو دنیا کے ہر کام میں یہ ہو رہا ہے کہ ایک شخص نے فرض کرو دکان کھولی تو کوئی گارنٹی نہیں ہے کہ پہلے دن سے ہی اس کو نفع ملنا شروع ہو جائے گا۔ ایک دن ہو سکتا ہے کوئی خریداری ہی نہیں ہوئی ناکامی ہو گئی نقصان ہو گیا، لیکن اس کی وجہ سے دکان بند نہیں کی جاتی بلکہ آدمی کوشش میں لگا رہتا ہے یہاں تک کہ پھر اللہ تعالیٰ کامیابی نصیب فرما دیتے ہیں۔ دنیا کے ہر کام میں یہ حال ہے تو اسی طرح خشوع کی کوشش میں یہ گارنٹی نہیں ہے کہ آج اگر شروع کرو گے تو آج ہی مکمل کامیابی حاصل ہو جائے گی، لیکن آدمی اگر کوشش میں لگا رہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں کم از کم معذور قرار پائے گا۔

غیر اختیاری خیالات معاف ہیں

اور اسی لیے حضرت فرماتے ہیں کہ جب آدمی کوشش میں لگا ہوا ہے اپنی طرف سے دھیان نماز کی طرف لگایا ہوا ہے، بیچ میں اتفاق سے غیر اختیاری طور پر خیالات آ گئے، اپنے اختیار سے نہیں لائے، خود بخود آ گئے جیسے ہر انسان
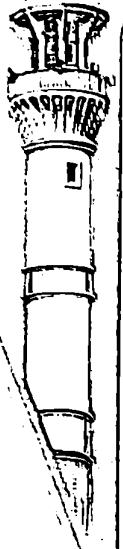
کے ساتھ ہوتا ہے، تو حضرت فرماتے ہیں وہ معاف ہیں اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا اللہ تعالیٰ کے یہاں۔ کیونکہ اختیار سے باہر تھا، لیکن جب یاد آجائے پھر نماز کی طرف متوجہ ہوجائے۔ پھر خیال آگیا پھر متوجہ ہو جائے۔ پھر خیال آگیا پھر متوجہ ہو جائے۔

شیطانی وساوس سے نہیں گھبرانا چاہیے

اور شیطان بعض اوقات ایسے خیالات بھی دل میں ڈالتا ہے جو اللہ بچائے وسوسے والے، ایمان کے بارے میں آدمی کو شبہ ہونے لگتا ہے، گندے خراب قسم کے خیالات آنے لگتے ہیں، تو حضرت نے وہ حدیث بھی یہاں پر نقل فرما دی جو میں نے آپ کے سامنے ابھی پڑھی کہ ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے دل میں ایسے ایسے خیالات آتے ہیں کہ مجھے جل کر کوئلہ بن جانا زیادہ پسند ہے بنسبت اس کے کہ میں وہ بات اپنی زبان سے نکالوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ یہ صریح ایمان کی علامت ہے، کیونکہ چور اسی جگہ جاتا ہے جہاں کوئی مال ہوتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ تمہارے اندر ایمان ہے اس واسطے شیطان اس پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے آیا ہے، یہ عین ایمان کی علامت ہے، اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ جب غیر اختیاری طور پر ہیں تو ان کا علاج ہی یہ ہے کہ ان کو اہمیت ہی نہ دو اور ان شاء اللہ ان کے پر کوئی مؤاخذہ نہیں، لیکن جب متنبہ ہو جائے اور یاد آ جائے کہ میں بھٹک گیا، تو پھر دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف آجاؤ، یہ کرتے رہو کرتے رہو، یہاں تک کہ ان شاء اللہ منزل حاصل ہو جائے گی اور اگر بالفرض مکمل طور پر حاصل نہ بھی ہو تو اللہ تعالیٰ کے یہاں

معذور قرار پاؤ گے، کیونکہ اپنی کوشش میں تم نے کمی نہیں چھوڑی، لیکن مایوس ہو کر نہ بیٹھو اور تجربہ یہ ہے کہ جب آدمی اس کوشش میں لگا رہتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ جو غیر اختیاری خیالات ہیں ان میں بھی کمی آنی شروع ہو جاتی ہے۔

ایک وقت تھا کہ اللہ اکبر کہنے کے بعد کچھ پتا ہی نہیں تھا کہ کیا ہوا کیا نہیں ہوا یہاں تک کہ سلام پھر گیا، لیکن جب کوشش شروع کی تو اب معلوم ہوا کہ نماز کے معتد بہ حصے میں الحمد للہ ذہن لگا۔ اگرچہ اکثر حصے میں ابھی تک خیالات بھٹکتے رہے، تو سمجھو کہ الحمد للہ منزل کی طرف پیش قدمی ہو رہی ہے اور جب لگے رہو گے تو اس مقدار میں اضافہ ہوتا جائے گا، جس میں توجہ ہے، دھیان ہے اور یہ جو ادھر ادھر کے خیالات آ رہے ہیں، اس میں ان شاء اللہ کمی آئے گی۔ جس دن یہ ہو گیا تو سمجھو الحمد للہ صحیح راستے پر جا رہے ہو، الحمد للہ راستہ قطع ہو رہا ہے، منزل کے قریب پہنچ رہے ہو۔ پھر رفتہ رفتہ اللہ تعالیٰ یہ بھی عطا فرما دیتے ہیں کہ بیشتر اوقات میں توجہ نماز کی طرف ہوتی ہے اور کچھ کم خیالات غیرِ نماز کے بھی آجاتے ہیں، یہ ایک لگی رہتی ہے تو اپنی طرف سے تگ و دو لگی رہے، چھوڑو نہیں، ہمت ہار کے نہ بیٹھو، امید ختم نہ کرو، مایوس نہ ہو اور اسی رفتار سے آگے بڑھتے چلے جاؤ، ان شاء اللہ تعالیٰ منزل تک پہنچا دینگے۔ اللہ تعالیٰ کا کرم ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں کوشش کرنے والا ناکام نہیں ہوتا

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا راستہ ہے اس میں کوشش کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوتا۔ چاہے ظاہری طور پر مقصد پوری طرح حاصل نہ ہوا ہو، لیکن اللہ تبارک

وتعالیٰ کے یہاں کامیاب ہے، کیونکہ کوشش اس نے نہیں چھوڑی لگا رہا، امید کا دامن نہیں چھوڑا، اللہ تعالیٰ سے مانگتا بھی رہا تو ان شاء اللہ کم از کم اتنا ضرور ہو گا کہ معذور قرار پائے گا، تو بھائی اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے، اپنی رحمت سے ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرما دے کہ خشوع کی اہمیت بھی ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور اس کو حاصل کرنے کی بھی ایسی کوشش کرنی چاہیے جس میں کوئی کوتاہی نہ ہو۔

قومہ اور جلسہ کی دعا

یہ بھی کسی نے پوچھا ہے کہ قومہ اور جلسہ میں کون سی دعا پڑھی جاتی ہے؟ جس وقت کھڑے ہوتے ہیں رکوع سے تو وہ ''قومہ کہلاتا ہے، اس میں امام سمع اللہ لمن حمدہ کہتا ہے جبکہ مقتدی ربنا لك الحمد کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی الفاظ حدیث میں آئے ہیں

'' مِلْأَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْأَ الْأَرْضِ وَمِلْأَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ''(۱)

اگر کسی کو یاد ہو تو وہ پڑھ سکتا ہے۔ اگرچہ علماءِ حنفیہؒ نے کہا ہے کہ نفلوں میں پڑھے تو بہتر ہے، فرائض میں ربنا لك الحمد پر اکتفاء کرے، لیکن اگر کوئی وہ پڑھے تو کوئی حرج بھی نہیں ہے پڑھنے میں اور جلسے کے اندر

اَللّٰهُمَّ اسْتُرْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَاعْفُ عَنِّیْ

یا

(۱) صحیح مسلم ۳۴۷/۱ (۴۷۸)۔

"أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاسْتُرْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَلَاتُضِلَّنِيْ"(۱)

یہ دعا مسنون ہے دو سجدوں کے درمیان، نفلوں میں تو بالاتفاق درست ہے فرضوں میں حنفیہ کے یہاں نہیں، لیکن اگر کوئی پڑھے تو پڑھنا بھی درست ہے، تھوڑا وقفہ تو کرنا ہی چاہیے تو اس میں یہ ذکر ہو جائے

"أَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاسْتُرْنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَلَاتُضِلَّنِيْ"

یہ اگر کوئی پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے، تو اس طرح بھائی کوشش اپنی طرف سے شروع کر دینی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آج سے ہی، ابھی سے اس کے اوپر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(۱) ماخوذ از سنن الترمذی ۳۷۱/۱ (۲۸٤) والمستدرک علی الصحیحین للحاکم ٤۰٥/۱ (۱۰۰٤) وسنن ابی داود ۲۲٤/۱ (۸٥۰) ومسند احمد ۲۰۳/۱ (۷٦٦) ومواهب الجلیل ٥٤٥/۱۔ والشرح الکبیر مع حاشیۃ الدسوقی ۲٥۲/۱۔
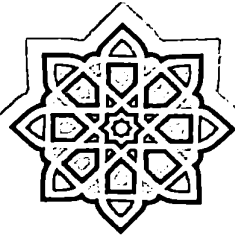
خشوع کی اہمیت

(تربیتی بیانات ص ۴۹)

خشوع کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً كَثِيْراً۔ أَمَّابَعْدُ!

آج کا موضوع ”خشوع“

یہ حضرتِ والا حکیم الامت قدس اللہ سرہ کے مواعظ و ملفوظات اور تصنیفات سے تصوّف اور شریعت کے مختلف پہلوؤں پر حضرت کے بیانات کا ایک انتخاب ہے، جس کا نام ”شریعت و طریقت“ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر اس کتاب کی کچھ تشریح کا سلسلہ شروع کیا ہے، اسے آپ حضرات کی خدمت میں اپنی اصلاح کی نیت سے پیش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہم سب کی اصلاح

کا ذریعہ بنادے، اس میں کچھ خاص چیزیں ایسی ہیں جن کا رمضان میں خاص اہتمام ہونا چاہیے اور رمضان میں ان کی طرف متوجہ ہونے سے ان شاء اللہ بڑا فائدہ ہونے کی توقع ہے، ان میں سے ایک چیز ہے ''خشوع''۔ اللہ تعالیٰ کی جو بھی عبادت انجام دی جائے اس میں خشوع ہو، نماز ہو تو خشوع کے ساتھ، تلاوت ہو تو خشوع کے ساتھ، ذکر ہو تو خشوع کے ساتھ ہو۔ اب یہ خشوع کیا چیز ہے؟ اس کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اور اس سلسلے میں لوگوں کے ذہنوں میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں وہ کیا ہیں؟ ان کو کس طرح دور کیا جائے؟ یہ باتیں حضرتِ والا نے یہاں بیان فرمائی ہیں۔

خشوع کا مطلب

پہلی بات تو یہ فرمائی کہ

''خشوع کے لفظی معنی سکون کے ہیں۔''

(شریعت وطریقت:۱۲۵)

اسے دوسرے الفاظ یہ کہہ دو کہ یہ حرکت کی ضد ہے، یعنی حرکت نہ ہو۔ حرکت ہو تو وہ خشوع نہیں اور سکون ہو تو وہ خشوع ہے۔ اب سکون ہونے کا کیا مطلب ہے؟ مثلاً آدمی نماز پڑھ رہا ہے تو نماز میں اس کے اعضاء حرکت نہ کریں، وہ ساکت و صامت کھڑا رہے، سجدے میں جائے تو سجدے میں سکون ہو، حرکت نہ ہو۔ اسی طرح پوری نماز میں اعضاء میں سکون ہو، حرکت نہ ہو اور دل کے اندر بھی حرکت نہ ہو۔ دل کی حرکت سے مراد یہ ہے کہ دل میں جو خیالات آتے ہیں وہ صرف ان چیزوں سے متعلق ہوں جن چیزوں کا خیال رکھنا نماز کے اندر مطلوب ہے۔ ان کے علاوہ دل کسی اور چیز کے خیال میں مشغول

نہ ہو۔ یہ ہے سکونِ قلب۔ تو اعضاء کا سکون یہ ہے کہ اس میں حرکت نہ ہو اور دل کا سکون یہ ہے کہ اس میں غیر اللہ اور غیر نماز کے غیر مطلوب وغیر مقصود اور دنیاوی خیالات کی طرف ذہن مشغول نہ ہو، یہ حقیقت ہے خشوع کی۔

خشوع حاصل کرنے کی فکر نہیں

اس میں ہمارے یہاں بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے، ایک قوم تو وہ ہے جسے خشوع کے بارے میں کوئی فکر ہی نہیں ہے۔ بس نماز پڑھنے کی عادت پڑگئی ہے۔ الحمد للہ۔ یہ اچھی عادت ہے، بری عادت نہیں ہے، نماز پڑھنے کی عادت پڑجانا بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ اب جس طرح نماز چل رہی ہے، بس چل رہی ہے، اس میں کوئی ترقی پیدا کرنے کی فکر ہی نہیں۔ جب تکبیر تحریمہ کہی یعنی اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھی تو ایک سوئچ آن ہوگیا اور پھر ایک مشین چل پڑی اور وہ مشین اس طرح چل رہی ہے کہ چلتی جارہی ہے، اب کسی جگہ جاکر رُک جائے گی تو آدمی رکوع کرلے گا، پھر کھڑا ہوجائے، سجدے کا وقت آئے تو سجدے میں چلا جائے گا۔ لیکن اس حالت میں دل کہیں، دھیان کہیں، نہ اس بات کی کوئی فکر ہے کہ اس نماز کو میں خشوع والی نماز بناؤں بس ایک مشین ہے جو چل رہی ہے۔

یہ چونچیں مارنا ہے

بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ ساری نماز پڑھ گئے اور یہ یاد نہیں رہا کہ پہلی رکعت میں کون سی سورت پڑھی تھی؟ اور دوسری رکعت میں کیا پڑھا تھا؟ بس

جلدی جلدی اور تیزی سے ''تو چل میں آیا'' والا معاملہ کرلیا، سورۂ فاتحہ بھی تیزی سے پڑھ لی، سورت بھی جلدی سے پڑھ لی، پھر جلدی سے رکوع کے اندر گئے اور جلدی سے سجدہ کرلیا۔ اس کو حدیث میں چونچیں مارنے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ جو نماز آخر وقت میں پڑھتا ہے، یعنی عصر کی نماز کا وقت ہوگیا اور دیر ہورہی ہے اور پرواہ نہیں ہے اور اچانک جب وقت ختم ہونے لگا تو اس وقت جلدی سے ''قام فنقرها اربعاً'' چار چونچیں ماریں۔ (۱)

تو یہ چونچیں مارنا کیا ہے کہ بس سجدہ میں سر گیا اور پھر جلدی سے وہ رٹے ہوئے الفاظ زبان سے نکالے اور پھر سر اٹھالیا۔ تو یہ افراط ہے کہ خشوع حاصل ہونے کی فکر ہی نہیں، توجہ ہی نہیں، جس طرح گاڑی چل رہی ہے، چلاؤ، اس میں ترقی کرنے کی کوئی فکر نہیں، ایک طرف تو یہ حالت ہے۔

خشوع اختیار سے باہر نہیں

دوسری طرف بعض حضرات کی حالت یہ ہے کہ ان کو خشوع حاصل کرنے کی کچھ فکر تو ہے اور اس فکر کے نتیجے میں خشوع حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، لیکن جب خشوع حاصل نہیں ہوتا یا اس کا جو اعلیٰ درجہ ہے وہ حاصل نہیں ہوتا تو مایوس ہوجاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو ہمارے اختیار سے باہر کی بات ہے۔ جب مایوسی ہوگئی کہ یہ کبھی حاصل ہی نہیں ہوگا اور اس کو اپنے اختیار سے باہر سمجھ لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب جو خشوع حاصل کرنے کی

(۱) صحیح مسلم ۱/۴۳۴ (۶۲۲)۔

فکر تھی وہ بھی رفتہ رفتہ ختم ہوجاتی ہے اور پھر جہاں سے چلے تھے وہیں پہلی صف میں آکر کھڑے ہوگئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں نہ خشوع کی حقیقت کا پتہ ہے اور نہ اس بات کا ادراک ہے کہ خشوع کی مطلوب اور مامور بہ مقدار کیا ہے؟ اس کے نتیجے میں مایوسی پیدا ہوجاتی ہے، تو یہ دونوں افراط وتفریط کی باتیں غلط ہیں۔

خشوع کی ترغیب

خشوع کی فکر نہ ہونا ایک بیماری ہے، جبکہ قرآنِ کریم نے جگہ جگہ خشوع کی ترغیب فرمائی ہے۔ ایک جگہ ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝١ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝٢ (١)

اس آیت میں ان مومنوں کو فلاح کی بشارت نہیں ملی جو صرف نماز پڑھتے ہیں، بلکہ فرمایا کہ نماز میں خشوع اختیار کرنے والوں کو فلاح ملے گی، اس لیے اس سے بے فکر ہونا یہ بہت بڑی بیماری ہے اور فکر ہونے کے بعد مایوس ہوکر بیٹھنا اور یہ سمجھنا کہ یہ ہمیں کبھی حاصل نہیں ہوگا، یہ دوسری بڑی بیماری ہے، لہٰذا اعتدال کی بات یہ ہے کہ خشوع حاصل کرنا چاہیے، اس سلسلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس فکر سے انسان کبھی بھی غافل نہ ہو کہ میں نماز میں خشوع اختیار کررہا ہوں یا نہیں؟ ساری زندگی یہ فکر انسان کے دل و دماغ پر رہنی چاہیے، اس سے کبھی بھی غافل نہیں ہونا چاہیے، یہ فکر بھی ہونی چاہیے کہ میں کس طرح آگے بڑھوں؟

---

(١) سورۃ المؤمنون آیت (١-٢)۔

تیر لگنے کے باوجود نماز نہیں توڑی

اور خشوع کا کوئی بھی اعلیٰ معیار دماغ میں طے کر کے یہ سوچنا کہ جب تک میں اس درجے تک نہیں پہنچوں گا میں خشوع کرنے والوں میں شامل نہیں ہوگا، یہ بھی حماقت ہے۔ اب بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جو خشوع کے حالات منقول ہیں وہ اُن کے اعلیٰ مقام کی بات ہے۔ ایک انصاری صحابی جہاد میں گئے ہوئے تھے، وہاں رات کے وقت میں پہرہ دے رہے تھے، پہرے کے اندر نماز کی نیت باندھی اور اُسی حالت میں تیر آ لگا اور خون کا فوارہ نکلا، مگر نماز نہیں توڑی۔ بعد میں پوچھا گیا کہ ایسی حالت میں تو شریعت نے بھی نماز توڑنے کی اجازت دی ہے۔ آپ نماز توڑ سکتے تھے، تو جواب میں فرمایا میں نے نماز میں قرآنِ کریم کی ایک سورت شروع کر رکھی تھی، میں نے اس کو قطع کرنا مناسب نہ سمجھا۔ (۱)

یعنی اس میں اتنا مزہ آ رہا تھا، اس میں اتنی لذت آ رہی تھی اور اس میں خشوع کی وہ کیفیت تھی کہ تیر لگنے کے بعد بھی نماز کو توڑنا میرے لیے مشکل تھا، یہ ان کے خشوع کا مقام ہے۔

پورا باغ کیوں صدقہ کر دیا؟

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، ان کا ایک بہت بڑا نخلستان تھا تو ایک دن اس میں نماز پڑھ رہے تھے، نماز پڑھنے کے دوران ایک چھوٹا سا پرندہ کہیں کھجور کے درخت میں جا کر پھنس گیا، وہ باہر نکلنا چاہتا ہے، لیکن وہ

(۱) سنن ابي داود ۵۰/۱ (۱۹۸) والمستدرك على الصحيحين للحاكم ۲۵۸/۱ (۵۵۷) وقال هذا حديث صحيح الاسناد.... الخ ووافقه الذهبي في التلخيص۔

باغ اتنا گھنا تھا کہ اس میں سے نکلنے کا اس کو راستہ نہیں مل رہا تھا، تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تو نماز پڑھتے ہوئے اس پرندے کی طرف نظر پڑی تو دل میں یہ خیال آیا کہ دیکھو! میرا باغ کتنا عالیشان ہے! یہ اتنا گنجان ہے کہ پرندے کو باہر نکلنے کا راستہ نہیں مل رہا، تو اپنے باغ کی عظمت اور اس کی وسعت کا خیال آ گیا تو جب نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو سوچا کہ میرے باغ نے تو نماز میں خلل ڈال دیا، نماز میں توجہ نماز سے ہٹ کر باغ کی وسعت کی طرف چلی گئی، اس سے میرا خشوع فوت ہوگیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور آ کر عرض کیا یا رسول اللہ! اس طرح قصہ ہوا تھا، جس باغ نے میری نماز میں خلل ڈالا، اب وہ سارا باغ میں اللہ کے راستے میں صدقہ کرتا ہوں، تو پورا باغ صدقہ کر دیا۔ کیوں؟ ذہن ایک لمحے کے لیے نماز سے ہٹ کر ادھر چلا گیا[1]۔

بزرگوں کے اعلیٰ مقام پر قیاس

لوگ بزرگوں کے واقعات سنتے ہیں۔ بعض مرتبہ واعظوں کے بیان میں اس قسم کے واقعات اس انداز سے بیان کیے جاتے ہیں کہ اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا تو کچھ حاصل نہ ہوا۔ ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اونچا مقام عطا فرمایا تھا، لہٰذا یہ سمجھنا کہ ہر انسان کے لیے اتنا ہی خشوع ضروری ہے، لازمی ہے اور واجب ہے جتنا ان حضرات کو حاصل تھا، یہ خیال انسان کو مایوسی اور بے عملی کی طرف لے جاتا ہے، تو ہر ایک آدمی سے یہ مطلوب نہیں ہے کہ اگر تمہارا ذہن باغ کی طرف چلا گیا تو اسے صدقہ کردو، یہ ہر آدمی کے ذمے

(۱) موطا امام مالک ۱/۹۸ (۶۹) طبع دار احیاء التراث العربی۔

فرض نہیں ہے۔ ہاں! اللہ تعالیٰ کسی کو خشوع کا یہ مقام عطا فرما دے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حاصل تھا تو اس کے لیے عظیم نعمت ہے، لیکن ہر آدمی سے یہ مطالبہ نہیں ہے کہ تم یہ کام کرو، تمہارے گولی بھی لگتی رہے اور تم نماز نہ توڑو، تم سے یہ مطالبہ نہیں ہے۔ وہ اصحاب حال بزرگ تھے، اپنے آپ کو ان کے اوپر قیاس کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

نماز کے اندر سکون کی اہمیت

لہٰذا ہمارے کرنے کا جو اصل کام ہے اسے حضرت نے یہاں بیان فرمایا ہے۔ میں حضرت والا کی عبارت پڑھنے کے بجائے حضرت کی عبارت کی تشریح کر رہا ہوں۔ کیونکہ بعض اوقات حضرت کی عبارت عام آدمی کے سمجھ میں آنا مشکل ہوتی ہے۔ حضرت کی بڑے اونچے درجے کی علمی زبان ہوتی ہے، اس لیے میں آسان کر کے عام فہم انداز میں بیان کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، تو یہ سمجھنا چاہیے کہ ہم سے خشوع کے کس درجے کا مطالبہ ہے؟ ہم سے جو مطالبہ ہے اسے پورا کرو اور پھر اللہ تعالیٰ کے حوالے کرو، نہ مایوس ہو، اور نہ بے فکر رہو۔ حضرت نے یہاں بڑی عجیب بحث فرمائی ہے، فرمایا دیکھو! جب آدمی نماز کے اندر کھڑا ہوتا ہے تو اس سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ ساکن کھڑا رہے، زبان سے قراءت کر رہا ہے وہ کرے، جو حرکات نماز کی ہیں وہ کرے اور ساکن یعنی سکون کے ساتھ کھڑا رہے، بعض لوگ نماز کے اندر کھڑے ہو کر دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہلتے رہتے ہیں، یہ صحیح طریقہ نہیں ہے، یہ خشوع کے خلاف ہے، بعض لوگ نماز میں بار بار حرکت کرتے ہیں، کبھی ہاتھ کہیں رکھ دیا، کبھی کپڑے درست کر لیے، کبھی بال درست کر لیے، ان باتوں کی حدیث میں ممانعت آئی

ہے۔ ان باتوں سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے[1]۔

خشوع اور خضوع میں فرق

ارے بھئی! بال سنوارنے کا اور کپڑے سنوارنے کا یہی موقع رہ گیا کہ نماز میں یہ چیزیں سنوارنی ہیں، کپڑوں کی استری کا خیال کرنے کا یہی موقع رہ گیا، اس طرح حرکتیں نماز ہی میں کروگے۔ یہ حرکتیں نماز کے اندر بند کرو۔ اس کو اصطلاح میں خضوع کہتے ہیں۔ ہمارے ظاہری اعضاء، ہاتھ پاؤں، جسم کا ساکن ہوجانا یہ خضوع ہے اور دل کا جھکنا اور ساکن ہوجانا یہ خشوع ہے۔ تو اس کا اہتمام ہو کہ جب آدمی نماز میں کھڑا ہو تو سکون کے ساتھ کھڑا ہو آگے پیچھے نہ ہو، دائیں بائیں نہ ہو، ہاتھ پاؤں نہ چلائے۔

اگر کھجلی ہورہی ہوتو!

ہاں اگر کوئی ضرورت پیش آگئی مثلاً جسم میں زور سے کھجلی لگ گئی تو بقدرِ ضرورت کھجالو، لیکن بلا وجہ ہاتھوں کو حرکت دینا، بلا وجہ پاؤں کو حرکت دینا، اور بلا وجہ جسم کو حرکت دینا جائز نہیں، قرآنِ حکیم میں حکم ہے کہ

وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ[2]

اللہ کے لیے اس طرح کھڑے رہو کہ قانت ہو۔

(۱) ملاحظہ ہو صحیح البخاري ۱/۱۵۰(۷۵۱)۔
(۲) سورۃ البقرۃ آیت (۲۳۸)۔

یہاں قانت کے مفہوم میں ایک بات یہ بھی داخل ہے کہ اس طرح کھڑے رہو کہ حرکت نہ ہو، خشوع حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی یہ ہے کہ نماز میں بغیر حرکت کے کھڑے رہو، سکون کے ساتھ کھڑے رہو، اپنے اختیار سے کوئی حرکت نہ کرو۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سنّت کے مطابق نماز پڑھو، اگر آدمی سنّت کے مطابق نماز ادا کرنے کا اہتمام کرے تو خشوع خود بخود حاصل ہو جاتا ہے۔

قیام کی چند سنّتیں

مثلاً نماز کو مسنون طریقے کے مطابق ادا کرنے میں یہ بات داخل ہے کہ جب تکبیرِ تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھایا جارہا ہو تو اس کی ہتھیلیاں قبلے کی طرف ہونی چاہییں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہونے چاہییں، تو جب آدمی اس طرح تکبیرِ تحریمہ کہے گا تو آدمی کو تھوڑا سا تکلف کرنا ہوگا تو اس تکلف سے خود بخود خشوع پیدا ہوگا۔ پھر جب نماز میں کھڑے ہو تو سنّت یہ ہے کہ نیچی نگاہ ہو، سجدے کی جگہ پر نگاہ ہو، اس کا خشوع اور خضوع حاصل ہونے میں عظیم دخل ہے۔ اگر سجدے کی جگہ پر نگاہ ہوگی تو خیالات بھی زیادہ نہیں بھٹکیں گے اور سکون بھی حاصل ہوگا جو نماز میں مطلوب ہے۔ آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں اور دیکھ سامنے رہے ہیں، کبھی اوپر، کبھی نیچے اور کبھی دائیں، کبھی بائیں تو اگرچہ گردن موڑے بغیر ادھر ادھر دیکھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی، لیکن یہ جو ادھر ادھر دیکھ رہے ہو اس کو حدیث میں فرمایا کہ

"اختلاس یختلسه الشیطان من صلاة العبد"(۱)

(۱) صحيح البخاري ۱/۱۵۰ (۷۵۱)۔

بندے کی نماز میں سے شیطان اپنا حصہ اچک لیتا ہے۔

تو جب تم نے خود شیطان کو اپنے اختیار سے نماز میں داخل کردیا کہ تمہیں جس طرح چاہے اچک لے جائے تو نماز میں خشوع کیسے پیدا ہوگا؟ تم نے نگاہ سنّت کے مطابق سجدے کی جگہ پر رکھی ہوتی تو شیطان کو تمہیں اچکنے کا موقع نہ ملتا اور نماز میں خشوع کی کیفیت ہوتی، اس لیے سنّت کے مطابق نماز پڑھو۔

رکوع کا مسنون طریقہ

رکوع میں گئے تو سنّت [1] یہ ہے کہ آدمی اپنے پورے گھٹنوں کو اچھی طرح پکڑے اور کمر جھک کر سیدھی ہوجائے، یہ رکوع کرنے کا مسنون طریقہ ہے۔ اس حالت میں آدمی ''سبحان ربی العظیم'' کم از کم تین مرتبہ اور زیادہ سے زیادہ پانچ یا سات مرتبہ اور جتنا زیادہ چاہے اتنا کہے تو اب ہوتا کیا ہے کہ رکوع میں گئے، لیکن نہ سنّت کے مطابق گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنے کا اہتمام ہے، نہ کمر کے بالکل سیدھے ہونے کا اہتمام ہے، بس کسی طرح تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہہ کر جلدی سے کھڑا ہوجاؤں، تو نتیجہ یہ ہے کہ وہ سکون ہی حاصل نہ ہوا جو مطلوب تھا تو خشوع کہاں سے آئے گا؟

قومہ اور جلسہ کی سنّت

رکوع کے بعد قومے میں کھڑے ہوئے تو حدیث میں آتا ہے کہ جب

---

(۱) مسند احمد ٢٤/٨٤ (١٥٣٧١) وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد" ٢/١٣٠ (٢٧٩١) رواه احمد ورجاله ثقات۔

نبی کریم سرورِ دو عالم ﷺ رکوع سے کھڑے ہوتے تھے، تو تقریباً اتنی دیر کھڑے رہتے تھے جتنی دیر رکوع میں رہے[1]۔ اسی طرح جب سجدے سے اٹھتے اور جلسے میں بیٹھتے تو تقریباً اتنا ہی دیر بیٹھتے تھے، جتنی دیر سجدے میں وقت گزارا۔ اب ہم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ جب رکوع کے بعد ہم کھڑے ہوتے ہیں تو کیا تقریباً اتنا وقت گزرتا ہے جتنا وقت رکوع میں گزارا تھا؟ اگر نہیں گزرتا تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نماز سنّت کے مطابق ادا نہیں ہورہی۔ اسی طرح سجدے سے اٹھ کر بیٹھتے ہیں تو اس بیٹھنے کے اندر بھی خود نبی کریم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ اتنا وقت گزارتے تھے کہ جتنا سجدہ کے اندر وقت گزرتا تو اب ذرا دیکھ لو کہ آیا ہم واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خشوع حاصل کرنے کی کوشش ہی نہیں ہے۔

اپنی نماز کا جائزہ لیں

جو سیڑھی تھی کہ اپنی نماز کو سنّت کے مطابق کریں، اس ہی پر قدم نہیں رکھا گیا، جو پہلا قدم اٹھنا چاہیے تھا وہ قدم ہی نہیں اٹھا تو پھر آگے کیسے بات چلے گی؟ تو خشوع اور خضوع حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آدمی اپنی نماز کا جائزہ لے کہ میں جو نماز پڑھ رہا ہوں وہ آیا سنّت کے مطابق صحیح ہورہی ہے یا نہیں؟ ہمیں نماز کو بہتر بنانے کی پرواہ نہیں ہے، بس ایک سر پر بوجھ ہے جو جلد از جلد اتارنا ہے۔ اس لیے یہ دھیان بھی نہیں کہ میری نماز کا

(۱) حوالہ سابقہ۔

کون سا حصہ سنّت کے مطابق ادا ہو رہا ہے؟ کون سا سنّت کے خلاف ادا ہو رہا ہے؟ نہ کوئی کتاب پڑھنے کی فکر ہے، کیونکہ دھیان نہیں ہے، علم نہیں ہے تو کم از کم کوئی کتاب ہی پڑھ لیں، اس سے معلوم کرلیں اور اس سے صحیح طریقہ سیکھ لیں۔

وضو سنّت کے مطابق کریں

اسی طرح نماز سے بھی پہلے بات وضو سے چلتی ہے، اس لیے وضو بھی سنّت کے مطابق ہونا چاہیے اور اس کا خشوع وخضوع کے حاصل کرنے میں بڑا دخل ہے، اگر وضو صحیح طریقے سے نہیں کیا، سنّت کے مطابق نہیں کیا تو تمہارے دل میں خیالات بھٹکتے رہیں اور اگر وضو سنّت کے مطابق کیا تو خیالات صحیح ہوں گے اور جو خیالات کا ایک طوفان چلتا ہے اس میں کمی واقعی ہوگی تو بسم اللہ پڑھ کر وضو کرو اور وضو کرتے ہوئے یہ مسنون دعا پڑھ لو کہ

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی ذَنْبِی، وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی، وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ"(۱)

اے اللہ! میرے گناہ کی مغفرت فرما اور میرے گھر میں کشادگی اور وسعت پیدا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

سارے وضو میں یہ دعا پڑھتے رہو اور جب وضو سے فارغ ہو تو یہ دعا پڑھو:

---

(۱) مصنف ابن ابي شيبة ۲۰۲/۱۵ (۳۰۰۰٤) ومسند احمد ۳٤٤/۳۲ (۱۹۵۷٤) ذكره النووي في "الاذكار" ص۲۹ (۷۸) وقال باسناد صحيح۔ وقال الهيثمي في "المجمع" ۱۰/ ۱٤۳ (۱٦۹٦٤): رواه أحمد، وأبو يعلى، ورجالهما رجال الصحيح، غير عباد بن عباد المازني، وهو ثقة، وكذلك رواه الطبراني۔

"اشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله"(۱)

بزرگوں سے منقول دعائیں

اور بزرگوں نے ہر ایک عضو کے دھوتے وقت میں کچھ دعائیں بتائی ہیں اگرچہ وہ اس خاص موقع پر ماثور نہیں ہیں، لیکن یہ ماثور دعائیں ہیں (۲)۔ مثلاً آدمی ناک میں پانی ڈال رہا ہوتو کیا کہے؟

"اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ"

اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھایئے اور جہنم کی خوشبو نہ سنگھایئے۔

اور چہرہ دھوئے تو کہے:

"اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ"

اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے، اس دن میرے چہرے کو سفید بنایئے گا۔

اور سر کا مسح کرے تو کیا کہے:

"اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ"

---

(۱) صحیح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤)۔

(۲) اس کے لئے بیان ''وضو سنت کے مطابق کیجئے'' ملاحظہ فرمائیں۔

اے اللہ! مجھے عرش کا سایہ عطا فرمایئے گا اس دن جس دن
آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اسی طرح بزرگوں نے اور بھی دعائیں بتائی ہیں انہیں پڑھے۔

وضو میں اسراف کا گناہ

اور وضو کے اندر اسراف سے بچے، یہ ایک بہت بڑی بلا ہے جس میں آج کل ہم سب لوگ مبتلا ہیں۔ پہلے تو لوٹے ہوا کرتے تھے، لوگ لوٹے سے وضو کرتے تھے تو اس سے پانی خرچ کرنے کی کوئی حد ہوتی تھی، لیکن جب سے یہ نل آئے ہیں تو بس پورے پریشر کے ساتھ نل کھول دیا۔ اور صرف ہاتھ دھونے کے اندر اتنا پانی خرچ کردیا جس میں آدمی پورا غسل کرلے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ ایک مُد پانی سے وضو فرماتے تھے[1]۔ ایک مُد کتنا؟ تقریباً ایک سیر۔ تو آپ ایک سیر پانی سے وضو فرماتے تھے۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے[2]۔ ایک صاع کا کیا مطلب؟ تقریباً چار سیر پانی، تو آپ تقریباً چار سیر پانی سے غسل فرماتے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ جب ایک صاحب کو بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ ایک صاع پانی سے غسل فرماتے تھے تو انہوں نے سن کر کہا کہ یہ تو میرے لیے بالکل ناممکن ہے۔ میرے بال تو بہت بڑے بڑے ہیں، اس لیے میں ایک صاع سے غسل نہیں کرسکتا۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو مشہور صحابی ہیں، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ تمہیں ایک صاع پانی کافی نہیں ہورہا، لیکن رسول اللہ ﷺ

(۱) صحیح مسلم ۲۵۸/۱ (۳۲۵) سنن النسائی ۱۷۹/۱ (۳۴۶)۔
(۲) حوالہ بالا۔

کے لیے کافی ہوجاتا تھا، حالانکہ ان کے تم سے زیادہ بال تھے (۱)۔

اگر پانی کا حساب ہوگیا تو!

غرض سچی بات یہ ہے کہ پانی کے بے تحاشا خرچ اور اسراف کی وجہ سے ڈر لگتا ہے اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا حساب ہوا کہ تم نے پانی اس طرح بے دریغ خرچ کیا تو ہمارا کیا حال ہوگا؟ کتنی قومیں ایسی ہیں جن بے چاروں کو پانی پینے کے لیے میسر نہیں، مشکل سے کہیں پانی ملتا ہے۔ مثلاً بلوچستان کے بعض علاقوں میں جاکر دیکھو کہ وہاں پانی کی قلت کا کیا عالم ہے! جو ہمارے دوست وہاں سے آتے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ ہم کس طرح پانی بھر بھر کر لاتے ہیں۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے بہتے ہوئے نل دے رکھے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کو اس طرح بہاؤ، اس طرح ضائع کرو، لہٰذا اسراف سے بچنا بھی سنّت ہے۔

نہر میں پانی کا اسراف

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو آپ نے ان سے فرمایا: اے سعد! یہ کیسا اسراف ہے (یعنی پانی بے ضرورت کیوں بہایا جارہا ہے)؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! کیا وضو کے پانی میں اسراف ہوتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! یہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

---

(۱) صحیح البخاري ۱/۶۰ (۲۵۶)۔

"وإن کنت علی نھر"(۱)

اگرچہ تم کسی جاری نہر کے کنارے ہی پر کیوں نہ ہو۔

یعنی بظاہر تمہارے زیادہ خرچ کرنے سے پانی میں کوئی کمی نہیں آئے گی، تم دریا کے کنارے کھڑے ہو، دریا میں وضو کر رہے ہو، پھر بھی فرمایا کہ اسراف سے بچو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اپنی رحمت سے توفیق عطا فرمائے۔

نل سے پانی کا اسراف

ہماری عادتیں خراب ہوگئی ہیں، ہم نے سنّت کے طریقوں کو چھوڑ رکھا ہے، اس کی وجہ سے طرح طرح کی ظاہری اور باطنی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ ہم جن مغربی لوگوں کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں، ان کو جتنا چاہو برا بھلا کہہ لو، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو جو ترقی دی ہے، وہ ایسے اوصاف کی وجہ سے دی ہے جو حقیقت میں مسلمانوں کے اوصاف تھے وہ انہوں نے اختیار کر لیے اور ہم نے چھوڑ دیے۔ مغربی ملکوں میں، میں نے دیکھا کہ وہاں لوگوں کو یہ عادت پڑگئی ہے کہ اگر نل کھولیں تو تھوڑا سا کھولیں گے اور اگر ہاتھ میں صابن لگانا ہے تو جتنی دیر صابن لگائیں گے اتنی دیر نل کو بند کر دیا، پھر صابن لگایا، پھر کھولا۔ ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے کہ بس نل کھل گیا تو کھل گیا، اب چاہے صابن لگے، چاہے کچھ ہو، وہ پانی بہتا رہے، اسکی طرف دھیان نہیں، تو جب نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے اتنی بے نیازی، اتنی غفلت اور ان کی اتنی

(۱) سنن ابن ماجه ۳۵۷/۱ (٤۲۵) بیروت۔ و أورده البوصيري في "مصباح الزجاجة" ۳٤۲/۱ وقال: هذا إسناد ضعيف، لضعف حيي بن عبد الله، وعبدالله بن لهيعة.

نافرمانی ہوگی؟ تمہاری نمازوں میں برکت کیسے ہوگی؟ تمہاری نمازوں کے اندر خشوع کیسے پیدا ہوگا؟ جبکہ تم پہلے قدم پر آغاز ہی نافرمانی سے کررہے ہو کہ نل پورے پریشر سے کھول دیا۔ میں مسجدوں کے اندر روز دیکھتا ہوں کہ کس طرح لوگ پانی کو فضول خرچ کرتے ہیں، کس طرح بہاتے ہیں۔

پانی کیسے پہنچایا

اللہ کے بندو! یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے تم تک پانی پہنچایا ہے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ (۱)

کیا تم نے اتارا تھا یہ پانی بادلوں سے یا ہم نے اتارا؟

اور پانی کس طرح اتارا؟ سمندر میں اس کے ذخیرے رکھے، سمندر سے مون سون کے ذریعے بادلوں میں اسے پہنچایا، اس کی نمکیات ختم کردیں، اس کو میٹھا بنادیا اور بادلوں کی ایک مفت کارگو سروس جو پانی کو ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک لے جارہی ہے، اسے پہاڑوں پر رکھا جارہا ہے، پہاڑوں پر اس کے کولڈ اسٹوریج تیار ہورہے ہیں اور پھر وہاں سے پگھل پگھل کر وہ پانی آرہا ہے۔ ساری کائنات کی طاقتیں اس پانی کو تمہارے ہونٹوں تک پہنچانے میں صرف ہورہی ہیں اور تم ہو کہ اس کو فضول بہارہے ہو۔

(۱) سورۃ الواقعۃ آیت (٦٩)۔

وضو کی دو اہم سنّتیں

غرض بات یہاں سے چلی تھی کہ وضو سنّت کے مطابق ہو، اس میں گناہ نہ ہو، اس میں فضول باتیں نہ ہوں کہ وضو بھی ہو رہا ہے اور اس وضو کے دوران فضول باتیں بھی جاری ہے تو کہاں سے برکت آئے گی؟ کہاں سے نور آئے گا؟ اس کی بجائے دعائیں پڑھو دائیں ہاتھ سے وضو شروع کرو، وضو کی جو سنّتیں ہیں وہ ساری کی ساری ادا کرو، پھر حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ وضو کا بچا ہوا پانی پی لو۔ اب جب لوٹوں سے وضو ہوتا تھا تب تو بچا ہوا پانی وہ ہوتا تھا جو لوٹے میں رکھا ہے آدمی وہ پی لے، لیکن نلوں میں تو بچا ہوا پانی وہی ہے جتنا ٹینک میں ہے، وہی ہے سارا کا سارا بچا ہوا پانی۔ تو اگر سنّت پر عمل کرنے کے لیے آدمی اس کو بھی پی لے تو ان شاء اللہ امید ہے کہ سنّت کا ثواب ملے گا اور سنّت کی برکات حاصل ہوں گی۔ اور دوسرا یہ کہ یہ بھی سنّت ہے کہ اپنی رومالی پر تھوڑے سے پانی کے چھینٹے مار لیے جائیں۔ اس کی حکمت کچھ بھی ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت کی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے، لیکن وہ ہمارے لیے باعثِ خیر، باعثِ برکت اور باعثِ نور ہے۔ اس طرح وضو کر کے پھر سنّت کے مطابق نماز پڑھنے کا اہتمام کرنا خشوع حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی ہے۔

مجلس کا خلاصہ

اور اس چکر میں نہ پڑو کہ اس مقام تک پہنچو جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور اس چکر میں مت پڑو کہ فلاں فلاں بزرگ کے مقام تک پہنچو۔ لیکن جو تم سے مطالبہ ہے اس مطالبے کو پورا کرو، وضو ڈھنگ سے کرو، سنّت

کے مطابق کرو اور نماز سنّت کے مطابق پڑھو۔ اگر سنّتیں معلوم نہیں ہیں تو کتابیں چھپی ہوئی ہیں جن کے اندر سب تفصیل موجود ہے، ان کتابوں کے ذریعے سنّتوں کا علم حاصل کرو اور اپنا جائزہ لو کہ کہاں کہاں کوتاہی ہو رہی ہے؟ کہاں غلطی ہو رہی ہے؟ ان کوتاہیوں کو دور کرکے اپنی نماز کو درست کرو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ پہلی سیڑھی حاصل ہوگی۔ آگے کیا کرنا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی دی تو اگلے بیان میں عرض کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
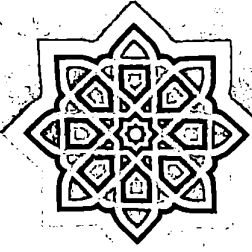
خشوع کیسے حاصل ہو؟

(خشوع پیدا کرنے کے طریقے)

تربیتی بیانات ص ٦٩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خشوع کیسے حاصل ہو؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أَمَّابَعْدُ!

خشوع کے حصول کی کوشش

خشوع کے بارے میں کچھ بات شروع کی تھی اور میں نے یہ بات عرض کی تھی کہ ہمارے یہاں خشوع کے سلسلے میں بڑی افراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ ہم میں بہت سے لوگ وہ ہیں جو سالہا سال سے نمازیں پڑھ رہے ہیں، لیکن اس بات کا دھیان نہیں، اس بات کی فکر نہیں کہ اس نماز کو خشوع کے ساتھ ادا

کیا جائے اور بعض لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم نے بہت کوشش کی، لیکن کچھ حاصل نہیں ہوا، لہٰذا ہمیں کبھی بھی خشوع حاصل نہیں ہوگا، اس لیے وہ مایوس ہوکر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ دوقسم کی افراط وتفریط ہے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ انسان اپنی کوشش کی حد تک مکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے کوشش سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا۔ جتنی اس کی طاقت اور وسعت ہے، اس طاقت اور وسعت کی حد تک خشوع حاصل کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے۔ کوشش کرنے بعد اس کو کتنا خشوع حاصل ہوا اور کتنا نہیں ہوا، اس کا انسان مکلف نہیں۔ کوشش کے سلسلے میں پہلا قدم یہ ہے کہ وضو اور نماز کو سنّت کے مطابق ادا کرنے کا اہتمام کیا جائے، وضو بھی سنّت کے مطابق ہو اور نماز بھی سنّت کے مطابق ہو۔

تجوید کی مثال سے سمجھو

اللہ تعالیٰ نے سنّت کی اتباع میں یہ خاصیت رکھی ہے کہ جب آدمی اس کا اہتمام کرے گا تو خود بخود خشوع وخضوع پیدا ہونے کا راستہ نکل آئے گا جیسے کہ قرآنِ شریف کی تلاوت ہے، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی آواز اور لہجہ بڑا اچھا ہوتا ہے، وہ لہجہ کی وجہ سے خوش الحان کہلاتے ہیں، ان کی تلاوت سننے میں لوگوں کو لطف آتا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا لہجہ اچھا ہو یا نہ ہو، آواز اچھی ہو یا نہ ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے تجوید کے قواعد میں یہ بات رکھی ہے کہ پھر بھی اگر قرآنِ مجید اچھی طرح پڑھا جائے گا تو سننے والے کو بڑا اچھا معلوم ہوگا۔ اسی طرح جو نماز سنّت کے مطابق پڑھی جائے گی اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ خود بخود انسان خشوع کی طرف چل پڑے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے خشوع حاصل ہونے کی امید ہوگی۔ سنّت

کے مطابق نماز ادا کرے اور اس کے لیے آدمی کو چاہیے کہ نماز کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں، جیسے بہشتی زیور یا بہشتی گوہر، ان کو سامنے رکھ کر یہ دیکھے کہ میری نماز میں کہاں کہاں سنتیں ادا ہورہی ہیں اور کتنی ادا نہیں ہورہی ہیں؟ جو ادا نہیں ہورہی ہیں اُن کو اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی فکر کریں تو ان شاء اللہ خشوع کی طرف قدم اٹھ جائے گا۔

خشوع کیسے حاصل ہوگا؟

حضرتِ والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خشوع کا مطلب یہ ہے کہ دھیان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف رہے، دھیان نماز کی طرف رہے انسان نماز کے علاوہ دوسری چیزوں کے خیالات اپنے اختیار سے نہ لائے، اپنا دھیان اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف یا نماز کی طرف رکھے اور یہ جو دماغ میں خیالات کی چکی چل رہی ہے اس کے اوپر کچھ روک عائد کرے اور وہ روک کیسے عائد ہوگی؟ تو آگے حضرتِ والا نے فرمایا کہ

> ”اس کا طریق یہ ہے کہ اپنے قلب کو کسی محمود چیز کی طرف قصداً متوجہ کردیا جائے جو وضع صلاۃ کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً ذاتِ حق کی طرف برابر متوجہ رہے۔ اگر خیال نہ جمنے کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہوتو یہ تصور کرے کہ میں کعبہ حسنیٰ کی طرف رخ کیے ہوئے ہوں یا نماز میں اذکار و قراءت پڑھ رہا ہوں یا ان کے معانی کی طرف توجہ رکھے، چونکہ انسان ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس لیے یہ

توجہ دوسرے خطرات کے آنے سے مانع ہوجائے گی۔

(شریعت وطریقت: ۱۲۶)

یعنی اب دوسرا قدم نماز کے اندر خشوع حاصل کرنے کا یہ ہے کہ اپنے دماغ سے غیر نماز کے خیالات نکال کر نماز کے خیالات ہی کو لائیں، لیکن اس کا طریقہ کیا ہے؟

خیالات سے بچنے کا راستہ

دیکھو! خیالات کی ایک رو چل رہی ہے، اگر ان خیالات کو بھگانے کی کوشش کرو گے تو وہ کبھی نہیں بھاگیں گے اور اگر خیالات کو بھگانے کی فکر میں لگ گئے کہ میں خیالات کو ہٹاتا ہوں تو وہ کبھی ہٹنے والے نہیں ہیں، اس کا راستہ یہ ہے کہ جو چیز نماز کی وضع کے خلاف نہ ہو اس کی طرف اپنے دل کو متوجہ کردو تو خیالات خود بخود ہٹ جائیں گے، کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ انسان کا دھیان اور خیال ایک وقت میں ایک ہی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے، ایک سے زیادہ چیز کی طرف نہیں ہوتا، اگر خیال ایک کی طرف ہے تو اس وقت دوسری طرف نہیں ہوگا۔ تو جب تم نے اپنے اختیار سے اپنے خیال کو نماز کے متعلق کسی چیز کی طرف متوجہ کردیا تو بس اب تم نے دوسرے خیالات کا دروازہ بند کردیا۔

ضدی بچے کے ساتھ کیا کرتے ہو؟

جیسے بعض بچے فضول ضد کرتے ہیں، خواہ مخواہ کسی چیز کی ضد کررہے ہیں، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر ان کی ضد کو پورا نہ کرو تو وہ بہت رونا دھونا شروع

کردیتے ہیں، تو اس کا صحیح حل یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ یہ کہو کہ یہ کام نہیں کرنا، بلکہ اس ذہن کو کسی اور چیز کی طرف متوجہ کردو تو وہ یہ بات بھی بھول بھال جائے گا کہ کیا مانگ رہا تھا، کیا ضد کررہا تھا، ایسا ہوتا ہے یا نہیں ہوتا؟ بچوں کے ساتھ ایسا کرنا پڑتا ہے، تو اسی طرح سمجھو کہ یہ جو ہمارا نفس ہے، یہ بھی بچہ ہے اور اس کو فضول ضد کرنے کی، فضول کاموں کی اور ادھر اُدھر کے خیالات لانے کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ اب اگر اس کو تم روکو کہ یہ خیال مت کرنا، یہ خیال مت کرنا، وہ تو ضدی ہے، وہ نہیں مانے گا، لہٰذا اس کا آسان حل یہ ہے کہ اس کو کسی اور چیز کی طرف متوجہ کردو، کسی اور طرف اس کا دھیان لگا دو تو جو فضول خیالات آرہے ہیں، وہ ان شاء اللہ خود بخود چلے جائیں گے۔ اب وہ کیا چیز ہے جس کی طرف متوجہ کرو۔

اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھ رہے ہیں

تو حضرت فرماتے ہیں کہ لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں آدمی کو تجربہ کرکے دیکھ لینا چاہیے کہ کس طرف توجہ کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اعلیٰ درجہ تو وہ ہے جو حدیث میں رسولِ کریم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام کی تشریح میں بیان فرمایا ہے:

"أن تعبد الله كأنك تراه"(۱)

اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

"فإن لم تكن تراه فإنه يراك"

(۱) صحيح البخاري ۱/۱۹ (۵۰)۔

اگر (یہ خیال بننا مشکل ہورہا ہو) کہ تم اسے دیکھ سکو
(کیونکہ اللہ جل شانہ کی ذات نظر نہیں آتی) تو کم از کم یہ
تصور کرو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

ہر چیز کے پیچھے کون ہے؟

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ تصور کرنا کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں، یہ بھی کوئی اتنی مشکل بات نہیں ہے، اس لیے کہ ٹھیک اللہ تبارک وتعالیٰ نظر نہیں آتے۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ (۱)

نگاہیں اس کو نہیں پاسکتیں اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔

لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کے وجود کی بے شمار نشانیاں پوری کائنات میں بکھری پڑی ہیں، جس چیز کو دیکھو اس چیز کے پیچھے اللہ ہی نظر آئے گا۔ پھول دیکھو تو اس کے پیچھے، درخت دیکھو تو اس کے پیچھے، عمارت دیکھو تو اس کے پیچھے، بادل دیکھو تو اس کے پیچھے، آسمان دیکھو تو اس کے پیچھے، ہر چیز کے پیچھے اللہ جل جلالہ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ تو آدمی کے لیے اللہ جل جلالہ کے بارے میں تصور کرنا کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں، یہ اتنا مشکل نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ آدمی ہر چیز کو دیکھ کر ہی اس کو پہچانتا ہو، اسے دیکھ کر ہی اس کا پتہ لگتا ہو، بغیر دیکھے بہت ساری چیزوں کا ایسا علم ہوجاتا ہے کہ جیسے وہ نظر آرہی ہوں۔

---

(۱) سورۃ الانعام آیت (۱۰۳)۔

اگر تمہارے سامنے ایک ہوائی جہاز اڑا جارہا ہے تو اس میں جو آدمی بیٹھے وہ تو تمہیں نظر نہیں آرہے، لیکن یقین ہے کہ اس میں آدمی بیٹھے ہیں، کوئی چلانے والا اس کو چلارہا ہے، اگرچہ نظر نہیں آرہا، لیکن پتہ چل رہا ہے کہ بیٹھے ہیں تو اسی طرح اللہ جل جلالہ کا جلوہ ہر چیز میں موجود ہے، اگر آدمی یہ تصور کرے کہ یہ جو مجھے دن کی روشنی نظر آرہی ہے اس کے پیچھے سورج ہے، اس نے کس طریقے سے ہمارے لیے سورج کو مسخر فرمایا ہے تو یہ تصور کر کے آدمی اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے۔

بیت اللہ کا تصور جمالو

تو خشوع حاصل کرنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ ''ان تعبد اللہ کانك تراہ'' اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ تصور نہیں ہوتا تو ''فان لم تکن تراہ فانہ یراك'' کم از کم یہ تصور کرلو کہ اللہ تعالیٰ کا دربار ہے میں اس کی بارگاہ میں کھڑا ہوا ہوں، یہ تصور کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور اپنے فضل کرم سے ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

پھر حضرت تیسرا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو اس تصور کی عادت نہیں پڑ رہی تو یہ تصور کرلے میں کعبے کی طرف رخ کیے ہوئے کھڑا ہوں، بیت اللہ میرے سامنے ہے، یعنی بیت اللہ کا تصور جمالے کہ میں بیت اللہ کے سامنے کھڑا ہو کر نماز پڑھ رہا ہوں۔

الفاظ کی طرف توجہ رکھو

آگے حضرت نے چوتھی بات ارشاد فرمائی جو کہ ان سب میں آسان ترین

ہے، کیونکہ پہلی دو چیزیں مشق اور مجاہدے سے حاصل ہوتی ہیں، ان کے لیے ریاضت کی ضرورت ہے، یہ دو چیزیں عام طور سے فوراً حاصل نہیں ہوتیں، خشوع حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آدمی جو الفاظ زبان سے نکال رہا ہے، اس کا دھیان الفاظ کی طرف کرے مثلاً ''سبحانك اللهم وبحمدك'' پڑھا تو دھیان ان الفاظ کی طرف ہو، جب ''وتبارك اسمك وتعالیٰ جدك ولا اله غيرك'' پڑھ رہے ہو تو دھیان ان الفاظ کی طرف لگاؤ، اور جب سورۂ فاتحہ پڑھی تو سورۂ فاتحہ کے الفاظ کی طرف دھیان لگاؤ، پتہ ہو کہ میں الحمد لله رب العالمين کہہ رہا ہوں، الرحمن الرحيم کہہ رہا ہوں، ملك يوم الدين کہہ رہا ہوں، ان الفاظ کی طرف دھیان لگاؤ تو الفاظ کی طرف دھیان لگانا نسبتاً زیادہ آسان ہے، چونکہ ہم لوگوں نے چند سورتیں رٹی ہوئی ہیں جب نماز شروع کرتے ہیں تو بس ایک سوئچ آن ہوجاتا ہے اور پھر وہی رٹی رٹائی سورتیں زبان سے خود بخود جاری ہوجاتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسی طرح نماز ختم ہوجاتی ہے تو اس صورت حال کو تبدیل کرنے کے لیے اپنی طرف سے کوشش کرو کہ میرا دھیان میری زبان سے نکلنے والے الفاظ کی طرف ہو۔

نئی سورتیں یاد کرلو

اور اس کے لیے میں ایک طریقہ تجویز کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ مجھے بھی اس کا فائدہ پہنچائے اور دوسروں کو بھی اس کا فائدہ پہنچائے) وہ طریقہ یہ ہے کہ کچھ سورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ہم سب نے رٹی ہوئی ہیں اور زبان پر اس طرح جاری ہوجاتی ہیں کہ جیسے بے اختیار جاری ہوگئی ہوں، تو اہتمام یہ کرو کہ نماز

میں ایسی سورتیں پڑھو جو اس طرح رٹی ہوئی نہ ہوں، کچھ نئی سورتیں یاد کرلو، لوگوں کو ''الم تر کیف'' سے لے کر ''قل اعوذ برب الناس'' تک تو یاد ہوتی ہیں اور اس سے پہلے کی جو سورتیں ہیں وہ بہت سوں کو یاد ہی نہیں ہوتیں اور اگر یاد ہوتی ہیں تو کچی پکی ہوتی ہیں تو چونکہ الم تر سے لے کر قل اعوذ برب الناس کے علاوہ عام طور سے دوسری سورتیں پڑھنے کا ہمارا معمول نہیں ہے، اس لیے دھیان نہیں رہتا، اس لیے دوسری سورتیں پڑھو، اذازلزلت الارض زلزالھا پڑھو، سورۃ العادیات پڑھو، سورۃ القارعۃ پڑھو، ان کو پڑھنے میں تھوڑا سا دھیان لگانا پڑے گا، جب تھوڑا دھیان لگاؤ گے تو قراءت کی طرف دھیان رہے اور جب قراءت کی طرف دھیان ہوگیا تو بس خشوع حاصل ہوگیا۔

غلطی سے بچنے کا خیال بھی خشوع ہے

کیونکہ قراءت نماز کا ایک اہم رکن ہے، اس کی طرف دھیان ہو رہا ہے تو غیر اللہ اور غیر نماز کے خیالات خود بخود دفع ہوگئے اور دھیان نماز میں لگ گیا، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو ایک صاحب نے لکھا کہ حضرت! میں تراویح پڑھاتا ہوں اور جب تراویح پڑھانے کھڑا ہوتا ہوں تو دل و دماغ کے اوپر بس یہی مسلط رہتا ہے کہ قرآن صحیح پڑھوں، کہیں غلطی نہ ہوجائے، دھیان بس اس طرف لگا رہتا ہے کہ کوئی غلطی نہ ہوجائے اور اگر غلطی آگئی تو اس کو درست کرنے کی طرف دھیان ہے، اس لیے نہ خشوع ہے، نہ خضوع۔ بس ساری نماز اس طرف گزر جاتی ہے اور دھیان اس طرف رہتا ہے کہ نماز کے اندر قرآن شریف میں غلطی نہ آجائے، تو حضرت نے

فرمایا کہ یہ تو عین خشوع ہے، جب تمہیں یہ فکر ہے کہ میں نماز کے اندر جو قراءت کر رہا ہوں وہ صحیح ہو، اس میں غلطی نہ ہو تو تمہارا دھیان سارا الفاظ کی طرف ہو رہا ہے، غیر اللہ کی طرف نہیں ہو رہا، غیر نماز کی طرف نہیں ہو رہا، بلکہ نماز ہی کے ایک رکن کی طرف ہو رہا ہے تو یہ عین خشوع حاصل ہو گیا۔

خلاصہ

تو یہ جو حضرتِ والا نے تلقین فرمایا کہ جو الفاظ زبان سے ادا کر رہے ہو اور پڑھ رہے ہو تو اس کی طرف دھیان ہو، یہ خشوع حاصل کرنے کا آسان ترین طریقہ ہے اور اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ نماز کے اندر ان سورتوں کی تلاوت کرو، جو سورتیں زبان پر چڑھی ہوئی نہیں ہیں، ان کو یاد کرنے کی کوشش کرو۔ اور اگر تھوڑے دنوں میں وہ بھی زبان پر چڑھ گئیں تو اور دوسری سورتیں دیکھ لو، اسی طرح کرتے چلے جاؤ تو جب رفتہ رفتہ اس طرح کرو گے تو ان شاء اللہ عادت بن جائے گی۔ اگر بیچ میں غیر اختیاری طور پر کوئی دوسرا خیال آ بھی گیا تو وہ معاف ہے، اس کے اوپر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، اس کے اوپر کوئی گرفت نہیں، وہ پھر بھی خشوع والی نماز کہلائے گی، شروع میں ہوسکتا ہے کہ غیر اختیاری خیالات زیادہ آئیں، لیکن جوں جوں اہتمام کرتے رہو گے تو دوسرے خیالات کم ہوتے چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

امام کی قراءت نہ سنائی دے تو

اور اگر امام کے پیچھے کھڑے ہو، خود نہیں پڑھ رہے، جہری نماز ہے، امام

جہراً پڑھ رہا ہے تو اس کی تلاوت کی طرف دھیان لگاؤ۔ اور اگر سرّی نماز ہے، جہری نماز نہیں ہے اس میں امام کی آواز بھی سنائی نہیں دے رہی، امام بلند آواز سے تلاوت نہیں کررہا تو اس وقت سورۂ فاتحہ دل میں پڑھنی چاہیے، جب دل میں پڑھ رہے ہوتو دھیان اس کی طرف ہے، جب اس کی طرف دھیان ہے تو خشوع حاصل ہے۔ الحمد للہ اور یہ جو رونا ہے کہ ہمیں خشوع حاصل نہیں ہوتا، ان شاء اللہ اس کا تدارک ہوجائے گا۔ یہ سبق ہے جو حضرتِ والا نے یہاں دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے اوپر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین
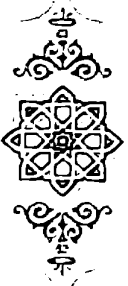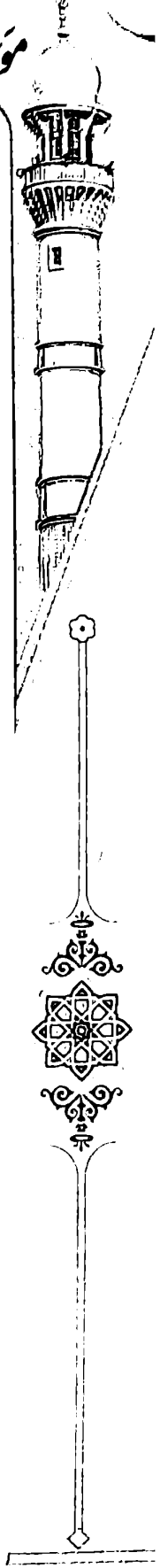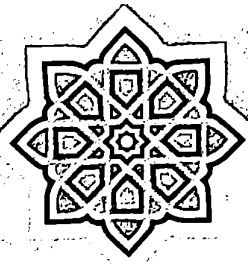
غیر اختیاری خیالات خشوع کے منافی نہیں

(تربیتی بیانات ص ۷۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غیر اختیاری خیالات خشوع کے منافی نہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔ اَمَّا بَعْدُ!

خشوع کے لیے دستور العمل

حضرتِ والا حکیم الامت قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ

''خشوع حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے قلب کو کسی محمود چیز کی طرف قصداً متوجہ کردیا جائے جو وضع صلاۃ کے خلاف نہ ہو، مثلاً ذاتِ حق کی طرف برابر متوجہ رہے، اگر

خیال نہ جمنے کی وجہ سے اس پر قادر نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ میں کعبہ حسنیٰ کی طرف رخ کیے ہوئے ہوں یا نماز میں جو اذکار و قراءت پڑھ رہا ہے ان کی طرف توجہ رکھے کہ میں یہ الفاظ پڑھ رہا ہوں یا ان کے معانی کی طرف توجہ رکھے تو چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا، اس لیے یہ توجہ دوسرے خطرات کے آنے سے مانع ہوجائے گی۔

اب اس میں ایک غلطی یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص کی استعداد جدا ہے، کسی کے لیے ایک تصور نافع ہے تو کسی کے لیے دوسرا تصور، بعض اوقات صاحبِ معاملہ بوجہ عدمِ بصیرت و عدمِ تجربہ اپنے لیے ایک طریق کو اختیار کرتا ہے اور وہ طریق اُس کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوتا، اس لیے اس سے مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اور بار بار کی ناکامی سے مایوس ہوکر اس غلط گمان میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ خشوع فعلِ اختیاری نہیں، اس لیے بالکل اس کا اہتمام چھوڑ بیٹھتا ہے اور مامور بہ کی برکت سے محروم رہتا ہے، اس لیے اپنے مناسب طریق کی تعیین کے لیے سخت اہتمام کی حاجت ہے۔“

خشوع حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کسی ایک چیز کی طرف اپنے دھیان کو متوجہ کیا جائے اور اس کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، یہ تصور کہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں یا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں یا کعبہ شریف کا تصور کرے کہ میرے سامنے کعبہ شریف ہے

اور جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ جو الفاظ زبان سے ادا کر رہا ہے، ان کی طرف متوجہ رہے۔

خشوع کے چند طریقے

اور جو معنیٰ سمجھنے والے لوگ ہیں وہ ان کے معنیٰ کی طرف متوجہ رہیں، یہ مختلف طریقے ہیں اور صرف یہی طریقے نہیں ہیں، ان کے علاوہ اور بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ نماز کے اندر دل دل میں دعا کرتا رہے، امام کے پیچھے کھڑا ہے اور سری نماز ہے، امام کی قراءت نہیں سنائی دے رہی تو دل دل میں اپنے کسی مقصد کے لیے دعا کرتا رہے، چاہے وہ دنیاوی مقصد ہی کیوں نہ ہو یا دینی مقاصد کے لیے دعا کرتا رہے کہ یا اللہ! میں نماز پڑھ رہا ہوں، اس نماز کو خشوع کے ساتھ انجام دلوا دیجیے، میرے قلب میں خشوع پیدا فرما دیجیے اور مجھے اخلاص عطا فرما دیجیے، خالص اپنی رضا کے لیے کام کرنے کی توفیق عطا فرما دیجیے۔ یہ دعا کرتا ہے اور کچھ نہیں تو دل دل میں یہ الفاظ دہراتا رہے کہ یا اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں، آپ میرے پروردگار ہیں، غرض مختلف طریقے ہو سکتے ہیں تو حاصل ان سب کا یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کی طرف قلب کو متوجہ کر دیا جائے جو نماز کے مناسب ہو اور اس کے نتیجے میں ادھر ادھر فضول خیالات کے آنے میں کمی واقعی ہوگی ان شاء اللہ۔

طبیعت کے مناسب کو دیکھو!

اب ان میں کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟ یہاں حضرتِ والا یہ فرما رہے ہیں کہ بعض اوقات اس میں لوگوں سے یہ غلطی ہو جاتی ہے کہ مثلاً کوئی ایک

طریقہ اختیار کیا کہ میں کعبہ شریف کو سامنے تصور کر کے نماز پڑھا کروں گا، اب اس کی طبیعت اس طریقے پر نہیں چلی، پہلے کچھ دیر تصور ہوا اور کچھ دیر بعد ہٹ گیا، یہ طریقہ اس کی طبیعت کے مناسب نہیں تھا، اب یہ بے چارہ یہ سوچ بیٹھتا ہے کہ میں نے جو طریقہ اختیار کیا تھا اس سے کام نہیں چل رہا، لہٰذا خشوع حاصل ہونے والی چیز نہیں ہے، اس کی فکر میں پڑنا ہی بے کار ہے، وہ مایوس ہوکر خشوع کی کوشش ہی ترک کر دیتا ہے، حالانکہ یہ بات کہ کیا تصور جمایا جائے؟ یہ آدمی کے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے مختلف ہوسکتا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ

طرق الوصول إلی اللہ تعالیٰ بعدد انفاس الخلائق

اللہ تبارک وتعالیٰ تک پہنچنے کے راستے اتنے ہیں جتنے انسانوں کے سانس ہیں۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ راستے ہیں، تو ہر ایک آدمی کے لیے الگ طریقہ ہوسکتا ہے۔ تو اس لیے آدمی کو چاہیے کہ اپنے مزاج و مذاق اور طبیعت کے لحاظ سے دیکھے کہ میرے لیے کون سا طریقہ ایسا ہے جس میں توجہ کا جماؤ ہوسکتا ہے، ایک طریقے میں نہیں ہوا تو دوسرے کی طرف آجائے، دوسرے میں نہیں ہوا تو تیسرے کی طرف آجائے۔

اعمال پیش ہونے والے ہیں

اب آگے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میں نے ایک طریقہ اختیار کیا جو بے حد نافع ثابت ہوا وہ

یہ کہ اپنی تمام طاعات نماز، تلاوت، ذکر، بلکہ مباح افعال
میں بھی اس کا تصور رکھے کہ یہ سب عنقریب اللہ تعالیٰ کے
اجلاس میں پیش ہوں گے تو ان میں کوئی ایسا اختیاری فعل
نہ ہو کہ یہ پیشی کے قابل نہ ہو، بس اتنا تصور کافی ہے۔
ابتداءً تو استحضار ضعیف ہوگا، مگر ممارست یعنی کوشش ومحنت
اور عادت ڈالنے کے نتیجے میں اس میں دوام ہوجائے گا۔

(شریعت وطریقت:۱۲۷)

یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں میرا عمل پیش ہونے والا ہے، یہ تصور بھی بہت نافع اور مفید ہے۔ غرض یہ مختلف طرق ہیں اور ان مختلف طریقوں میں سے جو اپنی طبیعت اور مزاج کے زیادہ قریب ہوں اور جس سے زیادہ فائدہ محسوس ہوتا ہو اس کو آدمی اختیار کرلے، ایک طریقے سے نہیں ہورہا دوسرے طریقے سے نہیں ہورہا، تو تیسرے طریقے کی طرف آجائے، اس طرح یہ دیکھے کہ فائدہ کس میں زیادہ ہے، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خشوع عطا فرمائیں گے اور ان شاء اللہ پختگی بھی پیدا فرمادیتے ہیں۔

کوشش اعتدال کے ساتھ ہو

اب دوسری بات حضرت یہ فرماتے ہیں اور یہ سمجھنے کی بڑی اہم بات ہے کہ

دوسری غلطی اس سے اشد یہ ہوتی ہے کہ تعین کے بعد جس
طریق کو اختیار کیا گیا ہے اس میں کاوش زیادہ کرنے لگتا

ہے اور اس کا منتظر رہتا اور متوقع رہتا ہے کہ دوسرا کوئی خیال نہ آنے پائے اور اس کے لیے طبیعت پر زور ڈالتا ہے حتیٰ کہ نوبت کلال اور ملال کی پیش آتی ہے جس کا نتیجہ وہی یاس کے بعد ترک کر دیتا ہے، سو اس لیے ترکِ کاوش کی ضرورت ہے بس سرسری معتدل توجہ کافی ہے اگر اس توجہ کے ساتھ کوئی دوسرا خطرہ پیش آجائے تو غیر اختیاری ہوگا اور مضر نہ ہوگا، جیسے کسی خاص صفحے میں سے کسی خاص لفظ پر قصداً نظر کی جائے تو یقینی بات ہے کہ وہ شعاعیں بلا قصد دوسرے کلمات پر بھی پہنچ جاتی ہیں، مگر وہ نظر قصدی نہیں ہوتی۔ (شریعت وطریقت:۱۲۶)

خیالات سے مایوس مت ہو

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک غلطی جو بہت زیادہ عام ہے اور اس سلسلے میں اکثر وبیشتر لگتی ہے، وہ یہ ہے کہ چلو ہم نے مختلف طریقے آزما کر ایک طریقہ اختیار کرلیا۔ مثلاً یہ طریقہ اختیار کرلیا کہ جو الفاظ زبان سے نکالوں گا انہیں کی طرف توجہ رکھوں گا، یعنی الحمد للہ رب العالمین پڑھا تو یہ ذہن میں ہے کہ الحمد للہ رب العالمین پڑھ رہا ہوں۔ یہ طریقہ اختیار کرلیا اور جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ آسان ترین طریقہ ہے اور اکثر و بیشتر لوگوں کے مزاج کے مطابق ہے، لہٰذا الفاظ کی طرف دھیان رہے، جو الفاظ زبان سے نکال رہے ہیں اس کی طرف متوجہ رہے، یہ طریقہ اس نے تجویز کرلیا۔ اب اس طریقے

کے مطابق نماز پڑھنی شروع کی، لیکن ہوا کیا کہ اپنی طرف سے تو ذہن ایک طرف لگایا تھا کہ جو الفاظ نکل رہے ہیں انہی کی طرف دھیان لگاؤں، لیکن اچانک دوسرے خیالات خود بخود آ گئے تو اس سے بعض اوقات یہ پریشانی ہونے لگتی ہے کہ اس سے صحیح خشوع ہو نہیں رہا، اس سے پھر مایوسی کی طرف چلا جاتا ہے۔

خیالات سے گھبراؤ نہیں

تو حضرت فرماتے ہیں کہ اس طریق کو متعین کرنا کہ میں الفاظ کی طرف دھیان رکھوں، یہ مطلب نہیں ہے کہ ساری نماز میں غیر اختیاری طور پر اصلاً کوئی خیال آئے ہی نہیں، خیالات پھر بھی آئیں گے، تو اگر خیالات آئیں تو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے اور حضرت نے یہاں پر ایک حدیث بھی نقل کی ہے کہ

"ایک روز نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور نماز میں آپ کے قلب پر ایک خطرہ گزرا"۔[1]

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ غیر اختیاری طور پر یعنی اپنے قصد اور

---

(1) روى البخاري ٨٤/١ (٣٧٣) عن عائشة رضي الله عنها أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى فِي خَمِيصَةٍ لها أَعْلاَمٌ، فَنَظَرَ إِلَى أَعْلاَمِهَا نَظْرَةً، فَلَمَّا انصرف قَالَ: "اذْهَبُوا بِخَمِيصَتِي هَذِهِ إِلَى أَبِي جَهْمٍ، وَأْتُونِي بِأَنْبِجَانِيَّةِ أَبِي جَهْمٍ، فَإِنَّهَا أَلْهَتْنِي آنِفًا عَنْ صَلاَتِي". وَقَالَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "كُنْتُ أَنْظُرُ إِلَى عَلَمِهَا وَأَنَا فِي الصَّلاَةِ، فَأَخَافُ أَنْ تَفْتِنَنِي". وروى الترمذي في "العلل" عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أَنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم -يَعْنِي- جَعَلَ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ، ثُمَّ إِنَّهُ نَظَرَ إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي وَيَدُهُ عَلَى فَخِذِهِ، فَنَزَعَهُ وَلَمْ يَلْبَسْهُ. ترتيب علل الترمذي ص ٢٨٧ (٥٢٧).

اختیار سے نہیں، بلکہ خود بخود ان خیالات کا آنا جانا خشوع کے منافی نہیں، جب تک تم نے اپنی طرف سے دھیان الفاظ کی طرف لگانا شروع کیا تھا کہ الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم اب جب ملك یوم الدین پر پہنچے تو کہیں سے خیال آٹپکا، جو خیال خود سے ٹپک پڑا تو وہ ان شاء اللہ مضر نہیں، جب تنبہ ہو تو دوبارہ اپنے دھیان کو الفاظ کی طرف واپس لے آؤ اور جب یہ عمل کرتے رہو گے تو پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید یہ ہے کہ وہ غیر اختیاری خیالات بھی کم ہوجائیں گے، ان کی تعداد کم ہوجائے گی، ان کی مقدار کم ہوجائے گی اور زیادہ وقت اسی توجہ کے ساتھ گزرے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مگر مشق کی ضرورت ہے، آدمی کوشش نہ چھوڑے، بہت ہار کر نہ بیٹھے کہ بھئی! یہ مجھ سے نہیں بن پڑتا، بلکہ لگا رہے تو اس کے نتیجے میں ان شاء اللہ تعالیٰ مقصود حاصل ہوجائے گا۔

خشوع کا مقصد مزا نہیں

ایک اور بات یہاں سمجھنے کی ہے کہ خشوع سے مقصود کیا ہے؟ مقصود تو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے، کہیں یہ تو نہیں کہ خشوع کا مقصد یہ ہو کہ مجھے نماز کے اندر کچھ لذت آنے لگے، کچھ مزا آنے لگے، خاص کیفیات میرے اوپر طاری ہوجائیں جن سے میں لطف اندوز ہوں، یہ تو مقصود نہیں، مقصود کیا ہے؟ مقصود تو اللہ تبارک وتعالیٰ کو راضی کرنا ہے تو اگر نماز میں ذرہ برابر بھی مزا نہ آیا، لیکن اپنی طرف سے خشوع حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا، غیر اختیاری حالات آتے رہے اور پھر دوبارہ واپس نماز کی طرف متوجہ ہوتا رہا اسی کشمکش میں ساری نماز گزار دی تو بھی ان شاء اللہ مقصود حاصل ہے کہ میرا پروردگار راضی ہے، کیوں راضی ہے؟ اس لیے کہ حدیث شریف

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> جو شخص قرآنِ کریم اٹک اٹک کر پڑھے اسے دہرا ثواب ملتا ہے (۱)۔

ایک شخص وہ ہے جو روانی سے پڑھتا جارہا ہے اور ایک وہ ہے جس کو پڑھنے میں دقت ہورہی ہے، اٹک اٹک کر پڑھ رہا ہے، ہر لفظ پر رکتا ہے، اس کا ثواب زیادہ ہے، حالانکہ اٹکنے والے کو تلاوت کا کیا مزا آرہا ہوگا، لیکن اس کو تلاوت سے فائدہ زیادہ پہنچ رہا ہے، کیوں؟ اس لیے کہ تلاوت کے اندر اس کو اپنے نفس کے اوپر مشقت برداشت کرنا پڑ رہی ہے اور محنت کرنی پڑ رہی ہے اور اگر روانی سے پڑھتا تو نہ محنت ہوتی اور نہ مشقت ہوتی۔

ریٹائرمنٹ کی زندگی اور نماز

اور اسی طرح ایک وہ شخص ہے جو خالی آدمی ہے، ریٹائرمنٹ کی زندگی گزار رہا ہے، نہ اس کے آگے کوئی، نہ پیچھے کوئی، نہ اس کو معاش کی فکر، نہ اس کو بیوی بچوں کی فکر، نہ کوئی اور مسئلہ اس کے ساتھ، وہ تو بس اذان کے انتظار میں بیٹھا ہوا ہے، اذان ہوئی اور مسجد کی طرف چل پڑا اور اس نے بڑے خشوع وخضوع کے ساتھ وضو کیا اور آکے نماز میں کھڑا ہوگیا تو اس کے مسائل ہی کوئی نہیں، اس کو خیال آئے بھی تو کیا آئے گا۔ اس کو اس لیے خیال نہیں آئے گا، کیونکہ نہ اس کی بیوی، نہ اس کا بچہ، نہ اس کی اولاد، نہ اس کی معاشی سرگرمی، تو اس کو دھن ہے تو بس ایک ہی ہے کہ نماز با جماعت خشوع وخضوع سے ادا کروں، اس لیے اس کو نماز پڑھنے میں بڑا مزا آتا ہے۔

(۱) صحیح مسلم ۱/۵٤۹ (۷۹۸)۔

ذمے دار شخص کی نماز

اور ایک وہ شخص ہے جو اپنے کاروبارِ زندگی میں پھنسا ہوا ہے، اس کی دوکان ہے، یا اس کی کوئی ملازمت ہے یا پھر وہ ٹھیلہ لگاتا ہے اذان اور نماز کا وقت آیا اور اس نے جلدی سے اپنا ٹھیلہ کہیں کونے پر لگا کر کھڑا کیا اور نماز کے لیے مسجد میں پہنچ گیا۔ اللہ اکبر کہہ کر نماز میں کھڑا ہوگیا، لیکن کبھی ذہن ٹھیلے کی طرف جارہا ہے، کبھی ٹھیلے کے سامان کی طرف جارہا ہے، کبھی پیسوں کی طرف جارہا ہے، کبھی گاہکوں کی طرف جارہا ہے، لیکن وہ بے چارہ ان سارے خیالات کے باوجود نماز کی طرف اپنے دھیان کو واپس لے کر آتا ہے، وہ بار بار کوشش کررہا ہے تو اس کا ثواب اُس پہلے والے ریٹائرڈ شخص سے زیادہ ہے ان شاء اللہ! کیوں؟ اس لیے کہ رکاوٹوں کے باوجود اس نے اپنی کوشش میں کمی نہیں چھوڑی، اپنی کوشش میں لگا رہا کہ میرا دماغ اِدھر اُدھر نہ جائے۔ لہٰذا پریشانی کی بات نہیں ہے، کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور وہ حاصل ہے۔

استغراق کی حالت ضروری نہیں

اگر نماز میں وہ استغراق نہ بھی ہو، جس میں نماز کے ماسوائے کوئی خیال نہیں آئے، یہ حالت اللہ تعالیٰ عطا فرمادیں تو بہت ہی اچھی بات ہے، لیکن اگر بالفرض یہ حالت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہاں پوچھ نہیں ہوگی کہ تم نے استغراق کی حالت میں نماز کیوں نہیں پڑھی؟ آپ کہو گے کہ یا اللہ! آپ نے استغراق دیا ہی نہیں، مجھے تو غیر اختیاری خیالات آرہے تھے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ یہ غیر اختیاری خیالات ہمارے بھیجے ہوئے تھے، اس لیے ان خیالات کے اوپر کوئی

مؤاخذہ نہیں، ہاں! اپنے قصد و اختیار سے کوئی خیال مت لاؤ کہ میں نماز میں کھڑا ہوں گا تو سوچوں گا کہ یہ کیا ہوگیا؟ یہ کیا ہونے والا ہے؟ اپنے اختیار سے کوئی خیال مت لاؤ، بے اختیار آئے تو آنے دو پھر دوبارہ نماز کی طرف متوجہ ہوجاؤ۔

وسوسوں سے ڈرنا منع ہے

جو وساوس و خطرات بے اختیار آتے ہیں ان کے بارے میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو دفع کرنے کی بھی کوشش نہ کرو، کیونکہ وہ دفع کرنے سے اور آئیں گے، ہاں! اپنا ذہن کسی اور چیز کی طرف متوجہ کرلو جیسا کہ یہ کہا گیا کہ تلاوت کے الفاظ کی طرف متوجہ کرلو اور خیالات کو دفع کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ حضرت فرماتے ہیں کہ جب یہ وساوس نماز کے اندر آتے ہیں تو بعض اوقات اتنے زیادہ آنے لگتے ہیں کہ خراب خراب باتوں کے بھی آتے ہیں، کفر اور شرک تک کے وسوسے آنے لگتے ہیں، ان سب سے نہیں ڈرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے اوپر کوئی مؤاخذہ نہیں رکھا، کوئی گرفت نہیں رکھی۔

وساوس اور اللہ والوں کا ردعمل

آگے حضرت فرماتے ہیں کہ

''وساوسِ اضطراریہ وسعت سے خارج ہیں، پس وساوسِ غیر اختیاریہ سے بالکل مطمئن رہیں، کیونکہ شیطان ضابطے سے کام کرتا ہے، جن سے گناہ بلا واسطہ نہیں کراسکتا اور یہ

اتقیاء ہیں، ان کو وہ عبادت کے وقت وساوس میں مبتلا کرتا اور اس طرح پریشان کرتا ہے تاکہ وساوس سے گھبرا کر یہ عبادت ترک کردیں، مگر جو محقق ہیں وہ اس سے نہیں گھبراتے وہ تو وساوس آنے کے وقت کہتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ دشمن کی سب چالیں ختم ہوکر وسوسہ پر رہ گئیں (بلکہ وہ گھبرانے کے بجائے) شیطان سے کہتے ہیں کہ آ جتنے وسوسے ڈال سکے ڈال دے، ہمارا کچھ ضرر نہیں۔ (شریعت وطریقت: ۱۲۸)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر وسوسے خود بخود آ رہے ہیں تو اس میں گھبرانے کی بات نہیں ہے، حضرت فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو شیطان براہِ راست گناہ میں مبتلا کرنے سے قاصر رہتا ہے، یعنی فرض کرو کہ ایک آدمی ہے جو لوگوں کا مقتداء ہے تو اس کو جا کر یہ کہے کہ تو سینما دیکھ تو شیطان جانتا ہے کہ یہاں میرے چلے گی نہیں یا پھر شراب پی یا فلاں کام کر تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ باتیں چلنے والی نہیں تو اس سے کچھ اور ہوتا نہیں تو نماز کے دوران اور عبادت کے دوران دلوں میں وسوسے ڈال دیتا ہے تاکہ وہ گھبرا کر عبادت چھوڑ کر بیٹھ جائے۔

یہ شیطان کی سرگوشی ہے

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (۱)

(۱) سورة المجادلة آیت (۱۰)۔

ایسی سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے تاکہ وہ ایمان والوں کو غم میں مبتلا کرے اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر انہیں ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اس آیت نے اطمینان دلا دیا کہ یہ جو شیطان کی سرگوشی ہو رہی ہے، یعنی وسوسے آرہے ہیں یہ ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچاسکتے، مگر اللہ کے حکم سے۔ اللہ کا حکم ویسے ہی نہیں ہوجاتا کہ کسی کے ساتھ دشمنی ہے، اس دشمنی کی وجہ سے حکم دے دیا تاکہ اس کو نقصان پہنچ جائے، لہٰذا حاصل یہ ہے کہ وسوسے نقصان نہیں پہنچاسکتے۔ اس لیے ان کی زیادہ فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔

یہ شیطان چور ہے

اسی لیے حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ مجھے ایسے ایسے وسوسے آتے ہیں کہ جل کر کوئلہ بن جانا زیادہ محبوب ہے، اس سے کہ میں کوئی بات زبان سے نکالوں تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ

"ذاك صريح الايمان"(۱)

یہ تو ایمان کا تقاضا ہے۔ صاحبِ ایمان کو ایسے وسوسے آتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے اس کی توجیہ فرمائی کہ حضورِ اقدس ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی، کیونکہ

(۱) صحیح مسلم ۱/۱۱۹ (۱۳۲) و سنن ابی داود ۴/۳۲۹ (۵۱۱۲)۔

چور اسی گھر میں جاتا ہے جہاں کوئی مال ہو، اگر مال ہی نہیں ہے تو چور کیوں جائے؟ تو ان خیالات سے گھبرانا نہیں چاہیے، کیونکہ یہ شیطان بھی چور ہے اور دل میں ایمان کا مال ہے، اس سے مقابلے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو لفٹ نہ دو، اس کو اہمیت ہی نہ دو کسی اور طرف متوجہ ہوجاؤ۔

مجلس کا خلاصہ

غرض خلاصہ یہ ہوا کہ اپنی طرف کوشش میں لگے رہو، کوشش چھوڑ کر بیٹھ جانا، یہ بڑی کم ہمتی کی بات ہے، اور کوشش کرنے کے بعد جو غیر اختیاری خیالات آتے ہیں اور وسوسے آتے ہیں ان کی پرواہ مت کرو۔ یہ سمجھو کہ یہ میرے لیے ان شاء اللہ فائدہ مند ہیں۔ جب وسوسے زیادہ آتے ہیں غفلت ہوتی ہے، پھر قدم ہی آگے نہیں بڑھتا اور خود سے بھی کوشش کرنا چھوڑ دی تو یہ بھی گمراہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے حفاظت فرمائے اپنی طرف سے کوشش چھوڑو نہیں اور مایوسی کی طرف مت جاؤ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسی طرح پہنچادیں گے اور دعا بھی کرے، ہر چیز کے لیے دعا ہے۔ خشوع حاصل کرنے کی یہ دعا ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ قَلْبًا خَاشِعًا"

اے اللہ میں آپ سے ایسے دل کا سوال کرتا ہوں جو خشوع کرنے والا ہو۔

اور جیسے ہم نماز میں "سبحانك اللهم" پڑھتے ہیں، اس کی جگہ پر حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ایک دعا یہ مسنون ہے[1]، حنفیہ کے ہاں اس

(۱) کتاب الام للشافعی ۱۲۸/۱ طبع دار المعرفۃ بیروت۔

جگہ مسنون نہیں۔ ہاں نماز کے لیے کھڑے ہونے سے پہلے اور نماز شروع کرنے سے پہلے یہ پڑھنا سنّت ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (1)

(یا اللہ!) میں نے اپنا رخ بالکل سیدھا سیدھا اس ذات کی طرف جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

تو یہ دعا پڑھ کر نماز شروع کرو اور اس کا تصور کرلو کہ یا اللہ! میں نے اپنی طرف سے تو آپ ہی طرف رخ کرلیا، لیکن اے اللہ! اس رخ کو سیدھا ہی رکھیے اور اس میں خشوع کے منافی کوئی بات پیدا نہ کیجیے۔ یہ دعا کرو اور نماز شروع کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل سے جو نماز ہوگی وہ اس کی بارگاہ میں شرفِ قبول پائے گی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

(1) سورۃ الانعام آیت (۷۹)۔
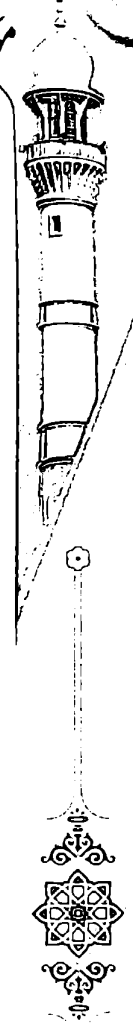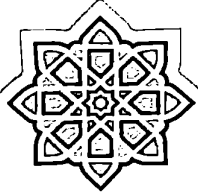
نماز کی قدر پہچانو!

(۱۵ اکتوبر ۲۰۱۴ء)

نماز کی قدر پہچانو

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ، وَأَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَأَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً کَثِیْراً۔ أَمَّا بَعْدُ!

نماز سے متعلق حضرت حکیم الامت کے کچھ ارشادات

یہ حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے کچھ ارشادات ہیں نماز کے بارے میں اور نماز کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں آپ نے بڑے ہی قیمتی اور مفید مضامین بیان فرمائے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نام پر انہیں

شروع کرتے ہیں۔

اس لیے کہ نماز جو ہے جیسا کہ ہر مسلمان کو معلوم ہے ایک طرف تو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے اور فرمایا گیا:

> جو نماز کو قائم کرے یعنی اس کو ٹھیک طریقے پر ادا کرے تو اس نے دین کو قائم کر لیا اور جس نے نماز کو معاذاللہ ضائع کیا تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے دین کے ستون کو منہدم کر دیا۔ (۱)

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کی ایک خاصیت ایسی رکھی ہے کہ یہ انسان کی دینی زندگی کا ایک محور ہے، اگر نماز ٹھیک ہو تو پھر انسان کی زندگی کے دوسرے اعمال بھی رفتہ رفتہ درست ہوجاتے ہیں اور اگر اللہ بچائے نماز کے اندر خرابی ہو تو پھر دوسرے کام بھی خراب ہوتے ہیں، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ جس زمانے میں آدھی دنیا پر حکمرانی کرتے تھے اور اس ریاست کے بہت سے صوبے تھے حجاز تھا، شام تھا، عراق تھا، مصر تھا اور ہر جگہ کے الگ الگ گورنر مقرر تھے، تو اپنی ساری قلمرو میں، پوری ریاست میں ہر ہر گورنر کو ایک پروانہ جاری فرمایا تھا، جو مؤطا امام مالک میں مروی ہے، یہ فرمایا تھا کہ

''ان أهم أموركم عندى الصلوٰة'' (۲)

میرے نزدیک تمہارے سارے کاموں میں سب سے اہم

---

(۱) کشف الخفاء للعجلونی ۳۵/۲ طبع المکتبة العصریة۔ واتحاف السادة المتقین ۸/۳۔
(۲) موطا امام مالک ۶/۱ (۶)۔

کام نماز ہے۔

یہ کس کو کہہ رہے ہیں؟ حاکموں کو بحیثیتِ امیر المؤمنین کے خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ تم جو ریاست کے کام انجام دیتے ہو، ان سب کاموں میں میرے نزدیک اہم کام نماز ہے، تو جو نماز کی حفاظت کر لے گا، تو وہ اپنے سارے کاموں کی حفاظت کر لے گا۔

"ومن ضیعها فهو لما سواها أضیع"

اور جس نے نماز کو ضائع کیا تو وہ دوسرے کاموں کو زیادہ ضائع کرے گا جس کی نماز غلط ہوئی، ضائع ہوئی، صحیح طریقے سے ادا نہ ہوئی، صحیح وقت پر ادا نہ ہوئی تو اس نے نماز کو ضائع، تو جو نماز کو ضائع کرے گا تو اس کے دوسرے کام اور زیادہ برباد ہوں گے اور زیادہ تباہ ہوں گے، بحیثیتِ امیر المؤمنین اپنے تمام گورنروں کو یہ پروانہ جاری فرمایا، تو اس لیے ہماری زندگی کا بھی اگر دیکھا جائے تو سب سے اہم کام نماز ہے اور اس کو درست کرنے کی فکر ہے، اس لیے حضرتِ والا کے کچھ ارشادات یہاں پر نماز سے متعلق ہیں وہ میں رفتہ رفتہ ان شاء اللہ آپ کے سامنے پڑھوں گا اور اس کی تشریح عرض کرنے کی کوشش کروں گا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہمارے لیے نافع بنائے اور ان سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

تو پہلے فرمایا:

جماعت میں نیک بھی ہوتے ہیں ان کی نماز غالباً قبول ہو گی، اور بروں کی نماز بھی چونکہ نیکوں کے ساتھ ہے اس

واسطے وہ بھی قبول ہو جائے گی، اس کی ایک فقہی نظیر ہے، وہ یہ کہ اگر تعدد اشیاء ایک سودے سے خریدی جائیں، تو یا سب واپس کی جاتی ہیں یا سب رکھی جاتی ہیں اور جو ہر ایک کا الگ الگ سودا ہوتا ہے، تو جس میں عیب ہو اس کو واپس کر سکتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ بھی بندوں سے یہی معاملہ کرتا ہے، اسی لیے جماعت مشروع فرمائی، کیونکہ یہ تو مستبعد ہے کہ سب کی نماز واپس فرما دیں، تو سب ہی قبول فرمالیں گے، البتہ اس میں ایک شبہ یہ رہ گیا کہ جماعت تو صرف فرضوں کے ساتھ مشروع ہے، وہ تو اس جماعت کے ذریعے سے قبول ہو گئی مگر سنّتیں باقی رہ گئیں، اس کا جواب یہ ہے کہ تابع ہمیشہ اپنے متبوع کے حکم میں ہوا کرتا ہے، سنّتیں تابع ہوا کرتی ہیں فرضوں کی، تو وہ بھی فرضوں کے ساتھ قبول ہو جائیں گی، جیسے کوئی شخص گائے بھینس خریدے تو اس کے رسے وغیرہ بھی گو وہ کیسے ہی بوسیدہ ہوں لے لیتا ہے، غرض انضمام اور اقتران کے یہ فوائد ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص اعمالِ دنیا میں بھی نیتِ خیر رکھے گا تو اس کو ضرور ثواب ملے گا۔

جماعت سے نماز پڑھنے کی حکمت

جماعت سے نماز پڑھنے کی حضرتِ والا نے اس میں ایک عجیب حکمت بیان فرمائی ہے، اور درحقیقت بسا اوقات لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ بھئی نماز تو فرض

ہے پڑھ لیں گے، گھر میں پڑھ لی، بغیر جماعت کے پڑھ لی، حالانکہ بغیر جماعت کے جو نماز ہوتی ہے اس کو فقہاءِ کرام نے اداءِ قاصر قرار دیا ہے وہ ادھوری ہے، نامکمل ہے، صحیح نماز وہ ہے جو مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کی جائے وہ ہے اداءِ کامل اور اس کی فضیلت بھی بڑی بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو اس کے مقابلے میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ستائیس گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے، یہ تو حدیث میں صراحت آئی ہے[1]۔ لیکن حضرت نے یہاں ایک عجیب بات ارشاد فرمائی ہے حکیمانہ عالمانہ، کہ اس جماعت کی جو مردوں کے لیے اہمیت رکھی گئی ہے، اس کا ایک پہلو یہ ہے کہ جب جماعت سے آدمی نماز پڑھتا ہے تو بہت سے پڑھنے والے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں، ان میں ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں، نیک لوگ بھی ہوتے ہیں، متقی پرہیز گار بھی ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں، تو اگر ایک آدمی بھی کوئی ایسا ہے جماعت میں تو کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس ایک آدمی کے طفیل سب کی نماز قبول فرمائیں۔ جب اس کی قبول فرمالی تو اوروں کی بھی قبول فرمالیں گے۔ تو ایسا نہیں ہوسکتا کہ جب سب نماز پڑھ رہے ہیں تو کوئی بھی ایسا نہ ہو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں مقبول نہ ہو۔

کسی ایک بندے کی نماز کی وجہ سے بعض اوقات اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی بھی نمازیں قبول فرما لیتے ہیں۔ اب ہم گناہ گار، خطا کار، غافل، بے توجہ، ہماری نماز تو اس لائق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول ہوتی، لیکن کچھ اللہ کے بندے تھے ایسے جماعت کے اندر شامل کہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نماز تو قبول کرنی

(۱) صحیح البخاری ۱/۱۳۱ (٦٤٥)۔

ہی تھی جب وہ قبول کی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ بات بعید ہے کہ وہ کچھ کی قبول کر لیں اور کچھ کو واپس کر لیں۔ اس لیے امید یہ ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ سب ہی کی قبول ہو جائے گی اور حضرت نے اس کی ایک بڑی دلچسپ فقہی نظیر بیان فرمائی۔

فقہ کا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک آدمی کئی چیزیں اکھٹی خریدتا ہے، مثلاً چار پانچ چیزیں ملا کر اکھٹی خریدیں، اب اگر فرض کرو جب کہ ایک ہی سودے میں خریدی تھی اس میں سے کوئی چیز عیب دار نکل آئی، اب کیا ہوگا؟ شریعت کا حکم ایسے میں یہ ہے کہ یا تو ساری رکھ لو یا ساری واپس کرو۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ جو عیب دار ہے وہ تو واپس کرو اور باقی کو رکھ لو، کیونکہ سودا ایک ہی ہے ایک ہی سودے میں خریدی گئی ہیں۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو تفریقِ صفقہ کہتے ہیں، یعنی یہ کہ سودا جو ہے وہ اکٹھے کا ہوا تو اکٹھا ہی رکھو یا اکٹھا ہی واپس کرو، لیکن اگر ہر چیز کا سودا الگ الگ ہوا ہو، یہ ایک چیز خریدی، یہ ایک چیز خریدی، تو پھر جو عیب دار ہے اس کو تو واپس کر سکتے ہو، تو فرمایا کہ اسی طرح اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اکٹھا سودا ہو رہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جب ہمیں عام اپنی خرید و فروخت میں یہ حکم دیا ہے کہ اکٹھا سودا ہو تو اکٹھا رکھو یا اکٹھا واپس کرو، تو یہاں پر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ اگر قبول فرمائیں گے کچھ کی تو پھر اکٹھی سب ہی کی قبول فرما لیں گے۔ اس واسطے اس کا یہ فائدہ ہے اور اگر الگ الگ پڑھ رہے ہو گھر میں تو ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ وہ قبول نہ فرمائیں۔ تو اس واسطے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں بڑی عظیم فضیلت ہے اور بڑی عظیم حکمت کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بعض اوقات دوسروں کی وجہ سے ہماری بھی ناقص عبادت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرماتے ہیں۔

روضۂ اقدس پر حاضری کے موقع پر حضرت مفتی اعظم کا حال

میرے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب روضۂ اقدس پر حاضری ہوتی ہے تو اس زمانے میں ایسا بھی ہوتا تھا بعض اوقات کہ لوگ کثرت سے نہیں جاتے تھے ما شاء اللہ جتنے اب جاتے ہیں، تو بعض اوقات خالی بھی مل جایا کرتا تھا۔ تو فرمایا کہ جب خالی ہو تو مجھے جاتے ہوئے ڈر لگتا ہے اور اگر کچھ لوگ مسلمان کھڑے ہوئے اور سلام عرض کر رہے ہیں تو ان کے پیچھے کھڑا ہو جاتا ہوں اس خیال سے کہ پتا نہیں اس میں کتنے اللہ کے محبوب بندے ہوں گے تو ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ میرا سلام بھی قبول فرما لیں گے۔

دورانِ طواف ہجوم سے نہیں گھبرانا چاہیے

اسی وجہ سے بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ طواف میں زیادہ ہجوم ہو تو اس سے ذرا کتراتے ہیں اور ایسے مواقع تلاش کرتے ہیں کہ جہاں ذرا ہجوم کم ہو، تو بعض لحاظ سے ہوتا بھی ہے کہ جب بہت زیادہ ہجوم ہو جاتا ہے تو انسان کا خشوع خضوع میں کچھ فرق آ جاتا ہے، لیکن دوسرا پہلو اس کا یہ ہے کہ جتنی بڑی جمعیت ہو گی تو اس کا امکان زیادہ ہو گا کہ ان میں کوئی نہ کوئی اللہ کے نیک بندے بھی شامل ہوں تو جب اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں گے، تو اللہ کی رحمت سے بعید ہے کہ وہ دوسروں کو رد فرما دے۔ تو اس واسطے دوسرے مسلمانوں کا سہارا لے کر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مل کر جو کام انجام دیا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا فائدہ زیادہ ہوتا ہے یہ ایک بہت بڑا فائدہ ہے جماعت کا اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کو ہمیں سمجھنے کی توفیق فرمائے۔

اللہ والوں کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا

کچھ اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ

"لا يشقى بهم جليسهم"(۱)

یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا۔

وہ چاہے اپنے اعمال کے اعتبار سے اس درجے کا نہ ہو، لیکن ان کے پاس بیٹھا تھا، نیک لوگوں کے پاس بیٹھا تھا، اللہ والوں کے پاس بیٹھا تھا، اس کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو نواز دیتے ہیں، تو جماعت کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس میں امید زیادہ ہے ہوتی کہ باری تعالیٰ دوسرے اللہ والوں کی طفیل میں ہماری نمازیں بھی قبول فرمالیں۔

جماعت کے لیے جانے کی فضیلت

اس وجہ سے اگر آدمی جماعت میں جائے تو ویسے یہ فضیلتیں ہیں ہی کہ جب آدمی گھر سے نکلتا ہے تو ہر ہر قدم پر گناہ معاف ہوتے ہیں، نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ایک ایک قدم شمار ہوتا ہے، یہاں تک کہ ایک قبیلہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں مسجدِ نبوی سے کافی دور ان کے گھر تھے، تو دور سے آنے میں تکلیف ہوتی تھی، تو ایک مرتبہ نبیِ کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم یہ چاہ رہے ہیں کہ اپنے گھروں کو وہاں سے ہٹا کر مسجد کے قریب لے آئیں تو آپ نے منع فرمایا اور منع فرما کر فرمایا:

---

(۱) صحيح البخاري ۸/۸٦ (٦٤٠٨)۔

"أَلا تحتسبون آثارکم؟"(۱)

یہ تم جو قدم چل کے آتے ہو ان کا حساب نہیں کرتے کہ ان میں سے ایک ایک قدم پر تمہیں کتنا ثواب مل رہا ہے، اس وقت اور بھی بہت حکمتیں تھیں، لیکن ان کو یہ بتایا کہ تمہیں ایک ایک قدم پر ثواب مل رہا ہے، اس واسطے تمہارے لیے کوئی گھاٹا نہیں دور رہنے میں۔ اب یہ ان کا ظرف تھا، اس ظرف کے مطابق آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہ ایسے نہیں ہیں کہ میرے منع کرنے سے ان کے جماعت میں آنے میں فرق ہو جائے، آئیں گے ضرور، تو اس واسطے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دور ہی رہو اور وہاں سے تمہارے جتنے بھی قدم ہوں گے ہر قدم پر نیکی لکھی جا رہی ہے، درجات بلند ہو رہے ہیں، گناہ معاف ہو رہے ہیں، تو یہ عظیم فضیلت ہیں جماعت کی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز با جماعت کی ایک اور فضیلت

پھر ایک نکتہ بھی حضرت نے ارشاد فرما دیا کہ اگر یہ بات ہے تو بھئی فرض نماز تو جماعت سے ہو گئی سنتوں اور نفلوں کا کیا ہو گا؟ تو یہ فرمایا کہ سنتیں اور نفلیں چونکہ فرض کی تابع ہوتی ہیں اس کے ساتھ نتھی ہوتی ہیں تو جب اللہ تعالیٰ اصل کو قبول فرما لیں گے، تو ان شاء اللہ اس کے ساتھ جو چیز نتھی ہے اور تابع ہے وہ بھی اللہ کی رحمت سے قبول ہو جائے گی اور اس کی بڑی اچھی مثال دی کہ جیسے کوئی گائے خریدے تو گائے جب خریدی تو اس کو تو خرید لیا، اب اس کے گلے میں رسی پڑی ہوئی ہے، وہ سڑی ہوئی ہے، بوسیدہ ہے تو محض اس رسی کو سڑی

(۱) صحیح البخاری ۱/۱۳۲ (۶۵۵) ۳/۲۳ (۱۸۸۷)۔

بوسیدہ ہونے کی وجہ سے رد نہیں کر دے گا، بلکہ گائے کو جب قبول کیا تو رسی کو بھی قبول کر لیا۔ تو تابع جو ہے وہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے قبول ہوگا۔

خواتین بھی اجر سے محروم نہیں رہیں گے

اب یہاں خواتین کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ بھئی یہ فضیلت مردوں کو حاصل ہوگئی جماعت کی قبولیت کی اور ہر ہر قدم پر نیکیاں لکھا جانا اور ستائیس گنا زیادہ اجر ملنا وغیرہ وغیرہ، عورتوں کے لیے پھر کیا حکم ہے عورتوں کا کیا ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے احکام بھی الگ رکھے ہیں اور اجر وثواب کے پیمانے بھی الگ رکھے ہیں۔ خواتین کو جب حکم دے دیا کہ تم مسجد میں نہ آؤ تمہارے لیے تمہارا گھر ہی افضل ہے تو یہ بات اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بعید ہے کہ مردوں کو جو ثواب عطا فرما رہے ہیں، عورتوں کو خود اس سے منع بھی کیا اور خود ہی محروم فرما دیں۔ عورتوں کو جب خود منع کیا کہ تم نہ آؤ تو اس صورت میں ان کو محروم کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بعید ہے کہ ان کو محروم فرما دیں۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی بندہ کسی طاعت سے یا کسی عبادت سے عذر کی وجہ سے محروم رہتا ہے تو اس کو اجر سے اور ثواب سے محروم نہیں فرماتے۔ جیسے حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص بیمار ہوا اور بیماری کی وجہ سے وہ جو اس کے معمولات تھے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وہ بیماری کی وجہ سے انجام نہیں دے پایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس بیماری کے اندر بھی اس کے لیے ان عبادتوں کا اجر وثواب لکھتے رہتے ہیں[1]، وہ اس کے ساتھ چلتا رہتا ہے،

---

(۱) مسند احمد ۱۱/۱۹ (٦٤٨٢) وقال الهيثمي فی "مجمع الزوائد" ۲/۳۰۳ (۳۸۰۹) رواہ احمد والبزار والطبرانی فی الکبیر ورجال احمد رجال الصحیح۔

حالانکہ جو نفلیں پڑھا کرتا تھا وہ نہیں پڑھی، جو قرآن کی تلاوت کرتا تھا وہ نہیں کر سکا، جو ذکر و تسبیح کرتا تھا وہ نہیں کر سکا، لیکن چونکہ عذر کی وجہ سے چھوڑا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ثواب سے اس کو محروم نہیں فرماتے۔ اسی طرح خواتین ہیں۔

خواتین کو بعض اوقات شرعی عذر کی وجہ سے نمازیں چھوڑنی پڑتی ہیں تو ان نمازوں کے چھوڑنے کی وجہ سے ان کے اجر و ثواب میں کمی نہیں آتی۔ اجر و ثواب اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان کو ایسا ہی دیتے ہیں جیسے کہ نماز پڑھ رہی ہوں۔ جیسے کہ عام حالات میں نماز پڑھتی تھیں اسی طرح جب خواتین کو منع کیا گیا کہ تمہارے لیے مسجد میں جا کے نماز پڑھنا افضل نہیں ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ تمہارے لیے افضل یہ کہ گھروں میں پڑھو، بلکہ یہ فرمایا کہ کمروں میں پڑھو تو یہ برآمدے میں پڑھنے سے بہتر ہے،[1] برآمدے میں پڑھو تو یہ صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے، تو خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا یہ قاعدہ اور قانون مقرر فرما دیا ان کو منع فرما دیا تو یہ ناممکن بات ہے کہ خود ہی منع فرمایا اور خود جماعت کی فضیلت سے ان کو محروم کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اگر اپنے حساب سے جو ان کے لیے بہتر طریقہ (کہ اول وقت میں نماز پڑھیں) کا اہتمام کریں، نماز کا دھیان رکھیں، قضاء نہ ہونے دیں، وقت پر نماز پڑھیں تاخیر نہ کریں، ایسی تاخیر جو کراہت کی حد تک پہنچ جائے اس سے اجتناب کریں، تو ان شاء اللہ ان کو بھی اس اجر سے محروم نہیں فرمائیں گے جو

---

(۱) ملاحظہ ہو مسند أحمد ۳۷/۴۵ (۲۷۰۹۰) وقال الهيثمي في "مجمع الزوائد" ۲/۱۵۴ (۲۱۰۶) رواه احمد ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن سويد الانصاری، ووثقه ابن حبان وقال الحافظ ابن حجر في "فتح الباری" ۲/۳۵۰ وإسناد أحمد حسن.

اللہ تعالیٰ نے مردوں کے لیے جماعت کی صورت میں رکھا ہے۔ ایک بات تو حضرت نے یہ ارشاد فرمائی۔

نماز بذات خود مطلوب ہے

دوسری بات یہ فرمائی کہ

ایک عہدے دار نے اپنی بیوی سے پوچھا تھا کہ تو جو اتنے زمانے سے نماز پڑھ رہی ہے تجھے کیا ملا؟ -اللہ بچائے- بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں بیوی تو بیچاری نماز کی پابند ہے، شوہر نہیں پڑھتا ہے، نہ اس کے دل میں نماز کی اہمیت ہے، تو اب دیکھ رہا تھا کہ نماز پڑھتی ہے، تو پوچھتا ہے کہ تو جو اتنے زمانے سے نماز پڑھ رہی ہے تجھے کیا ملا؟ میں نے یہ بات سنی، یعنی حضرت فرما رہے ہیں، تو میں نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کو جواب یہ دینا چاہیے تھا کہ نماز ملی، کیونکہ نماز خود بہت قیمتی چیز ہے جس کو یہ دولت مل جائے، اس سے یہ سوال کرنا کہ تجھے کیا ملا؟ ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص کو کسی سے روپیہ ملا اور اس سے پوچھا جاوے کہ روپیہ لے کر کیا ملا تجھے، تو وہ تو خود دولت ہے اس دولت کے لیے یہ پوچھنا کہ تجھے کیا ملا؟ یہ احمقانہ سوال ہے، جیسا کہ ایک شخص کو کسی سے روپیہ وصول ہوا اور اس سے پوچھا جاوے کہ مال لے کر تجھے کیا ملا؟ ہر شخص اس سوال کو فضول کہے گا، کیونکہ مال خود مطلوب ہے اس کے مل جانے کے بعد کسی اور چیز کے ملنے کی کیا ضرورت ہے، اسی طرح نماز خود مطلوب ہے جس کو یہ مل گئی اس سے یہ پوچھنا کہ تجھے کیا ملا حماقت ہے، اور دخولِ جنت کو نماز کا ثمرہ کہا جاتا ہے وہ بھی نماز کا ایک ثمرہ ہے ورنہ حقیقت میں نماز خود مطلوب ہے، کیونکہ اس کی حقیقت قربِ حق ہے، قرآنِ مجید میں ایک آیت ہے:

وَاسۡجُدۡ وَاقۡتَرِبۡ

سجدہ کرو اور قریب آ جاؤ [1]

یعنی سجدہ کر کے قرب و وصال حاصل ہوتا ہے۔

اور حدیث شریف میں آتا ہے:

"أقرب مایکون العبد من ربه و هو ساجد"[2]

یعنی انسان کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب سجدے میں ہوتا ہے۔

اور ظاہر ہے جنت بھی قرب ہی کے لیے مطلوب ہے، بالذات مطلوب نہیں ہے۔

مذکورہ ملفوظ کی تشریح

یہ ایک بہت بڑی حقیقت ہے جو حضرتِ والا نے اس ارشاد میں بیان فرمائی ہے اللہ تعالیٰ اس کو صحیح طرح سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے تو بہت سے اشکالات اور بہت سے وسوسوں کا خاتمہ اس سے ہوجاتا ہے۔ وہ یہ کہ بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ نماز پڑھنے سے کیا مقصود حاصل ہوا۔ کچھ لوگوں نے نماز کے کچھ دنیوی مفادات سوچ رکھے ہیں کہ بھئی نماز جب پڑھے گا بندہ تو اس کے اوپر مصیبتیں کم آئیں گی۔ اس کے اوپر آفتیں کم آئیں گی۔ اس کی دنیوی زندگی

(۱) سورۃ العلق آیت (۱۹)۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۳۵۰ (۴۸۲)۔

اچھی ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ اب اگر باوجود نماز پڑھنے کے کبھی کوئی تکلیف آگئی کوئی پریشانی آگئی تو یہ سمجھتا ہے کہ۔معاذ اللہ۔ نمازیں تو رائیگاں چلی گئیں، یہ دھیان دل میں پیدا ہو جاتا ہے قرآنِ کریم نے ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٌاطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ٌانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱)

کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو کنارے پر کھڑے ہو کر کرتے ہیں کہ اگر عبادت کے نتیجے میں کچھ دنیا کا مفاد حاصل ہو گیا تو مطمئن ہو گئے۔ ہاں بھئی نماز پڑھنی شروع کی تھی روزگار مل گیا، نماز پڑھنی شروع کی تھی قرضہ ادا ہو گیا، نماز پڑھنی شروع کی تھی بیماری دور ہو گئی وغیرہ اور اگر کوئی آزمائش آگئی کہ نماز پڑھنے کے باوجود کوئی تکلیف آگئی پریشانی آگئی تو:

انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ

یعنی وہ پلٹ جاتا ہے کہ بھئی نماز سے تو کوئی فائدہ ہی نہ ہوا۔

ایک لطیفہ

حضرت ہی نے ایک وعظ میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب تھے وہ کسی دیہاتی کو نماز کی تبلیغ کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ اجی کیا ملے گا

(۱) سورۃ الحج آیت (۱۱)۔
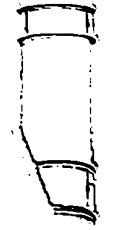
نماز پڑھنے میں؟ تو اس مولوی صاحب نے سوچا کہ ذرا اس کو کچھ تھوڑی سی لالچ دے دوں تو شاید لالچ سے پڑھنا شروع کر دے۔ تو اس کے نتیجے میں عادت پڑجائے گی اور عادت جب پڑجائے گی تو پھر شاید لالچ بھی ختم ہوجائے۔ تو اس سے کہا کہ اگر تو چالیس دن نماز پڑھ لے پابندی سے تو تجھے فلاں چیز دوں گا۔ ذہن میں یہ بات تھی کہ اگر کوئی آدمی چالیس دن کوئی عمل متواتر کرتا رہے تو اس سے عام طور سے اس کی عادت ہو جاتی ہے تو عادت ہو جائے گی۔ تو پھر اس کے دل میں لالچ بھی کیا آئے گا پھر مانگنے بھی کیا آئے گا مجھ سے، مگر وہ اللہ کا بندہ چالیس دن نماز پڑھ کے پہنچ گیا مولوی صاحب کے پاس کہ جی لاؤ، تو مولوی صاحب نے کہا کہ بھائی میں نے تو سوچا تھا کہ چالیس دن کے بعد عادت پڑ جائے گی تمہیں پھر تمہیں ضرورت ہی نہیں ہوگی مانگنے کی، تو کہنا لگا کہ اچھا اگر یہ بات ہے تو میاں میں نے بھی بغیر وضو ہی کے ٹرخائی ہے چالیس دن، چالیس دن جو نماز پڑھی وہ بغیر وضو کے ٹرخائی ہے۔

دنیاوی فائدے کے لیے پڑھنی جانیوالی نماز کا حکم

تو بعض مرتبہ لوگوں کے دل میں یہ خیال ہوتا ہے کہ نماز اس لیے پڑھ رہے ہیں کہ فلاں دنیوی فائدہ حاصل ہو جائے گا تو یہ خیال بالکل لغو ہے، اگر آدمی دنیوی فائدہ کے لیے نماز پڑھے گا تو نماز نہیں ہوگی، نماز تو وہ ہے جو خالص اللہ کی رضا کی خاطر پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر پڑھی جائے، اس میں اللہ کے سوا کسی اور چیز کا دخل نہ ہو وہ ہے نماز حقیقت میں۔

نماز قرب خداوندی کا ذریعہ ہے

اور دنیوی خیالات اور دنیوی مفادات کی خاطر تو نہیں پڑھتے، لیکن یہ سمجھتے ہیں کہ نماز اس لیے پڑھی جاتی ہے تاکہ اس سے جنت ملے۔ یہ تو اچھے اچھے لوگوں کے دل میں خیال ہوتا ہے۔ تو خوب سمجھ لو حضرت جو یہاں پر بات فرما رہے ہیں وہ یہ کہ بے شک جنت نماز کا ایک نتیجہ ہے، اگر نماز صحیح سے پڑھی تو ان شاء اللہ جنت ملے گی، لیکن یہ نہ سمجھے کہ نماز محض ذریعہ ہے جنت پہنچنے کا اور یہ بذاتِ خود کوئی مقصود نہیں، نماز بذاتِ خود مقصود ہے، بذاتِ خود مطلوب ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سجدے میں جاؤ اور میرے قریب آ جاؤ[1] اور یہ فرمایا کہ بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا قرب سب سے زیادہ اس حالت میں حاصل ہوتا ہے[2]۔

ہمارے حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

میں جب سجدے میں سر رکھ دوں

زمیں کو آسماں کر دوں

یعنی جب پیشانی سجدے میں ٹک گئی تو زمین کو آسماں کر دوں، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اس سے زیادہ تو کسی اور حالت میں حاصل ہو نہیں سکتا، وہ قرب مجھے اس کے ذریعے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

---

(۱) سورۃ العلق آیت (۱۹)۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۳۵۰ (۴۸۲)۔

اللہ تعالیٰ کا قرب ہی مقصود ہے

اور یہ اللہ تعالیٰ کا قرب ہی مقصود ہے۔ جنت بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک مظاہرہ ہے اور یہ نماز بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ایک مظاہرہ ہے۔ تو دنیا میں یہ مطلوب ایسے ہی مطلوب ہے کہ جس طرح جنت مطلوب ہے۔ اس طرح بذاتِ خود نماز مطلوب ہے۔ اس کو محض ایک ذریعہ اور وسیلہ نہ سمجھے۔ بلکہ یہ بذاتِ خود مقصود ہے اس کو ایسا ہی سمجھنا چاہیے کہ جب نماز پڑھ لی تو مقصد حاصل ہو گیا۔ اب اس کے اوپر ثمرہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرتب فرمائیں گے۔ تو دماغ میں یہ بات بٹھانی چاہیے کہ جو میں یہ نماز پڑھ رہا ہوں یہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے تو اس واسطے یہ بذاتِ خود مقصود ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ ان شاء اللہ جنت ملے گی وہ الگ مطلوب ہے، لیکن یہ الگ مطلوب ہے۔

ایک صاحبِ کشف بزرگ کا واقعہ

اس لیے حضرت آگے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بزرگ صاحبِ کشف سے خود سنا ہے فرماتے تھے کہ جنت کا مزا برحق، کوثر کا مزا برحق، مگر خدا کی قسم جو مزا نماز میں ہے وہ نہ جنت میں ہے نہ کوثر میں ہے۔ ہم جب سجدہ کرتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا حق تعالیٰ نے پیار کر لیا۔ یہ واقعہ جو حضرت نے لکھا ہے یہاں نام نہیں لیا، یہ واقعہ حضرت شاہ فضل الرحمن صاحب گنج مرآد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور یہ انہی کا ارشاد ہے۔

حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شاہ صاحب بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے تھے اور بڑے اکابر صوفیاءِ کرام میں سے تھے۔ عالم بھی تھے، حدیث کی بہت عالی سند ان کے پاس تھی۔ حضرت نے ان سے وہ سندِ حدیث بھی حاصل فرمائی ہے، تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ جب کانپور میں تھے اور کانپور میں درس تدریس چھوڑ کر جانے والے تھے، تو اس وقت بھی اور اس سے پہلے بھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور وہاں کچھ دن قیام بھی فرمایا ہے اور یہ ایسے بزرگ تھے کہ بس ہر وقت فنا فی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں، یاد میں، تصور میں، استغراق اتنا رہتا تھا کہ بعض اوقات ان کے اوپر بہت زیادہ کیفیات طاری ہوتی رہتی تھیں۔

ان کے واقعات میں لکھا ہے یہ ایک مرتبہ اپنی مجلس میں تشریف فرما تھے تو کسی نے اپنے کچھ مقدمہ بازی کا ذکر کر دیا۔ اب حضرت کو یہ بڑا ناگوار ہوا تو اس کو منع کیا۔ جب وہ نہیں مانے تو اٹھ کے حضرت نے ہاتھ سے پکڑ کے اسے مسجد سے باہر لے گئے کہ بھئی تم یہاں نہ بیٹھو، مجلس کو خراب نہ کرو، وہ اللہ کا بندہ تھوڑی دیر میں اِدھر اُدھر گھوم گھام کے پھر آکر بیٹھ گیا مجلس میں اور پھر مجلس میں دوبارہ وہی مقدمہ بازی کا ذکر چھیڑ دیا۔ اب اتنی دیر میں حضرت بھول گئے کہ یہ وہی شخص ہے، پھر اس شخص کو چھوڑ کے آگئے۔ پھر تیسری مرتبہ آیا تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا جب آگیا تو آکے بھول گئے، یعنی اس درجے کا استغراق بھی بعض اوقات طاری رہتا تھا۔ تو بڑے درجے کے اولیاء اللہ میں سے تھے۔

حضرت حکیم الامت کو بزرگوں کی زیارت کا اشتیاق تھا

تو حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بزرگوں کی خدمت میں جانے اور ان کی زیارت کا بہت زیادہ اشتیاق تھا، حضرت نے اس کے لیے بڑے لمبے لمبے سفر بھی کیے۔ حالانکہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، لیکن دوسرے بزرگ جس کسی کے بارے میں یہ معلوم ہوتا کہ یہ اللہ والا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کو کوئی مقام عطا فرمایا ہوا ہے، تو بعض اوقات سفر کر کے اہتمام کر کے زیارت کے لیے، ان سے استفادے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو جب حضرت شاہ صاحب کے پاس پہلی مرتبہ گئے، تو گنج مرآد آباد جو جگہ تھی، جہاں حضرت کا قیام تھا تو وہاں جاتے ہوئے بھی اس خیال سے گئے کہ شام سے پہلے پہلے پہنچ جائیں گے، مگر راستہ بڑا خراب تھا، بڑا دشوار گزار راستہ تھا، اس کو قطع کرتے کرتے جب پہنچے تو مغرب بھی ہوگئی، عشاء بھی ہوگئی، عشاء کے بعد پہنچے، تو حضرت مسجد میں تشریف فرما تھے، جا کر ملے تو حضرت کی عادت تھی کہ جو بھی کام ہوا کرتا تھا جلدی جلدی پوچھ لیا کرتے تھے، تو ایک ہی سانس میں پوچھا، کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟ تو حضرت کو چونکہ پتا تھا کہ ایک ہی بات میں ان کا جواب دینا چاہیے، ورنہ کہیں ناراضگی نہ ہو جائے تو حضرت نے فرمایا کہ حضرت ایک طالبِ علم ہوں، کانپور سے آیا ہوں، زیارت کے لیے آیا ہوں۔ تو فرمایا کہ اس وقت زیارت کے لیے آئے ہو عشاء کے بعد؟ اب تمہارے لیے میں کہاں انتظام کروں کھانے پینے کا، رہائش کا، یہ وقت ہے کوئی آنے کا؟ تو سبق یہ دیا کہ بھئی جب کسی کے پاس جا رہے ہو تو یہ دیکھ کہ جاؤ کہ میزبان جو ہے اس کو برداشت کر سکے گا یا نہیں؟ مہمان کی خاطر مدارات کر

سکے گا یا نہیں؟ تو اب حضرت نے چونکہ ارادہ تو نہیں تھا کہ دیر سے پہنچتے، ایک مجبوری تھی جس کی وجہ سے دیر ہو گئی، ورنہ حضرت کا کبھی بھی معمول یہ نہیں ہوتا تھا، جب کہیں جاتے تھے اس کو بتا کے جاتے تھے۔ تو حضرت اس وقت خاموش رہے رعب کی وجہ سے، پھر کہا کہ اچھا تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟ کہا کہ جی ہاں ہیں، کہا کہ اچھا ایسا کرنا کہ اس وقت تو تم کہیں پیسوں سے نانبائی کے پاس سے روٹی لے کے کھانا کھا لینا اور کل سے ہمارے مہمان ہو اور پھر کسی خادم سے فرمایا کہ ان کو فلاں جگہ جا کہ ٹھہراؤ دو رات کو۔

حضرت کو وہ لے گئے کسی جگہ وہاں جا کے ٹھہرا دیا، جب ٹھہرا دیا تو تھوڑی دیر کے بعد پھر پیغام آیا کہ بھئی ذرا بلاؤ ان کو، بلا لیا، کہا کہ بھئی اچھا نہیں لگ رہا کہ آپ آئے ہو اس وقت، کھانا کہیں بازار سے جا کے کھاؤ، تو میں نے کہیں اور سے کھانے کا انتظام کر دیا، وہ پتا نہیں تمہیں پسند آئے گا یا نہیں آئے گا؟ کھا لو تو پھر کھلا دیا اور پھر حضرت نے محسوس فرمایا حضرت تھانویؒ کے انداز و ادا سے کہ یہ طالب صادق ہیں، تو پھر ان کو اپنی خلوت کے اوقات میں بلا لیا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت نے فرمایا کہ "میاں اشرف علی! جنت کا مزا برحق، کوثر کا مزا برحق، مگر خدا کی قسم جو مزا نماز میں ہے، وہ نہ جنت میں ہے، نہ کوثر میں ہے" اور پھر فرمایا کہ "اگر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اجازت دیں گے، تو ہم تو وہاں جا کر نماز پڑھتے رہیں گے" اور پھر فرمایا کہ کہنے کی بات نہیں، مگر تم سے کہتا ہوں کہ "جب سجدہ میں جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا حق تعالیٰ نے پیار کر لیا۔"

تو حضرت وہ واقعہ نقل فرما رہے ہیں کہ یہ بات حضرت نے اس لیے فرما دی کہ دل لوگوں کے کسی طرح تو جاگیں اور ان اعمال کی قدر کریں۔ پس بخدا

یہ نماز اور ذکر وغیرہ خود بھی مطلوب ہیں۔

نماز کے نتیجے کا انتظار نہ کریں

تو لہٰذا اس نماز کے نتیجے میں بعض لوگ جو انتظار کرتے رہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں اتنے دن سے نہ کبھی اللہ نے کوئی جلوا دکھایا نہ کوئی زیارت ہوئی، نہ کوئی کشف ہوا نہ کوئی خواب آیا، نہ کوئی ایسی باتیں ہوئی جیسے کہ اللہ والوں سے منقول ہیں کہ نماز کے نتیجے میں ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ کچھ تجلیات بھی دکھاتے ہیں۔ اس قسم کی چیزوں کے لوگ انتظار میں رہتے ہیں۔ وہ اس لیے رہتے کہ نماز کو خود مقصد نہیں سمجھا ہوا، نماز کو ذریعہ سمجھا ہوا ہے کہ نماز پڑھوں گا تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی جواب آئے گا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کوئی تجلی دکھائی جائے گی، کوئی جلوا دکھایا جائے گا، کوئی کشف ہوگا، کوئی الہام ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ یہ سب نادانی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے جب نماز پڑھی تو یہ نماز بذاتِ خود مقصود ہے۔ ساری زندگی کوئی تجلی نہ نظر آئے، ساری زندگی کوئی جلوا نہ ہو، کوئی الہام نہ ہو، کوئی کشف نہ ہو، یہاں تک نماز میں لطف بھی نہ آئے، تو یہ بذاتِ خود مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا، اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں، کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی جواب کی حاجت نہیں۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حضرت فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں ایک

حکایت لکھی ہے کہ کوئی اللہ والا تھا وہ نمازیں پڑھتا تھا، ذکر کرتا تھا، تسبیحات کرتا تھا، اللہ کا نام لیتا رہتا تھا، تو شیطان نے اس کے دل میں یہ ڈالا کہ اللہ کے بندے تو اتنے دن سے نمازیں پڑھ رہا ہے، اتنے دن سے ذکر کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے، کوئی جواب ہی نہیں آتا اللہ تعالیٰ کی طرف سے، تو یہ وسوسہ اتنا زبردست ہوا اس شخص کے دل میں کہ جو ذکر و شغل وہ کیا کرتا تھا وہ چھوڑ دیا اور ایک دن سوتا رہا کہ بھئی اتنے دن سے محنت کر رہے ہیں کوئی جواب تو آتا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے، سو گیا تو خواب آیا، خواب میں ایک فرشتہ دکھائی دیا اور اس فرشتے نے پوچھا کہ میاں! تم اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، عبادت کیا کرتے تھے، نفلیں پڑھا کرتے تھے، تو کیوں چھوڑ دیا تم نے؟ تو اس نے جواب دیا کہ بھئی اتنے دنوں سے اللہ اللہ کر رہا ہوں، ذکر کرتا ہوں نمازیں بھی پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہوں، مگر ادھر سے نہ کوئی پیام، نہ سلام، نہ جواب، کچھ آتا ہی نہیں، تو فرشتے نے جواب دیا جو مولانا رومیؒ نے مثنوی میں فارسی شعر میں اس کو بیان کیا ہے ؎

گفت آں اللہ تو لبیک ما است
واں نیاز و درد و سوزت پیک ما است

یہ تو سمجھ رہا کہ جو تو اللہ اللہ کرتا ہے اس کا کوئی جواب آئے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوب سمجھ لو کہ جو تم اللہ اللہ کر رہے ہو اور اس کی تمہیں توفیق ملی ہوئی ہے یہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے۔

کیا معنیٰ؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اس کی تشریح فرمائی کہ معنیٰ یہ ہیں کہ جب

اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی توفیق ہو گئی اور پھر بار بار ہو گئی، ایک مرتبہ لیا پھر دوبارہ لے لیا، پھر سہ بارہ لے لیا، تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ قبول فرما لیا۔ یہ توفیق جو مل رہی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے، یہ بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے کہ یہ اللہ کا ذکر کرنے کی تمہیں توفیق ہو رہی ہے، ورنہ کوئی انسان اس لائق نہیں تھا کہ اس کو اللہ کا نام لینے کی اجازت بھی ہوتی، اللہ جل جلالہ نے اجازت عطا فرمائی پھر بار بار توفیق بھی عطا فرمائی یہ خود جواب ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہ تمہاری پچھلی عبادت قبول ہو گئی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا واقعہ

اور پھر حضرت والا نے اپنا قصہ لکھا ہے طالبِ علمی کے زمانے کا، فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ مدرسے میں ایک طالبِ علم تھا وہ مجھے چڑانے کے لیے بار بار میرا نام لیتا تھا اشرف علی اشرف علی، مجھے بڑا ناگوار ہوتا تھا کہ یہ بار بار نام لیتا ہے بلا وجہ، تو میں نے اس سے ناگواری کا اظہار کیا اور ایک مرتبہ اس کے طمانچہ بھی رسید کر دیا کہ تم ہر وقت یہ کیوں لیتے رہتے ہو، کیوں اس واسطے کہ مجھے برا لگا کہ یہ میرا نام فضول لے رہا ہے بلا وجہ لے رہا ہے برا لگا، حالانکہ وہ بیچارہ انسان تھا اور میں کوئی خدا نہیں تھا، لیکن مجھے برا لگا تو اگر اللہ تبارک وتعالیٰ کا نام کوئی بندہ لے رہا ہے اور بے ادبی سے لے رہا ہے ظاہر ہے کہ جس طرح ہم لوگ لیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان تو نہیں ہے، لیکن پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے توفیق دے رکھی ہے پھر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اجازت دے رکھی ہے بلکہ توفیق عطا فرمائی ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ خود اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرما کر اس کو قبول کر لیا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

اسی لیے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ خود حضرت نے نقل فرمایا کہ جب ایک عبادت کے بعد دوسری عبادت کی توفیق مل جائے، تو سمجھ لو کہ پہلی عبادت قبول ہوگئی، اس واسطے کہ اگر وہ قبول نہ ہوئی ہوتی، تو پھر دوبارہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ملتی۔

اس واسطے یہ ذہن میں جو تخیلات آتے ہیں کہ نماز کے نتیجے میں یہ ہونا چاہیے اور یہ ہونا چاہیے اور فلاں تجلیات نظر آنی چاہییں، فلاں جلوے نظر آنے چاہییں، کشف ہونا چاہیے، الہام ہونا چاہیے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب محض حجابات ہیں۔ایک مرتبہ ذہن میں یہ بٹھا لو کہ یہ جو میں قیام کر رہا ہوں، رکوع کر رہا ہوں، سجدہ کر رہا ہوں، اس میں جو کچھ ذکر کر رہا ہوں یہ بذاتِ خود مقصود ہے، یہ خود دولت ہے اس کے نتیجے میں دنیا کے اندر مجھے کسی نتیجے ثمرے کا انتظار نہیں۔ اس کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب مل رہا ہے۔ اس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کے قریب ہو رہا ہوں اور اس قرب کی ایک تو قرآنِ کریم کی آیت میں دلیل ہے کہ فرمایا کہ سجدہ کرو اور قریب آ جاؤ[1]۔

کثرت نوافل موجب قرب حق ہے

اور دوسری طرف نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیثِ قدسی نقل فرمائی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ

(۱) سورۃ العلق آیت (۱۹)۔

بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے قریب آتا جاتا ہے یہاں تک
کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں
اس کا ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور چلتا
ہے، میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے[1]۔

کیا معنیٰ؟ کہ اتنا قرب پیدا ہوجاتا ہے پھر اس کے نتیجہ میں کہ پھر یہ سارے کے سارے اعضاء و جوارح جو انسان کے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا ہی کے کام میں استعمال ہوتے ہیں، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، وہیں استعمال ہوتے ہیں۔ تو اس لیے پہلی بات جو مقصود ہے اس سارے کلام سے، وہ یہ کہ نماز کی قدر پہچانو، یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کا عظیم ترین ذریعہ ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا یہ بذاتِ خود مقصود ہے، اس کو ٹھیک طرح انجام دینے کی کوشش کرو۔ مرد ہیں تو جماعت کے ساتھ، عورتیں ہیں تو اپنے گھروں میں۔ خشوع جو مطلوب ہے اس خشوع کے ساتھ اس کو انجام دینے کی کوشش کرو کہ جو الفاظ زبان سے نکال رہے ہو ان الفاظ کی طرف دھیان رہے اور اس کی طرف دھیان دے کر اور جتنا ہوسکے اپنے دھیان کو نماز کی طرف مرکوز رکھ کر اس کو انجام دینے کی کوشش کرو، یہ کرلیا تو مقصود حاصل ہوگیا، خود مطلوب حاصل ہوگیا۔ یہی دنیا میں حاصل ہوگیا وہ بذاتِ خود مطلوب ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے اور نماز کی قدر پہچان کر اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

(۱) صحیح البخاری ۸/۱۰۵ (۶۵۰۲)۔
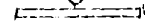
نفلی عبادت کی اہمیت

(اصلاحی مواعظ ۲ ص ۲۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نفلی عبادت کی اہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا۔ اَمَّا بَعْدُ!

عشرۂ ذی الحجہ میں عبادت

اس سے پچھلے باب [1] میں گناہوں کے برے انجام کو بیان کیا گیا تھا، جس پر الحمد للہ بقدرِ ضرورت بیان ہو چکا اور اب یہ باب اللہ تعالیٰ کی عبادت کی فضیلت کے بیان میں ہے اور حسن اتفاق سے یہ باب آج ذی الحجہ کی پہلی

(۱) اس سے امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الزھد والرقائق'' کا باب مراد ہے۔ از مرتب

تاریخ کو شروع ہو رہا ہے اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ ایسا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دوسرے دنوں کے مقابلے میں اسے خصوصی امتیاز عطا فرمایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے بعد کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت اتنی پسندیدہ ہو جتنی اس عشرہ ذی الحجہ میں ہوتی ہے اور پھر اس کی تفصیل یوں فرمائی کہ اس کے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور ایک رات کی عبادت (اجر و فضیلت کے اعتبار سے) شب قدر کی عبادت کے برابر ہے[1]، چونکہ حدیث کے الفاظ عام ہیں، اس لیے علماء نے فرمایا ہے کہ خواہ کسی بھی قسم کی عبادت ہو، وہ ان دنوں میں جتنی زیادہ انجام دی جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر و ثواب کی امید ہے۔

عبادت تخلیقِ انسانی کا بنیادی مقصد

گزشتہ بیانات میں، میں دو باتوں پر کثرت سے زور دیتا رہا ہوں:

① نفلی عبادت کے مقابلے میں گناہوں سے بچنے کی فکر زیادہ اہم ہے، اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنی روز مرہ کی زندگی میں گناہوں سے بچنے کا اہتمام کرے۔

② حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے، کیونکہ لوگوں نے حقوق العباد کو دین ہی سے خارج قرار دے دیا ہے، حالانکہ میں متعدد مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ دین کے پانچ شعبے ہیں:

(۱) سنن الترمذی ۱۲۲/۲ (۷۵۸) وقال حدیث غریب۔

① عقائد، ② عبادات، ③ معاملات،
④ معاشرت، ⑤ اخلاقیات۔

لیکن آج کے دور میں لوگوں نے عقائد اور عبادات کی حد تک دین کو محدود کر دیا ہے اور بقیہ تین شعبوں کو دین سے بالکل خارج سمجھ لیا ہے اور ان میں بڑے بڑے گناہوں کے مرتکب ہونے کے باوجود اس کے گناہ ہونے کا خیال بھی دل میں نہیں کرتے، حالانکہ حقوق العباد کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ جب تک صاحبِ حق معاف نہ کرے، محض توبہ و استغفار سے وہ گناہ معاف نہیں ہوتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عبادات فی نفسہ اہمیت نہیں رکھتیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عبادت خواہ کسی بھی مشروع شکل میں ہو، درحقیقت وہی تخلیقِ انسانی کا بنیادی مقصد ہے، جیسا کہ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُونِ[1]

اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

فرشتے اور انسان کی عبادت کا فرق

یوں تو تخلیقِ انسانی سے پہلے فرشتے بھی عبادت کیا کرتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو محض اپنی عبادت کے لیے اس وجہ سے پیدا فرمایا کہ فرشتوں کی عبادت درحقیقت فرشتوں کی طرف سے کسی کمال پر مبنی نہیں، اس

(۱) سورۃ الذاریات آیت (۵۶)۔

لیے کہ ان کے اندر نفسانی خواہشات رکھی ہی نہیں گئیں۔ وہ اگر گناہ کرنا بھی چاہیں تو ان میں اس کی صلاحیت ہی نہیں ہے، نہ انہیں بھوک پیاس لگتی ہے، نہ انہیں نیند اور اونگھ آتی ہے اور نہ کوئی دوسری نفسانی خواہش ان کے دل میں آتی ہے، جس کام کے لیے انہیں متعین کردیا گیا، وہ اسی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ بخلاف انسان کے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا میں ایسی مخلوق پیدا کر رہا ہوں جس میں ہر قسم کے تقاضے ہوں گے، نیکی کے بھی اور بدی کے بھی، بھوک اور پیاس کے بھی اور جنسی خواہشات کے بھی، لیکن اس مخلوق کا کمال یہ ہوگا کہ وہ اپنی ان خواہشات اور جذبات کو قابو میں رکھ کر جب میری عبادت کرے گی تو پھر یہ مخلوق تم سے بھی آگے بڑھ جائے گی۔ تم اگرچہ ہر وقت تسبیح و تقدیس اور عبادت میں لگے ہوئے ہو، لیکن یہ انسان ایسا ہوگا کہ اس کی آنکھوں پر نیند کا غلبہ ہوگا اور آرام دہ بستر اس کو خواب راحت کے مزے لینے کی دعوت دے رہا ہوگا، اس کے باوجود جب یہ اس بستر کو چھوڑ کر میری یاد اور ذکرو عبادت کی خاطر کھڑا ہوکر مجھے پکارے گا تو اس وقت یہ تم سے بھی بازی لے جائے گا۔ انہی لوگوں کے بارے میں قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے:

تَتَجَافٰى جُنُوۡبُهُمۡ عَنِ الۡمَضَاجِعِ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ۖ وَّمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ﴿۱۶﴾(۱)

ان کے پہلو اپنے بستروں سے جدا ہوتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کو خوف اور طمع کی حالت میں پکارتے ہیں۔

انہیں خوف تو اس بات کا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں یہ عمل اللہ کے یہاں مقبول

(۱) سورۃ السجدۃ آیت (۱۶)۔

بھی ہے یا نہیں؟ اور امید اس بات کی کہ شاید اللہ تعالیٰ اس عمل کی برکت سے مجھ پر فضل فرمادیں۔

نیز ایک جگہ ارشاد ہے:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ (۱)

رات کے حصے میں یہ لوگ کم سوتے ہیں اور صبح کے وقت میں استغفار کرتے ہیں۔

پس اصل مقصد یہ ہوا کہ خواہشات کا یہ پتلا اپنے پروردگار کی بندگی کے لیے تیار ہو اور دیگر احکامات کی بجا آوری بھی کرتا رہے، اس لیے عبادت کی اہمیت کو کسی طرح کم نہیں کہا جاسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ ان عبادات کو صحیح طور پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمادیں تو یہی عبادات نہ صرف یہ کہ انسان کی زندگی کے مقصد کو پورا کرتی ہیں، بلکہ انسان کو نفس اور شیطان سے مقابلہ کرنے کی توانائی بھی بخشتی ہیں۔

عبادات کی دو قسمیں

اب یہ سمجھیے کہ عبادات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ کہ جنہیں انجام دینا ضروری ہے، جیسے فرائض اور واجبات اور کسی درجے میں اس کے اندر سنن مؤکدہ بھی داخل ہیں اور دوسری قسم نفلی عبادات کی ہے، یعنی اگر کوئی ان

(۱) سورۃ الذاریات آیت (۱۷-۱۸)۔

عبادات کو انجام دے تو ثواب پائے اور نہ کرے تو کوئی گناہ نہیں۔

یہ باب اسی دوسری قسم کی عبادات کے بیان میں ہے کہ نوافل بھی انسان کو اپنے معمولات میں کسی حد تک شامل کرنے چاہئیں اور تجربہ ہے کہ نوافل کو اپنے معمولات میں داخل کیے بغیر انسان کو نفس اور شیطان سے مقابلہ کرنے کی پوری طرح قوت حاصل نہیں ہوتی۔

نوافل اللہ کی محبت کا حق

ہمارے حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فرائض اللہ کی عظمت کا حق ہیں، جنھیں انجام دینا ضروری ہے اور نوافل اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہیں۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو انسان صرف قانونی تعلقات پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ اس سے آگے بھی بڑھ کے ملتا ہے۔ مثلاً شوہر اور بیوی کا ایک تعلق ہے، اگر خاوند صرف قانونی تعلقات پورے کرے، مثلاً مہر ادا کردے اور نفقہ دے دیا کرے، لیکن میاں بیوی جس طرح رہتے ہیں، اس طرح نہیں رہتا تو وہ شخص اگرچہ قانونی تقاضا پورا کر رہا ہے، لیکن محبت کا تقاضا پورا نہیں کر رہا جو اصل درکار ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کچھ اور ہے درکار میری تشنہ لبی کو
ساقی سے مرا واسطہ جام نہیں ہے

اسی طرح ایک شخص صرف فرائض و واجبات ادا کرتا ہے تو اس کا اگرچہ اللہ سے قانونی تعلق ہے، لیکن یہ تعلق خشک اور کھردرا ہے، بخلاف اس شخص

کے جو اپنے معمولات میں نوافل کو بھی شامل کر لیتا ہے کہ وہ محبت کے تقاضے کو بھی پورا کرنے والا ہوتا ہے۔

نوافل کی کثرت کرنے والا اللہ کا قریبی ہے

ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میرا بندہ نوافل کی جتنی کثرت کرتا ہے، اتنا ہی میرے قریب ہوتا جاتا ہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ میں ہی اس کی زبان بن جاتا ہوں جس سے وہ بولتا ہے اور میں ہی اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔[۱]

یعنی بندہ کی زبان پر وہی بات جاری ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوتی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم جس شخص کو دیکھو کہ وہ دنیا سے بے رغبت ہے اور باتیں کم کرتا ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ (یعنی اس کی صحبت حاصل کرو) کیونکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت کی باتیں القاء کی جاتی ہیں۔[۲]

---

(۱) صحیح البخاری ۱۰۵/۸ (۶۵۰۲)۔

(۲) سنن ابن ماجه ۵۵۲/۵ (٤١٠١) وقال البوصيري في "المصباح" ٢٠٩/٤: لم يخرج ابن ماجه لأبي خلاد سوى هذا الحديث، وليس له رواية في شيء من الخمسة الأصول، قال المزي في الأطراف: قال البخاري: وقال أحمد بن إبراهيم: ثنا يحيى بن سعيد بن أبان بن سعيد بن العاص، أخو عنبسة، سمع أبا فروة الجزري، عن أبي مريم، عن أبي خلاد، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: وهذا أصح.

عبادت کی کثرت

اس باب کی پہلی حدیث کے راوی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں:

عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ: "رحم الله قوما يحسبهم الناس مرضى و ماهم بمرضى. قال الحسن جهدتهم العبادة."(۱)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے جنہیں دیکھ کر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بیمار ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ بیمار نہیں ہوتے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ عبادت کی کثرت نے ان کے جسم پر ایسا اثر ڈالا ہے۔

نیز ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اكثروا ذكر الله حتى يقولوا انه مجنون"(۲)

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ تمہیں مجنوں اور دیوانہ کہنے لگیں۔

---

(۱) الزهد لابن المبارك ۳۰/۱ (۹۲)۔

(۲) المستدرك على الصحيحين للحاكم ۶۷۷/۱ (۱۸۳۹) وقال: هذه صحيفة للمصريين صحيحة الإسناد، وأبو الهيثم سليمان بن عتبة العتواري من ثقات أهل مصر، ووافقه الذهبي في "التلخيص".

آج کل طعنہ دیا جاتا ہے کہ مولویوں کی عقلیں خراب ہوگئی ہیں کہ دنیا کے مال و دولت اور شان و شوکت کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملات میں لگے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں انسان کو یہ طعنے اپنے لیے خوشخبری سمجھنے چاہئیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی اطاعت اور عبادت میں جب تمہیں دیوانہ کہا جانے لگے تو یہ اللہ کے یہاں مقبولیت کی علامت ہے، اس لیے ان طعنوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

عبادت میں مشغول شخص کے پاس رک جاؤ

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ کہیں سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ ایک شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں مشغول ہے، یہ دیکھ کر حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے اور اس کی تلاوت اور دعاؤں کو سننے لگے، اب بظاہر تو اس شخص کے پاس ٹھہرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، اس لیے کہ وہ اپنی عبادت میں مشغول تھا اور یہ اپنے سفر پر جا رہے تھے، انہیں یہاں رک کر اپنی منزل کھوٹی کرنے کی کیا ضرورت؟ لیکن وہ یہ سوچ کر رک گئے کہ جو انسان اللہ کی عبادت میں مشغول ہو، اس کے پاس تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی بات سن لینا بھی بعض اوقات انسان کے لیے فائدہ مند ہو جاتا ہے کہ پتا نہیں یہ اللہ کا کیسا مقبول بندہ ہو؟ اور اس پر اللہ کی رحمت کی بارش کیسے برس رہی ہو؟ میں بھی اگر تھوڑی دیر کے لیے رک گیا، تو ہوسکتا ہے کہ رحمت کی اس بارش کا ایک چھینٹا مجھ پر بھی پڑ جائے، یہی سبق دینے کے لیے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے پاس رکے[1]۔

---

[1] الزہد لابن المبارک ۳۲/۱ (۹۶)۔

میں نے اپنے والد ماجد قدس اللہ سرہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ جب میں کہیں سے گزرتا ہوں اور اس جگہ کسی کا وعظ ہو رہا ہو، خواہ وہ واعظ کتنا ہی معمولی آدمی ہو، لیکن میں تھوڑی دیر کے لیے اس کے پاس ضرور رک جاتا ہوں، تاکہ اس کی بات اس نیت سے سن لوں کہ شاید اس کے منہ سے کوئی کلمہ ایسا نکل جائے جو میرے دل پر اثر انداز ہوجائے اور اللہ تعالیٰ مجھے اس سے فائدہ پہنچادے۔ جیسا کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک جملہ انسان کی زندگی کی کایا پلٹنے کے لیے کافی ہوجاتا ہے۔

ایک جملہ نے زندگی بدل ڈالی

حضرت شعبہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ بڑے درجے کے محدثین میں سے ہیں اور صحاحِ ستہ میں ان کی بہت سی مرویات ہیں۔ وہ ایک مرتبہ کہیں جارہے تھے، راستے میں ایک شخص جس کا نام عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی تھا، جو بعد میں بہت بڑے محدث ہوئے، لیکن ابتدائی دور میں ایک آوارہ قسم کے اور فسق و فجور میں مبتلا آدمی تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک محدث گھوڑے پر سوار آرہا ہے، خدا جانے اس کے دل میں کیا داعیہ پیدا ہوا کہ اس نے آگے بڑھ کر ان کے گھوڑے کی باگ پکڑلی اور بدتمیزی سے کہنے لگا اے شیخ! مجھے کوئی حدیث سنادیجیے، انہوں نے کہا حدیث سننے کا یہ طریقہ نہیں ہوتا، پھر کسی وقت سن لینا، اس نے کہا نہیں، میں ابھی سنوں گا، چاہے صرف ایک حدیث سنادو، حضرت شعبہ کو غصہ تو بہت آیا، لیکن سوچا کہ ایک ایسی حدیث جو اس کے موقع کے لحاظ سے مناسب ہو، چنانچہ انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذالم تستحی فاصنع ماشئت"(۱)

جب تیرے اندر سے حیا نکل جائے تو جو چاہے کر۔

عبد اللہ بن مسلمہ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ حدیث میرے کانوں میں پڑی، اس کا میرے دل پر ایسا اثر ہوا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ یہ حدیث حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہی بارے میں ارشاد فرمائی ہے اور ایسی چوٹ لگی کہ دل میں اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کرنے کا عزم کرلیا اور توبہ کرلی (۲)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مقام بخشا کہ آج عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی بڑے بڑے محدثین امام بخاری اور امام ابو داود رحمہما اللہ جیسے حضرات کے استاد ہیں۔

معلوم ہوا کہ بعض اوقات ایک جملہ بھی انسان کی زندگی کو بدلنے کے لیے کافی ہوتا ہے، اس لیے میرے والد ماجد قدس اللہ سرہ نے اس بات کے ساتھ ساتھ یہ نصیحت بھی فرمائی کہ جب کوئی شخص مولوی اور واعظ بن جاتا ہے تو وہ یہ سوچتا ہے کہ میں تو وعظ کہنے کے لیے ہی پیدا ہوا ہوں، وعظ سننے کے لیے تو پیدا نہیں ہوا، اس لیے وہ کسی کا وعظ سننے میں کسرِ شان سمجھتا ہے، اس لیے تم اپنے دل سے یہ بات نکال دو اور جہاں کہیں نیکی کی بات ہو رہی ہو اور اسے سننے کا موقع بھی ہو تو اسے اس نیت سے سنو کہ شاید اللہ کی رحمت سے کوئی بات میرے دل میں اتر کر اثر انداز ہوجائے اور میری زندگی کی تبدیلی کا سبب بن جائے۔ آج ایسی مثال ملنا مشکل ہے کہ پاکستان کا مفتی اعظم ایک معمولی واعظ کا وعظ سن رہا ہے کہ شاید خیر کا کوئی کلمہ اثر کر جائے۔ یہی وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خاص اور مقبول بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

---

(۱) صحیح البخاری ۱۷۷/٤ (۳٤۸۳-۳٤۸٤)۔ و ۲۹/۸ (٦۱۲۰).
(۲) التوابین لابن قدامہ ص ۲۱۹ طبع دار الکتب العلمیۃ.

موت سے پہلے عبادت کرلیجیے

غرض یہ کہ حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ اس کی تلاوت اور دعاؤں کو سننے کے بعد جب آگے بڑھے تو فرمایا:

> ''شاباش ہے ان لوگوں کو جو اپنے اوپر قیامت کے دن سے پہلے رولیں، کیونکہ اگر پہلے نہ روسکے تو قیامت کے دن رونا پڑے گا، جو کوئی کام نہ دے گا۔''

مطلب یہ کہ یہ بندہ جو اللہ کے سامنے خشوع وخضوع کا بہترین عمل کر رہا ہے اور موت کا وقت آنے سے پہلے اللہ کے سامنے مناجات کر رہا ہے، کامیاب شخص ہے اور قرآنِ حکیم میں بھی بار بار تاکید کی گئی ہے کہ موت کا وقت آنے سے پہلے عمل صالح کرلو، چنانچہ ارشاد باری ہے:

> وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ (۱)

> اور ہمارے دیے ہوئے مال سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم کو موت آجائے اور تم کہو کہ اے اللہ! مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دیجیے کہ دوبارہ دنیا میں جا کر صدقہ خیرات کرکے اور اعمال صالحہ اپنا کر نیکوں میں شمار کیا جاؤں۔

(۱) سورۃ المنافقون آیت (۱۰)۔

لیکن یاد رکھیے!

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ (۱)

جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی میعاد میں توسیع نہیں فرماتے۔

لہٰذا پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے سامنے رو رو کر توبہ کرلے اور عبادات میں مشغولیت اختیار کرلے تو یہ قابلِ تعریف ہے۔

نوافل کی کثرت نے جنتی کا درجہ بڑھادیا

اس باب کی اگلی حدیث یہ ہے:

قال رسول الله ﷺ: «ان الدرجة فی الجنة فوق الدرجة كما بين السماء والأرض، وان العبد ليرفع بصره فيلمع له برق يكاد يخطف بصره، فيقول: ما هذا؟ فيقال له: هذا نور أخيك فلان، فيقول: أخی فلان كنا نعمل فی الدنيا جميعا، وقد فضل علی هكذا، قال: فيقال له: انه كان أفضل منك عملا، ثم يجعل فی قلبه الرضا حتی يرضی»(۲).

(۱) سورۃ المنافقون آیت (۱۱)۔
(۲) الزھد لابن المبارک ۳۳/۱ (۱۰۰)۔

جنت میں اللہ تعالیٰ نے مختلف لوگوں کے لیے جو درجات رکھے ہیں، وہ ایسے ہیں کہ ایک درجے سے دوسرے درجے کے درمیان زمین و آسمان کے مابین جتنا فاصلہ ہے۔ جنت میں ایک شخص اپنے درجے کے اندر بیٹھا ہوگا، وہ اپنی نگاہ اوپر کی طرف اٹھائے گا تو اسے ایسا لگے گا، جیسے بجلی چمکی، اس سے اس کی آنکھیں خیرہ ہوجائیں گی، وہ گھبرا کر پوچھے گا کہ یہ کیا چیز ہے؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ یہ تمہارے فلاں بھائی کا نور ہے (جس بھائی کا درجہ تم سے بلند ہے) تو وہ حیران ہو کر کہے گا کہ ہم تو دنیا میں اکٹھے رہتے تھے اور ہمارا عمل بھی ایک جیسا تھا، پھر کیا وجہ ہوئی کہ وہ اتنے بلند درجے پر پہنچ گیا؟ تو اسے جواب دیا جائے گا کہ اس کا عمل تیرے عمل سے افضل تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے یہ مرتبہ عطا فرمایا ہے، پھر اس شخص کے دل میں اسی درجے پر رہنے کے لیے رضامندی ڈال دی جائے گی، یہاں تک کہ وہ راضی ہوجائے گا۔

اس حدیث میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اپنے عمل کو بڑھانا، مقدار اور کیفیت دونوں اعتبار سے مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اسی لیے بنائی ہے کہ انسان اعمالِ صالحہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿۲۶﴾ (۱)

---

(۱) سورۃ المطففین آیت (۲۶)۔

اور حرص کرنے والوں کو اسی میں حرص کرنی چاہیے۔

یعنی یہ جو تم دنیاوی ساز و سامان میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں ہو، یہ چیزیں اس لائق نہیں کہ ان میں ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جائے، بلکہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا مقابلہ تو آخرت کی نعمتوں میں ہونا چاہیے، چنانچہ ارشاد باری ہے:

وَسَارِعُوٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾ (۱)

اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف دوڑ لگاؤ جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی نفلی عبادت

اس باب کی اگلی حدیث ایک تابعی کی حالت سے متعلق ہے:

عن امرأة مسروق قالت: مَا كَانَ مَسْرُوْقٌ يُوْجَد اِلَّا وَسَاقَاهُ قَدِ انْتَفَخَا مِنْ طُوْلِ الصَّلٰوةِ، قَالَتْ وَاللّٰهِ اِنْ كُنْتُ لَاَجْلِسُ خَلْفَهٗ فَاَبْكِيْ رَحْمَةً لَّهٗ.(۲)

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ میں نے ساری زندگی مسروق کی پنڈلیوں پر ورم ہی دیکھا اور فرماتی تھیں

(۱) سورۃ آل عمران آیت (۱۳۳)۔
(۲) الزہد والرقائق لابن المبارک ۱/۳۱ (۹۵)۔

کہ جب وہ رات کو تہجد کی نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو
میں بعض اوقات ان کے پیچھے بیٹھی ہوتی تھی، ان کے قیام
کو دیکھ کر مجھے رونا آجاتا تھا۔

حضرت مسروق بن الاجدع رحمۃ اللہ علیہ کوفہ کے مشہور فقہاء و محدثین تابعین میں سے ہیں۔ عربی میں مسروق کا معنیٰ ہے چوری کیا ہوا، چونکہ انہیں بچپن میں کوئی اغوا کرکے لے گیا تھا، اس لیے ان کا لقب مسروق ہوگیا اور وہ اسی نام سے مشہور ہوگئے اور اصلی نام کو سب بھول گئے [1]۔ ان کی اہلیہ صاحبہ نے ان کی عبادت کا یہ نقشہ کھینچا ہے جو نوافل میں کثرت اہتمام کا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا کثرتِ اہتمام نوافل

اس باب کی اگلی حدیث ایک مشہور صحابی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کثرت اہتمامِ نوافل سے متعلق ہے جس کے راوی ان کے بیٹے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

"اذا هدأت العيون قام فسمعت له دويا كدوي
النحل حتى يصبح" [2]

کہ جب لوگ سونے کے لیے بستروں پر جاکر لیٹ
جاتے، میں ان کے بستر کے قریب ہونے کی وجہ سے ان
کی آواز سنتا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ

(۱) تاریخ بغداد للخطیب ۱۵/۱۳۳ طبع دار الغرب الاسلامی۔
(۲) الزهد والرقائق لابن المبارک ۱/۳۲ (۹۷)۔

> ہوتی ہے اور یہ آواز ساری رات آتی رہتی تھی، یہاں تک کہ صبح ہوجاتی۔ (گویا ساری رات اللہ کی بارگاہ میں کھڑے رہتے)

آج آپ اور ہم ان حضرات کی احادیث اور فقہ سے تو واقف ہیں اور انہیں افقہ الصحابہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور انہیں کے فتاوی پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے، لیکن ان کی عبادت سے بہت کم لوگ واقف ہیں، حالانکہ وہ تو آیتِ قرآنی تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ (۱) کے پورے مصداق ہیں۔

ساری عمر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز

حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا کہ وہ تہجد کی نماز باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ کہیں سے گذر رہے تھے کہ ایک بڑھیا نے ان کے بارے میں کہا کہ یہ وہ شخص ہے جو عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتا ہے، حالانکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت عشاء کے وضو سے فجر کی نماز نہیں پڑھتے تھے، لیکن جب اس بڑھیا سے سنا تو غیرت آگئی کہ اللہ کی یہ بندی میرے بارے میں یہ گمان رکھتی ہے کہ میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتا ہوں، چنانچہ اسی دن سے یہ عہد کرلیا کہ آئندہ اب میں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھا کروں گا، پھر اس کے بعد ساری عمر یہی معمول رہا (۲)۔

(۱) سورۃ السجدۃ آیت (۱۶)۔
(۲) الاشباہ والنظائر لابن نجیم ص ۳۶۵ طبع دار الکتب العلمیۃ۔

حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کی نماز

اور یہ بھی یاد رکھیں! کہ ایسا اہتمام صرف مردوں ہی میں نہیں پایا جاتا، بلکہ اس سلسلے میں عورتوں کا بھی کچھ کردار ہے، چنانچہ حضرت معاذہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا جو بڑے درجے کی اولیاء اللہ تابعین خواتین میں سے ہیں، ان کا ایک مقولہ مشہور ہے:

"عجبت لعين تنام وقد علمت طول الرقاد فی ظلم القبور"(۱)

مجھے ان آنکھوں پر تعجب ہے جو رات کو سو جاتی ہیں، حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ قبر میں جا کر سونا ہی سونا ہے۔

نیز ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ ساری رات عبادت میں مشغول رہتی تھیں اور چوبیس گھنٹے میں ان کی نماز کا اوسط چھ سو رکعتیں ہوتا تھا۔

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی گریہ وزاری

حضرت محمد بن سیرین جو بڑے درجے کے تابعین میں سے ہیں اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں، ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ بڑے ظریف المزاج اور شگفتہ آدمی تھے۔ ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ دن کے وقت تو ہم ان کے ہنسنے کی آواز سنتے تھے، لیکن رات کے وقت ان کے رونے کی آواز سنتے تھے(۲)۔

---

(۱) صفة الصفوة لابن الجوزی ۲/۲٤۰ طبع دار الحديث القاهره۔ وسير اعلام النبلاء للذہبی ٤/۵۰۹ طبع الرسالة۔

(۲) تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۳/۲۰۹ طبع دار الفکر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہجد

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تہجد کی نماز اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مبارک تھک گئے اور ان سے خون رسنے لگا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ نے تو آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیے ہیں، پھر آپ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟''(۱)

جب اس نے میرے سارے گناہ معاف کردیے تو پھر محبت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ میں بھی اتنی ہی زیادہ محنت اور عبادت کروں۔

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''أتيت رسول الله ﷺ وهو يصلي ولجوفه ازيز كأزيز المرجل''(۲)

ایک مرتبہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بطنِ مبارک سے ہانڈی کی طرح آواز آرہی تھی۔

مطلب یہ کہ نماز کی حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سامنے رونے اور

---

(۱) صحيح البخاري ۵۰/۲ (۱۱۳۰) و ۱۳۵/۶ (٤٨٣٦)۔

(۲) سنن ابی داود ۲۳۸/۱ (۹۰٤) وسنن النسائی ۱۳/۳ (۱۲۱٤). والحديث ذكره الحافظ ابن حجر فی ''فتح الباری'' ۲۰٦/۲ وقال وإسناده قوی.

گریہ وزاری کی وجہ سے اس قسم کی آواز نکلتی تھی۔ اس کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے اس طریقے کو اپنانے کی بھرپور کوشش کی اور امت کو عمل کر کے دکھایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طویل نماز

اس باب کی اگلی حدیث چونکہ طویل ہے، اس لیے میں اس کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی تو یہ کلمات بھی فرمائے:

"ذو الملكوت والجبروت والكبرياء والعظمة"(۱)

اس کے بعد قرآن مجید کی تلاوت شروع کی اور ایک رکعت میں پوری سورۂ بقرہ پڑھی۔ اس کے بعد اتنا ہی طویل رکوع کیا، جتنی طویل قراءت کی تھی اور رکوع میں "سبحان ربی العظیم" پڑھتے رہے، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور رکوع کے برابر طویل قومہ کیا اور اس میں "لربی الحق" پڑھتے رہے، پھر اتنا ہی طویل سجدہ کیا اور اس میں "سبحان ربی الأعلی" پڑھتے رہے، پھر جلسے میں اتنی دیر بیٹھے رہے، جتنی دیر میں سجدہ کیا تھا اور اس میں "رب

(۱) الزهد والرقائق لابن المبارك ۳۳/۱ (۱۰۱) وسنن ابو داود ۲۳۱/۱ (۸۷٤) وسنن النسائی ۱۹۹/۲ (۱۰٦۹). والحديث أخرجه الحافظ ابن حجر فی "نتائج الأفكار" ٦۱/۲ من طريق أبی داود وقال هذا حديث حسن، فإن صح ظنُّ شعبة بأن الرجل المبهم هو صلة من زفر فهو صحيح. (طبع دار ابن كثير).

اغفر لی“ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ ایک رکعت اسی طرح پوری فرمائی، پھر دوسری رکعت میں سورۂ آل عمران، تیسری میں سورۂ نساء اور چوتھی میں سورۂ مائدہ پڑھی، یعنی چار رکعتوں میں سوا چھ پارے اس طرح تلاوت فرمائے کہ ان میں رکوع، قیام، سجدہ، جلسہ اور قراءت وغیرہ یکساں طویل تھے۔ اس حدیث کو سن کر بعض اوقات یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسا کرنا تو ہمارے بس سے باہر ہے۔ یاد رکھیں! کہ یہ مسلمانوں کو غیرت دلانے کے لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انسان بنا کر بھیجا تھا اور ہماری طرح انسانی تقاضے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی وابستہ تھے، لیکن سب سے بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود اتنی طویل عبادت فرماتے تھے، تو اگر ہم اس مقام تک نہیں پہنچ سکتے، تو کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں اور دوسری بات یہ کہ اس حدیث میں رات کی نماز کا ادب بیان کردیا گیا ہے کہ قیام، قراءت، رکوع، سجدے وغیرہ طویل کیے جائیں۔

عبادت میں کون سی صورت بہتر ہے؟

اب یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شخص کو تہجد کی نماز کے لیے مثلاً ایک گھنٹہ ملتا ہے، تو اب اس میں وہ رکعتیں کثیر پڑھے یا رکعتیں کم پڑھے اور قراءت طویل کرے، ان میں سے کون سی صورت زیادہ بہتر ہے؟ یاد رکھیں! اس پر قولِ فیصل یہ ہے کہ اپنا معمول تو پورا کرنا ضروری ہے اور اس میں یہ نہ سوچے کہ وقت ابھی زیادہ ہے، اس لیے میں زیادہ رکعتیں پڑھ لوں، بلکہ قیام وقراءت وغیرہ طویل کرے۔ تہجد کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھنا زیادہ بہتر ہے، لیکن اگر وہ یاد نہ ہوں تو ایک ہی رکعت میں چھوٹی دس سورتیں یا اس سے

زائد بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ نیز یہ بھی گنجائش ہے کہ ایک رکعت میں ایک ہی آیت یا سورت کو بار بار پڑھ لیا جائے، چنانچہ حدیث (۱) میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ساری رات ایک آیت پڑھتے ہوئے گزار دی جو یہ تھی:

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ (۲)

(اے اللہ!) اگر آپ انہیں عذاب دیں تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ معاف کردیں تو آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔

نیز رکوع اور سجدہ کو بھی قیام کے برابر طویل کرے اور رکوع و سجود میں یہ بھی جائز ہے کہ سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الأعلیٰ کی ایک مقدار پڑھنے کے بعد ادعیہ ماثورہ مانگ لے، جیسے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (۳)

اسی طرح آٹھ رکعتیں پڑھنا زیادہ رکعتوں کے پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے، جبکہ مندرجہ بالا ہدایات کی پیروی کی جائے۔

---

(۱) سنن ابن ماجه ۴۷۹/۲ (۱۳۵۰) وسنن النسائی ۱۷۷/۲ (۱۰۱۰). والحدیث ذکره النووی فی "خلاصه الأحکام" ۵۹۵/۱ (۲۰۲۷) وقال: رواه النسائی وابن ماجه باسناد حسن.
(۲) سورۃ المائدۃ آیت (۱۱۸)۔
(۳) سورۃ البقرۃ آیت (۲۰۱)۔

امامت کی نماز میں تخفیف کا حکم

جب کہ عام نمازوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نقل کیا گیا ہے کہ اتنی ہلکی پھلکی نماز پڑھاتے تھے کہ ضعیف ترین شخص کو بھی مشقت کا احساس نہیں ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من أمّ منكم فليخفف صلوٰته "(۱)

تم میں سے جو کوئی امامت کرائے، وہ اپنی نماز کو ہلکا کردے۔

کیونکہ نماز میں ضعیف، بیمار اور بوڑھے وغیرہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، اب اگر وہاں سورۂ بقرہ شروع کردی جائے تو لوگوں کو کتنی تکلیف ہوگی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرمادیا:

"إنی لأسمعُ بكاءَ الصبی فأُخفِّفُ الصلوٰة "(۲)

بعض اوقات نماز پڑھتے پڑھتے بچے کے رونے کی آواز سنائی دیتی ہے تو میں اپنی نماز کو ہلکا کردیتا ہوں (تاکہ اس کی ماں پریشان نہ ہوجائے)۔

حاصل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں نماز کو طویل فرماتے تھے اور امامت میں نماز کے اندر تخفیف فرماتے تھے، جب کہ آج معاملہ بالکل برعکس ہے کہ لوگوں کے سامنے تو لمبی چوڑی نمازیں پڑھی جاتی ہیں اور تنہائی میں

---

(۱) صحیح مسلم ۳٤۱/۱ (٤٦٨)۔
(۲) صحیح مسلم ۳٤۳/۱ (٤٧٠)۔

جلد از جلد فارغ ہونے کی کوشش کی جاتی ہے۔

تہجد کی عبادت ایک سلطنت ہے

تہجد کی نماز کے بارے میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب

من ملکِ نیم روز بدانگے نمی خرم

جب سے مجھے رات کی یہ بادشاہت ملی ہے، اس وقت سے میں نیم روز کی سلطنت ایک دمڑی میں خریدنے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رات کی نماز میں جو لذت اور کیف عطا فرمایا ہے، اگر دنیا کے بادشاہوں کو پتا لگ جائے کہ یہ مزے اڑا رہے ہیں تو وہ ہمارے پاس تلواریں سونت سونت کر آئیں اور ہم سے یہ مزہ چھین کر خود حاصل کرنے کی کوشش کریں، لیکن انہیں اس مزے کی ہوا بھی نہ لگی۔

نماز تہجد کا عادی بننے کا سہل ترین نسخہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ تہجد کی نماز کا عادی بنادیتے ہیں، وہ تو اللہ کے فضل سے اس وقت کی برکات حاصل کر لیتے ہیں، لیکن ہم میں سے بہت سے کمزور لوگ وہ بھی ہیں جو اس نماز کے

عادی نہیں ہیں اور رات کے وقت اٹھنا انہیں کسی وجہ سے بھاری معلوم ہوتا ہے، اگرچہ دل چاہتا ہے، لیکن عادت نہ ہونے کی وجہ سے اٹھ نہیں پاتے، ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ دو کام کرے، اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے یا تو تہجد کی توفیق عطا فرمادیں گے یا اس کی کچھ نہ کچھ برکت ضرور عطا فرمائیں گے:

① عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد سنّتوں اور وتر کے درمیان چار رکعت نماز تہجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے۔

② طے کرلے کہ رات کے جس حصے میں بھی میری آنکھ کھلے گی، تھوڑی دیر کے لیے بستر سے اٹھ جاؤں گا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ جب رات کا ایک تہائی حصہ گذر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت دنیا پر نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا منادی پکار پکار کر کہتا ہے کہ ہے کوئی مغفرت مانگنے والا؟ میں اس کی مغفرت کردوں، ہے کوئی رزق مانگنے والا؟ کہ میں اسے رزق دے دوں، ہے کوئی مبتلائے آزار؟ کہ میں اس کی مصیبت دور کردوں، پھر یہ ندا ساری رات ہوتی رہتی ہے[1]، بس وہ یہ سوچ کر اٹھے کہ میں اس منادی کو جواب دوں گا اور بستر پر اٹھ کر بیٹھ جائے اور خواہ وضو اور نماز کے بغیر ہی اپنی قضاء حاجات کی دعا مانگ لیا کرے اور اسی میں یہ دعا بھی مانگ لیا کرے کہ یا اللہ! مجھے صلوٰۃ اللیل کی توفیق عطا فرمادیجیے، اس کے بعد سو جائے۔

(۱) صحیح مسلم ۱/۵۲۲(۷۵۸)۔

اگر اس عمل کو کوئی شخص باقاعدگی سے کرتا رہے تو ان شاء اللہ صلوٰۃ اللیل سے محروم نہیں ہوگا اور کبھی نہ کبھی اس کی توفیق ہو ہی جائے گی اور اگر بالفرض اس کی توفیق نہ ہوئی، تب بھی اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اسے صلوٰۃ اللیل کی برکات سے محروم نہیں فرمائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العٰلمين
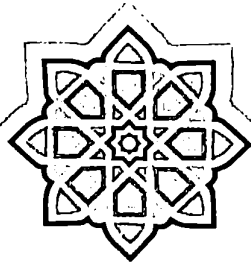
فرائض ونوافل کا اہتمام

(درس شعب الایمان ۲/ ۱۵۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرائض اور نوافل کا اہتمام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أَمَّا بَعْدُ!

بزرگانِ محترم اور برادرانِ عزیز!

حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اگر کسی آدمی کو تین باتیں حاصل ہوجائیں تو اُسے ایمان کی حلاوت نصیب ہوجائے گی: ① ایک یہ کہ اُسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب

ہوجائیں۔② یہ وہ جب کسی انسان سے محبت کرے تو
خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرے۔③ یہ اس کو
کفر کی طرف دوبارہ لوٹنا اتنا ہی ناگوار ہوجائے جتنا انسان
کو آگ میں پھینک دیا جانا ناگوار ہوتا ہے[1]۔

الحمد للہ! ہر صاحبِ ایمان کو کفر سے ایسی نفرت ہوتی ہے کہ اُس کا کفر کی طرف جانا آگ میں گرنے کے برابر ناگوار ہوتا ہے، کوئی صاحبِ ایمان اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کفر کی طرف لوٹنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ یہ تیسری بات ہر صاحبِ ایمان کو حاصل ہے، اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین! پہلی اور دوسری بات کا حاصل یہ ہے کہ دل میں اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ہر ماسوا کی محبت کی سے زیادہ ہوجائے۔

سات اہم باتیں

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے تقاضے، آثار اور اسباب اور علامتیں دس ہیں، جن میں سے الحمد للہ سات کا بیان ہوچکا ہے۔ ''پہلی بات'' یہ تھی کہ ہمارے دل میں یہ اعتقاد بیٹھ جائے کہ اللہ جل جلالہ ہر اعتبار سے قابلِ تعریف ہیں اور ان کی ساری صفات قابلِ تعریف ہیں۔ ''دوسری بات'' یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اوپر احسانات کی بارش کی ہوئی ہے۔ ''تیسری بات'' یہ تھی کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکر اور اس کے شکر کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ ''چوتھی بات'' یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کائنات میں جو فیصلے فرماتے ہیں وہ ان کی حکمت اور

---

(۱) صحیح البخاری ۱۲/۱ (۱۶)۔ وشعب الإیمان ۵۲/۲ (۱۳۱۳-۱۳۱۴)۔

مصلحت کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ''پانچویں بات'' یہ تھی کہ آدمی ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرتا رہے کہ کہیں میرا کوئی کام اللہ جل جلالہ کی عظمت، اس کی شانِ ربوبیت اور اس کے حق کے خلاف نہ ہوجائے۔ ''چھٹی بات'' یہ تھی کہ انسان کی ساری امیدیں صرف اللہ تعالیٰ ہی سے وابستہ رہیں کہ وہی میرا کام بنانے والا ہے، وہی میری حاجتیں پوری کرنے والا ہے اور اپنا ہر کام اللہ تبارک وتعالیٰ سے امید وابستہ کر کے کرے اور مخلوق سے امیدیں وابستہ نہ کرے اور ''ساتویں بات'' یہ تھی کہ ان ساری باتوں کے نتیجے میں اس کی زبان اور دل پر اللہ جل جلالہ کا ذکر بکثرت رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سات باتوں کا خوگر بنادے اور ان پر ہمیں استقامت عطا فرمادے۔ آمین!

ذوق وشوق سے فرائض کی ادائیگی

آٹھویں بات یہ ہے کہ انسان ہر وقت حریص اور فکرمند رہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمے جو فریضے عائد کیے ہیں، میں انہیں ادا کرتا رہوں اور نفلی عبادتوں کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرتا رہوں۔ جہاں تک فرائض کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، لہٰذا ان کو ہر حال میں بجالائے، ان میں کوتاہی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ امام حلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں یہ الفاظ استعمال کیے ہیں کہ آدمی اس بات کا حریص رہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذمے میں جو فرائض عائد کیے ہیں، ان کو ادا کرتا رہوں، یعنی وہ ذوق وشوق اور محبت کے جذبے سے فرائض ادا کرے، ایک ہوتا ہے فرض کو سر سے اتار دینا۔ جیسے میرے سر پر بوجھ تھا اس کو میں نے اپنے سر سے اتار دیا یعنی اس

فرض کو جیسے کیسے ادا کر دیا، اس فرض کے آداب اور مستحبات کو بالائے طاق رکھا اور کسی نہ کسی طرح اس فرض کو ادا کر دیا۔ مفتی صاحب سے پوچھو گے تو وہ یہی کہیں گے کہ تمہارا فرض ادا ہوگیا ہے، لیکن ایک ہے اُس فریضے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت کا تصور ذہن میں رکھتے ہوئے اور محبت کے ساتھ ادا کرنا۔ اس لیے انسان اس بات کا حریص ہو کہ میرے ذمے جو فرائض ہیں میں انہیں خشوع وخضوع کے ساتھ اور دل لگا کر انجام دوں، ان کو صحیح صحیح انجام دوں، تا کہ ان میں کوئی غلطی نہ ہو۔

عرشِ الٰہی کے سائے کا مستحق

دیکھیے! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن سارے انسان آفتاب کی گرمی سے سخت پریشان ہوں گے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس دن اتنی سخت گرمی ہوگی کہ انسانوں کا پسینہ بہہ کر ٹانگوں تک آجائے گا [(۱)]۔ حدیث میں نبی کریم سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ

> قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سات آدمیوں کو اپنے عرش کے سائے میں رکھے گا اور وہ سات آدمی گرمی کی شدت سے محفوظ رہیں گے [(۲)]۔

آپ ﷺ نے ان سات آدمیوں کی تفصیل بیان فرمائی، ان سات

---

(۱) صحیح البخاری ۱۲۳/۲ (۱٤۷۵)۔
(۲) صحیح البخاری ۱۳۳/۱ (٦٦۰)۔

آدمیوں میں سے ایک شخص وہ ہے:

"رجلٌ قلبه معلق فی المساجد"

وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔

اس کو عبادت کا اتنا ذوق و شوق ہے کہ ایک نماز پڑھ کر گیا اور اب یہ خیال آرہا ہے کہ دوسری نماز کا وقت کب آئے گا کہ میں دوبارہ مسجد میں جاکر باجماعت نماز ادا کروں۔ آدمی شوق و ذوق اور حرص کے ساتھ فرائض ادا کرے، نماز خشوع اور خضوع اور اس کے آداب کے ساتھ ادا کرے، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ بے توجہی سے نماز ادا کر کے چلا گیا۔

نماز میں چوری کیسے ہوتی ہے؟

حدیث میں آتا ہے کہ نبیِ کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ بتاؤ کہ سب سے بڑا چور کون ہے؟ تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ شخص جو لوگوں کا سب سے زیادہ مال چرائے، اتنا ہی بڑا چور ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! نماز کی چوری کیسے ہوتی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

نماز کی چوری یہ ہے کہ آدمی نماز پڑھتا ہے، لیکن اس کے رکوع اور سجدے اور اس کے خشوع میں کتر و بیونت کر دیتا ہے، رکوع جس طرح کرنا چاہیے ویسا نہیں کرتا، سجدہ جیسا کرنا چاہیے ویسا نہیں کرتا، جس طرح خشوع اختیار کرنا

چاہیے، اس طرح خشوع اختیار نہیں کرتا، جس طرح اللہ کے
سامنے دل جھکانا چاہیے اس طرح نہیں جھکاتا[1]۔

فرائض کے ساتھ نفلی عبادتیں

حدیث میں نماز میں کوتاہی کرنے والے کو سب سے بڑا چور اس لیے کہا گیا کہ نماز اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اس لیے سب سے بڑا چور وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق میں چوری کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس چوری سے محفوظ رکھے۔ جو شخص اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ فرائض کو ادا کرنے کے لیے حریص رہے اور فرائض کو ذوق و شوق کے ساتھ ادا کرے، لیکن اس کے ساتھ فرائض کی ادائیگی پر اکتفا نہ کرے۔ فرائض تو ادا کرنے ہی ہیں، لیکن اس کے ساتھ یہ حرص بھی ہونی چاہیے کہ میں زیادہ سے زیادہ نفلی عبادتیں ادا کرنے کی کوشش کروں، اُسے فرائض کے ساتھ ساتھ نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی فکر بھی ہو۔

نفل کی تعریف سے دھوکہ

یہ نفلی عبادتیں بڑی عظیم الشان چیز ہیں، ہم جیسے خشک طالبِ علم جب یہ پڑھتے ہیں کہ نفل اس کو کہتے ہیں جسے آدمی کرے تو ثواب ہے اور نہیں کرے تو کوئی گناہ نہیں، فرائض ادا نہیں کریں گے تو گناہ ہوگا۔ تو ہمارے دماغ میں یہ

---

(۱) مسند احمد ۹۰/۱۸ (۱۱۵۳۲) وأورده الهيثمي في "المجمع" ۳۰۱/۲ (۲۷۲۰) وقال: رواه أحمد، والبزار، وأبو يعلى، وفيه علي بن زيد، وهو مختلف في الاحتجاج به، وبقية رجاله رجال الصحيح۔

بات آتی ہے کہ نوافل ادا نہیں کریں گے تو گناہ نہیں ملے گا۔ اس لیے کون یہ کام کرے؟ یہ کام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ نہیں ہے کہ یہ کام ضرور کرو۔ میں اپنی بات بتاؤں کہ جب میں نور الایضاح اور قدوری پڑھتا تھا تو اس وقت میری عمر نو دس سال کے قریب ہوگی اور میں بالغ بھی نہیں ہوا تھا۔ جب سبق پڑھتے ہوئے نفلی نماز کے احکام آتے تھے کہ ایک آدمی چار رکعات نفل پڑھ رہا ہے تو اس صورت میں یہ مسئلہ ہے، ایک آدمی چھ رکعتیں پڑھے تو اس صورت میں یہ مسئلہ ہے، تو اس وقت دماغ میں یہ بات آتی تھی اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ آدمی چار چھ اور آٹھ رکعتیں کیوں پڑھ رہا ہے، یہ کوئی فرض واجب تو ہیں نہیں اور اس کے ساتھ نفل کی تعریف یہ پڑھ لی تھی کہ نفل پڑھے تو ثواب اور نہیں پڑھے گا تو کوئی گناہ نہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مطالبہ نہیں ہے تو کیا ضرورت ہے نفلی کام کرنے کی؟ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ کتنا غلط خیال ہے!

ایک عالم کی کوتاہی کا واقعہ

میرے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہٗ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین!۔ ایک دن اپنا واقعہ سنانے لگے کہ میں ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اذان ہونے لگی، وہاں قریب میں میرے ساتھ ایک عالم صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے، وہ اذان کے درمیان بھی باتیں کرتے رہے، اذان کے بعد بھی باتیں کرتے رہے، تو میں نے عرض کیا کہ ایک منٹ رک جائیں، اذان کا جواب دے لیں اور اذان کے بعد کی دعا پڑھ لیں، تو انہوں نے بڑی بے اعتنائی کے ساتھ کہا کہ اذان کے درمیان خاموش رہنا، اذان کا جواب دینا

اور اذان کے بعد کی دعا پڑھنا کوئی فرض اور واجب تھوڑا ہی ہے۔ ٹھیک ہے فرض و واجب نہیں ہے، لیکن اگر کوئی یاد بھی دلا رہا ہے تو اس یاد دلانے والے شخص کے ساتھ ایسا ردِ عمل کرنا کہ یہ کوئی فضول بات کہہ رہا ہے اور اس سے بے اعتنائی برتنا صحیح طرزِ عمل نہیں۔

نوافل محبت کا حق ہیں

خوب سمجھ لیجیے! ہمارے حضرتِ والا عارفی قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ فرائض اللہ جل جلالہ کی عظمت کا حق ہیں اور نوافل باری تعالیٰ کی محبت کا حق ہیں۔ دیکھو! دنیا میں کسی سے کوئی تعلق ہوتا ہے تو ایک قانونی تعلق ہوتا ہے، جسے آپ خشک قانونی تعلق بھی کہہ سکتے ہیں اور ایک محبت کا تعلق ہوتا ہے۔ مثلاً میاں بیوی کا رشتہ، شوہر کے ذمے بیوی سے متعلق قانونی حقوق ہیں کہ وہ بیوی کو نان و نفقہ دے، اس کے کھانے پینے کا انتظام کردے، اس کی رہائش کا انتظام کردے۔ اب کوئی شخص ساری زندگی صرف قانونی حق پر اکتفا کیے بیٹھا رہے کہ وہ بس اپنی بیوی کو نان و نفقہ دے رہا ہے، اس کے لیے رہائش کا انتظام کردیا، اب نہ کبھی اس سے محبت سے بات کرتا ہے اور نہ کبھی اس سے حُسنِ معاملہ کرتا ہے تو یہ ایک خشک تعلق ہے، اس نے اپنا سارا وقت قانون کی جکڑ بندی میں گزارا۔ میاں بیوی کے تعلق اور رشتے کا لطف صرف قانونی حقوق کے ادا کرنے سے حاصل نہیں ہوتا۔ بیوی کے اوپر قانونی حق یہ ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں رہے اور اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے اور اس کے ذمے یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کی جنسی خواہش کو پورا کردے، وہ یہ سارے

قانونی حقوق ادا کرتی ہے، لیکن اس سے بات چیت نہیں کرتی ہے اور نہ ہی اس سے حُسن معاشرت کا معاملہ کرتی ہے تو کیا اس کو خوشگوار ازدواجی زندگی کہہ سکتے ہیں؟ اس طرح کسی بھی رشتے کے اندر صرف قانونی حقوق ادا کر کے کبھی خوشگوار اور پر لطف تعلقات قائم نہیں ہوسکتے تو اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے ذمے جو فرائض عائد کیے ہیں، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ۔ یہ فرائض اللہ تعالیٰ کے قانونی حقوق ہیں، ان کو تو ادا کرنا ہی ہے، لیکن اس سے آگے کچھ اللہ تعالیٰ کی محبت کا بھی حق ہے، اس لیے نوافل کی ناقدری نہیں کرنی چاہیے، نوافل اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا حق ہیں اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔

نوافل اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہیں

حدیثِ قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے“(۱)

بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعے جتنا اللہ تعالیٰ کا قرب

(۱) صحیح البخاری ۱۰۵/۸ (۶۵۰۲)۔

حاصل کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر اتنا الہام ہوگا اور اس حدیث میں یہ جو فرمایا کہ ''میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی آنکھ صرف اسی جگہ اٹھے گی جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا اور یہ جو فرمایا کہ ''میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کان اسی بات کو سنیں گے جس کو سننے میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوگی، یہ جو فرمایا کہ ''اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے'' اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چل کر اسی جگہ جائے گا جس جگہ جانے میں اللہ تعالیٰ کی رضا شامل ہوگی۔ اس عجیب کیفیت کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ نفلی عبادتیں زیادہ سے زیادہ کرے، اس طرح اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے سارے وجود میں سما جائیں گے اور ایسا ہو جاتا ہے۔

حضرت تھانوی قدس اللہ سرہٗ کا عجیب حال

میں نے اپنے شیخ حضرت عارفی قدس اللہ سرہٗ سے سنا، حضرت عارفی قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں کہ ایک دن حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ مجھ سے تنہائی میں چپکے سے فرمانے لگے کہ ارے میاں! کیا بتاؤں اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہر لمحہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرمار ہے ہیں کہ اب یہ کرلو، فلاں جگہ چلے جاؤ، فلاں چیز اٹھالو، فلاں بات کہہ دو، ہر وقت یہ کیفیت طاری رہتی ہے، ہم اور آپ اس حالت کو کیا سمجھیں گے! اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی رحمت سے عطا فرمادیں، لیکن چونکہ ہم پر یہ حالت گزری نہیں ہے، اس لیے اس کو پوری طرح سمجھ بھی نہیں سکتے۔ یہ حالت نوافل کے

ذریعے قرب حاصل کرتے کرتے حاصل ہوجاتی ہے کہ گویا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہر وقت ایسا الہام ہورہا ہے اور دل میں بات ڈالی جارہی ہے کہ اب یہ کرلو، اب یہ کرلو۔

نفلی عبادتوں کا اہتمام کریں

نوافل کے اندر نفلی عبادتیں اور نفلی اعمال دونوں داخل ہیں، میں نے یہاں دو لفظ استعمال کیے، نفلی عبادات اور نفلی اعمال۔ نفلی عبادات میں نفلی نماز، نفلی روزے، نفلی صدقات، نفلی عمرے، نفلی حج، نفلی ذکر، نفلی تسبیحات، نفلی تلاوت شامل ہیں، یہ سب نفلی عبادات ہیں، آدمی جتنا زیادہ ان اعمال کو کرتا جائے گا اسے اللہ جل جلالہ کا اتنا ہی قرب حاصل ہوتا جائے گا، چونکہ ہم لوگ نفلی عبادتوں کی قدر نہیں کرتے، اس لیے ان کی طرف زیادہ اشتیاق نہیں ہے اور ان کو اپنے عمل میں لینے کا جذبہ بھی نہیں ہے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور سارے بزرگانِ دین رحمہم اللہ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ نفلی عبادتوں کا بھی اہتمام فرماتے تھے، پانچ نمازیں فرض ہیں ان کو باجماعت ادا کریں، لیکن اس کے ساتھ چاشت، اوابین اور تہجد کی نفلی نمازیں ہیں، آدمی ان کو اپنے معمول میں داخل کرے اور جب تک معمول نہیں ہے تو جس وقت اللہ تعالیٰ جتنی توفیق دے اتنا ہی کرلے۔

تہجد ادا کرنے کا آسان طریقہ

اللہ تعالیٰ نے ہم جیسے کمزوروں کے لیے تہجد کی نماز کو بہت آسان فرمادیا ہے، تہجد کی اصل فضیلت اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب آدمی اخیر شب میں تہجد کی نماز پڑھے، لیکن، اگر کسی شخص کو اخیر شب میں اٹھنے کا موقع نہیں ملتا یا

اخیر شب میں اٹھنے کی عادت نہیں ہے یا آدمی اپنی نیند سے مغلوب ہے تو کم از کم اتنا کرلے کہ عشاء کے چار فرض اور دو سنّت مؤکدہ کے بعد دو یا چار یا آٹھ رکعتیں صلوٰۃ اللیل یعنی رات کی نماز کی نیت سے پڑھ لیا کرے، جس کو جتنی توفیق ہوجائے اور اس کے بعد وتر پڑھ لے، پھر اگر رات کو اخیر شب میں آنکھ کھل جائے تو اس وقت بھی کچھ رکعتیں تہجد کی نیت سے پڑھ لے، لیکن اگر آنکھ نہ کھلے تو وہ تہجد کی برکات سے محروم نہیں رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ!

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا خواب

حضرت عبد اللہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے ہیں، وہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں دیکھتا تھا کہ عام طور سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فجر کے بعد حضور اکرم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے اور اگر کسی نے رات کو کوئی خواب دیکھا ہوتا تو وہ خواب بیان کردیتا تھا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تعبیر دے دیا کرتے تھے، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے کوئی خواب نظر نہیں آتا تھا، لیکن میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی تھی کہ مجھے کوئی اچھا سا خواب نظر آئے اور میں بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاکر وہ خواب بیان کروں، جیسا کہ دوسرے لوگ بیان کرتے ہیں، تو ایک دن مجھے خواب نظر آگیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور مجھے اوپر لے کر چڑھ گیا ہے، میں نے یہ خواب اپنی بہن حضرت سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا جو ام المومنین بھی ہیں اور ان سے کہا کہ آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خواب کی تعبیر پوچھ کر بتایئے گا۔

تربیت کا عجیب انداز

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ خواب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا کہ یا رسول اللہ! میرے بھائی نے یہ خواب دیکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا:

"نعم الرجل عبداللہ لو کان یصلی من اللیل"

عبد اللہ بہت اچھے آدمی ہیں کاش کہ وہ رات کو بھی نماز پڑھا کریں۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو تہجد کی نماز کا حکم تو نہیں دیا، لیکن یہ جملہ فرمادیا کہ کاش کہ وہ رات کو نماز پڑھا کریں، تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے مجھے یہ جملہ پہنچایا تو میں نے اس کے بعد سے الحمد للہ تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی (۱)۔

دو کام کرلو! تہجد سے محروم نہیں رہو گے

ہمارے حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، انہوں نے ناامیدی کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا، دین کے اندر جتنی اُمید کی باتیں ہیں سب کو واضح کر کے بتادیا کہ ہم جیسے کمزور لوگ بھاگ نہ جائیں، کسی نہ کسی حیلے سے عمل میں لگ جائیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کی تہجد کی نماز کے لیے آنکھ نہیں کھلتی یا اسے رات کو اٹھنے کی ہمت نہیں

(۱) صحیح البخاری ۴۰/۹ (۷۰۲۸).

ہوتی تو وہ دو کام کرلیا کرے، ایک عشاء کے فرض اور سنّت موکدہ کے بعد اور وتر سے پہلے کچھ رکعتیں صلوٰۃ اللیل کی نیت سے پڑھ لے اور دوسرا کام یہ کرے کہ اکثر و بیشتر آدمی کی رات کو سوتے سوتے تھوڑی دیر کے لیے آنکھ کھل جاتی ہے، تو اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو لیٹے رہنے کے بجائے تھوڑی دیر کے لیے بستر پر اٹھ کر بیٹھ جائے اور بیٹھ کر دعا کرلیا کرے اور اپنے نفس کو یہ بات سمجھا دے کہ تجھے زیادہ تکلیف نہیں دوں گا، تجھ سے وضو اور نماز نہیں پڑھواؤں گا، لیکن تھوڑی دیر کے لیے تو اٹھ کر بیٹھ جا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے مقاصد کے لیے دعا کرلے اور اس کے ساتھ یہ دعا بھی کرلے کہ یا اللہ! مجھے تہجد کی بھی توفیق عطا فرما۔ اس طرح صرف دعا کرکے سوجائے تو حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی ان دونوں کاموں کی پابندی کرے گا تو میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ وہ تہجد کی برکات سے محروم نہیں رہے گا۔ دیکھو! حضرتِ والا نے کتنا آسان چٹکلا بیان فرمادیا۔

نفس کو شکست کیسے دیں؟

ہمارے حضرتِ والا عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرماتے تھے کہ انسان کا نفس اور شیطان اس کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے، کیونکہ شیطان کو اس کے نفس نے گمراہ کیا تھا، ہر نیک کام میں نفس کی وجہ سے رکاوٹ آتی ہے۔ حضرت عارفی قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ اپنے اس نفس کو تھوڑا بہلایا کرو، اس کو بہلا بہلا کر نیکی کے کام کی طرف لے جایا کرو پھر اپنی ایک مثال دی، اس وقت حضرت کی عمر تقریباً ستر پچھتر سال تھی، وہ فرماتے تھے کہ الحمد للہ! اللہ تعالیٰ رات کو اٹھنے کی توفیق عطا فرمادیتے ہیں، لیکن اب

بڑھاپا ہے، بیماری آگئی ہے، طبیعت کمزور ہے اور تھکی ہوئی ہے، ایک مرتبہ رات کو آنکھ کھلی تو نفس نے کہا کہ تہجد کوئی فرض و واجب نہیں ہے، تمہارا بڑھاپا ہے، تم بیمار ہو، تمہاری طبیعت تھکی ہوئی ہے، تمہاری نیند پوری نہیں ہوئی، اس وجہ آج تہجد قضاء ہوجائے تو کیا حرج ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا جواب یہ دیا کہ چلو کوئی بات نہیں، ٹھیک ہے آج تہجد قضا کر دیتے ہیں، لیکن ذرا تھوڑی دیر اٹھ کے بیٹھ جاؤ اور تھوڑی دعا ہی کرلو پھر سو جانا، تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور دعا کرنی شروع کردی، جب دعا کی تو نیند بھاگ گئی، پھر میں نے نفس سے کہا کہ جب اٹھ ہی گئے ہو تو وضو کر کے دو رکعت بھی پڑھ لو، کھڑے ہوکر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، بیٹھ کر پڑھ لینا، دو رکعت پڑھ کر سوجانا، حضرت کہنے لگے کہ میں جیسے ہی مصلیٰ پر پہنچا جلدی سے کھڑے ہوکر اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لی۔ اس طرح اپنے نفس کو تھوڑا سا بہلا پھسلایا کرو اور نیک کام کی طرف لایا کرو۔ دیکھو! وہ تمہارے ساتھ چالاکی کرتا ہے یا نہیں؟ تمہارا نفس بہانے بنا بنا کر تمہیں نیک کام سے دور اور گناہ کی طرف لے جاتا ہے، تو تم بھی اس کے ساتھ جزاء سیئة سیئة مثلها کا معاملہ کرو، بہانے بنا بنا کر اس کو نیکی طرف لے جاؤ یہ رفتہ رفتہ اس طرح قابو میں آجائے گا۔

محبت کا جواب محبت سے دو

بہرحال! یہ نوافل اللہ جل جلالہ کی محبت کا حق ہیں اور اس نیت سے نوافل پڑھو گے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کا حق ادا کر رہا ہوں، تو اس میں لطف ہی کچھ اور ہوگا، اللہ تبارک و تعالیٰ اس میں الگ ہی نور عطا فرمائیں گے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارے! اللہ تبارک وتعالیٰ کا طرزِ عمل دیکھو! ؎

ما نبودیم و تقاضہ ما نبود
لطفِ تو ناگفتۂ ما می شنود

کیا اللہ کے ذمے واجب تھا کہ وہ ہمیں پیدا کرتا، ہمیں پالتا، ہمیں رزق دیتا، ہمیں کھانے کو دیتا، ہمیں پینے کو دیتا، ہمیں خوشیاں دیتا، ہمیں راحت دیتا، اس کے ذمے ان میں سے کچھ بھی واجب نہ تھا، یہ سب اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم ہے کہ وہ اپنے فضل وکرم سے دے رہا ہے، جب وہ اس طرح دے رہا ہے تو اس کی محبت کا حق ادا کرنا چاہیے، اس محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی نوافل کو اپنے معمول میں شامل کرلے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور نیکی کا شوق

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو! وہ نفلی عبادتوں کے کتنے حریص تھے، انہیں کسی عبادت کی کوئی فضیلت معلوم ہوگئی کہ اس سے فلاں اجر ملے گا تو فوراً اس پر عمل کا دل میں داعیہ اور ذوق وشوق پیدا ہوگیا کہ ہم بھی یہ کام کریں گے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بھی یہی حال تھا، انہیں نمازِ جنازہ پڑھنے کی فضیلت کا علم نہیں تھا، تو ایک صحابی نے ان کے سامنے حدیث سنائی کہ نبیِ کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

''جو شخص جنازہ کی نماز پڑھے اس کو ایک قیراط کے برابر اجر ملے گا۔''

اس زمانے میں قیراط ایک وزن ہوتا تھا اور اس سے سونے چاندی کو تولا

جاتا تھا، قیراط آج بھی موجود ہے، لیکن آج اس کا مطلب کچھ اور ہے، ایک قیراط دیکھنے میں تو بہت چھوٹا ہوتا ہے، لیکن آخرت کے اعتبار سے ایک قیراط احد پہاڑ سے بھی زیادہ ہے، جنازہ کی نماز میں شرکت سے اتنا اجر ملے گا۔

"اور جو شخص جنازے کے پیچھے چلے، ساتھ چلے تو اس کو دو قیراط اور دفن میں بھی شریک رہے تو اس کو تین قیراط ملے گا۔"

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جب اس حدیث کی تصدیق کر لی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا:

"لقد فرطنا فی قراریط کثیرۃ"

ہائے ہم نے کتنے قیراط ضائع کر دیے![1]

مجھے پہلے یہ حدیث معلوم نہیں تھی، اب معلوم ہوئی ہے، اگر پہلے یہ حدیث معلوم ہوتی تو ہم جنازہ میں شرکت کرتے، جنازوں کے پیچھے چلتے اور تدفین میں بھی شرکت کرتے اور اس کے نتیجے میں کتنے قیراط حاصل ہو چکے ہوتے! افسوس ہم نے وہ قیراط ضائع کر دیے، یہ تھے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین!

مصروف رہنے کا بہانہ

آج ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بہت مصروف ہیں، ہماری زندگی بہت مصروف ہوگئی ہے، آدمی صبح سے لے کر شام تک کولھو کے بیل کی طرح کاموں

[1] صحیح البخاری ۸۷/۲ (۱۳۲۳) وسنن الترمذی ۳۴۵/۲ (۱۰۴۰) ومسند البزار ۱۰۲/۱۵ (۸۳۸۶-۸۳۸۷)۔

کے اندر لگا رہتا ہے، اس لیے ہمیں نوافل کی فرصت نہیں، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور وہ پورے عالم اسلام کے قاضی القضاۃ یعنی چیف جسٹس تھے۔ اس زمانے میں اسلامی حکومت اتنی بڑی تھی کہ اس کا رقبہ تقریباً پاکستان سے کم از کم بیس گنا زیادہ تھا، ان کے پاس فیصلے آتے اور وہ شرعی اصولوں کے مطابق فیصلے فرماتے تھے۔ وہ مسائلِ فقہیہ کی تعلیم اور ان کے استنباط میں بھی لگے ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ قاضی بننے کے بعد یومیہ دوسو رکعتیں پڑھا کرتے تھے(۱)، انہیں نوافل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی حرص تھی، اس لیے وہ ان ساری مصروفیات کے باوجود وقت نکال لیا کرتے تھے اور دوسو نفلیں روزانہ پڑھتے تھے۔ ہم کہتے ہیں فرصت نہیں ملتی، وقت نہیں ملتا، کیسے نوافل پڑھیں اور نفلی عبادتیں انجام دیں۔ تو درحقیقت بات یہ ہے کہ انسان کے دل میں جس کام کی پوری اہمیت ہوتی ہے، اس کا وقت نکل ہی آتا ہے۔

اگر صدرِ مملکت کا بلاوا آجائے تو!

میں نے اپنے استاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ سے حضرت مولانا خیر محمد صاحب کا یہ ارشاد سنا کہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ کسی چیز کے بارے میں یہ کہنا کہ مجھے اس کی فرصت نہیں مل رہی یا نہیں ملی یہ اس چیز کے اہتمام کی قلت کی دلیل ہے، یعنی اس کے دل میں

(۱) تاریخ بغداد للخطیب ۲۵۷/۱۴ طبع دار الکتب العلمیہ۔ وتاریخ الاسلام للذہبی ۲۷۸/۱۲ طبع المکتبۃ التوفیقیہ۔

کماحقہ اس چیز کا اہتمام نہیں ہے، اس کے دل میں اس چیز کی اہمیت نہیں ہے، ورنہ جس چیز کی دل میں اہمیت ہوتی ہے، اس کے لیے وقت نکل ہی آتا ہے، ایک آدمی صبح سے لے کر شام تک کسی دنیا کے کام میں مصروف ہے اور اس کے پاس اچانک صدرِ مملکت کی طرف سے دعوت آجائے کہ آؤ! ہم تمہیں کوئی انعام دیں گے، تو بتاؤ! اس وقت مصروفیت کہاں جائے گی؟ اس وقت اپنی مصروفیت کا عذر کروگے کہ میں تو مصروف ہوں! مجھے وقت نہیں ملتا؟ ساری مصروفیت چھوڑ چھاڑ کر انعام لینے چلے جاؤگے، اس لیے کہ اس انعام کی دل میں اہمیت زیادہ ہے۔

اگر بیماری آجائے تو!

جس چیز کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے اس کا وقت نکل ہی آتا ہے، اسی مصروفیت کے عالم میں کوئی بیماری آجائے تو سب مصروفیت چھوڑ چھاڑ کر ڈاکٹر کے پاس علاج کے لیے جاؤگے، اس لیے کہ دل میں صحت کی اہمیت ہے، جس چیز کی اہمیت دل میں پیدا ہوگئی، اس کے لیے وقت آرام سے نکل آئے گا۔ نوافل بھی بہت اہم چیز ہے، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، نوافل بہت زیادہ نہ سہی تھوڑی رکعتیں پڑھ لو اور اس نیت سے نوافل ادا کرو کہ یہ کام بھی بڑا اہم ہے، اس کے لیے میں تھوڑا وقت نکال لیتا ہوں اور باقی کے لیے کوشش کرتے رہو اور اگر دل میں اس بات کا احساس ہو کہ میں تھوڑا سا ذکر کر پاتا ہوں، تھوڑے نوافل ادا کرتا ہوں، لیکن مجھ سے زیادہ نفلی عبادت نہیں ہوتی، بعض اوقات یہ حسرت انسان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے، بزرگ اس کو حسرتِ نایاب کہتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ کا واقعہ

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجے کے اولیاء، فقہاء اور محدثین میں سے ہیں اور وہ صوفی بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب طریقے سے اپنی طرف بلایا تھا[1]۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ بڑے مالدار اور صاحبِ جائیداد آدمی تھے، ان کے باغات، کھیت اور زمینیں تھیں۔ وہ پہلے آزاد قسم کے آدمی تھے، ان کو دین کی طرف اور عبادتوں کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں تھی اور وہ دنیا داری میں مصروف تھے۔ ان کا ایک سیب کا باغ تھا، وہ کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر والوں کے ساتھ سیب کے باغ میں جا کر مقیم ہوگئے کہ وہاں سیب کھائیں گے اور پکنک منائیں گے، وہاں کھانا پینا اور پینا پلانا چل رہا تھا اور آلاتِ موسیقی کو بھی استعمال کیا جارہا تھا۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ستار تھا اور وہ اسے بجارہے تھے، اسی حالت میں نیند آگئی اور وہ ستار بجاتے بجاتے سوگئے، جب ان کی آنکھ کھلی تو انہوں نے پھر ستار بجانا شروع کیا، لیکن ستار بج نہیں رہا تھا۔

اور اس میں سے موسیقی کے بجائے قرآنِ کریم کی اس آیت کی آواز آرہی تھی کہ

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ [2]

---

(۱) تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۲/۴۰۶۔
(۲) سورۃ الحدید آیت (۱۶)۔

کیا اب بھی ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان
کے دل اللہ کے ذکر کے لیے اور جو حق اترا ہے، اس کے
لیے پسیج جائیں؟

بعض روایات سے معلوم ہوتا کہ ان کے اوپر سے پرندے اڑ رہے تھے، ان پرندوں نے یہ آیت پڑھنی شروع کردی[1]، اس آیت کے سنتے ہی ان کے دل کی دنیا بدل گئی، انہوں نے پینا پلانا اور آلاتِ موسیقی سب کچھ چھوڑ دیا اور پھر بہت بڑے فقیہ، محدث، صوفی اور ولی اللہ بن گئے۔ وہ جب رات کے وقت تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو دور سے ایسا لگتا تھا کہ کوئی لکڑی کھڑی ہوئی ہے، وہ بے حس وحرکت قیام میں دیر تک کھڑے رہتے تھے۔

لوہار مجھ سے آگے نکل گیا!

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ حضرت! کیسا معاملہ رہا؟ تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور مجھے بڑے انعام و اکرام سے نوازا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بڑے درجات عطا فرمائے ہیں، لیکن میرے گھر کے پاس ایک لوہار رہا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کو جو درجہ عطا فرمایا ہے، وہ ہمیں نصیب نہیں ہوا۔ جب لوگوں نے یہ بات سنی تو ان کو جستجو ہوئی کہ ہمیں پتا تو چلے کہ وہ لوہار ایسا کیا عمل کرتا تھا جس کی وجہ سے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی آگے بڑھ گیا؟ لوگ اس لوہار کے گھر گئے، اس کی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے شوہر کیا عمل کرتے تھے؟

(۱) طبقات الفقہاء لمحمود الکفوی - مخطوطہ/لوحہ ۱/۱۳۰۔

نیک کام اور حسرتِ نایاب

وہ کہنے لگی کہ وہ دن بھر لوہا پیٹا کرتے تھے، لیکن ان کے اندر دو باتیں خاص تھیں، ایک تو بات یہ تھی کہ لوہا پیٹتے پیٹتے جیسے ہی اذان کی آواز آتی تو اگر انہوں نے ہتھوڑا سر پر اٹھایا ہوا ہے تو اس ہتھوڑے کی ایک ضرب لگانا بھی پسند نہیں کرتے تھے، ہتھوڑا پیچھے چھوڑ دیتے تھے اور نماز کے لیے مسجد چلے جاتے تھے اور دوسری بات یہ تھی کہ کبھی کبھی مجھ سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پڑوسی حضرت عبد اللہ بن مبارک ساری رات عبادت کرتے ہیں، انہیں دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ جیسے کوئی لکڑی کھڑی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو معاش کی فکر سے بے پرواہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت مال و دولت سے نوازا ہے، اس وجہ سے ان کو کوئی محنت مزدوری نہیں کرنی پڑتی، مجھ کو فکر معاش سے بے فکری نصیب ہوتی تو میں بھی حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ساری رات عبادت کرتا! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس لوہار کو جماعت کے اہتمام کی برکت سے اور عبادت پر حسرت کرنے کی وجہ سے نواز دیا۔

غیر اختیاری امور پر حسرت

بعض اوقات اللہ تبارک وتعالیٰ حسرت پر کرم فرمادیتے ہیں اور اس حسرت کی وجہ سے آدمی کو وہ درجہ مل جاتا ہے جس کی وہ حسرت کرتا ہے، میں نے حضرت والا حکیم الامت قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ کی کتاب ''تربیت السالک'' میں پڑھا کہ ایک صاحب نے خط میں لکھا کہ حضرت! میں کچھ دنوں سے بیمار ہوں اور بیماری کی وجہ سے معمولات پورے نہیں ہو رہے، ذکر اور نفلی نمازیں چھوٹ

رہی ہیں، اس وجہ سے مجھے بہت حسرت رہتی ہے اور مجھے بہت افسوس ہوتا ہے کہ اگر میں صحت مند ہوتا تو یہ بہت ساری عبادتیں انجام دیتا۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا کہ یہ حسرت بھی انہی درجات کی ترقی کا ذریعہ ہے، جو کہ عبادت سے حاصل ہوتے ہیں۔ آپ نے عذر کی وجہ سے معمولات چھوڑے ہیں اور اس پر حسرت ہو رہی ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسرت بذات خود موجب اجر ہے، بشرطیکہ وہ حسرت غیر اختیاری امور پر ہو۔

خلاصہ

آج کی گزارشات کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت دل میں پیدا کرنے کے لیے فرائض کے اہتمام کے ساتھ نفلی عبادتوں کا اہتمام کرنے کی حرص ہونی چاہیے۔ کم از کم اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد کا اہتمام کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین
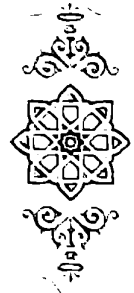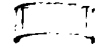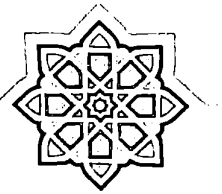
نماز میں اصلاح کی فکر

(درس شعب الایمان ۴۹/۳)
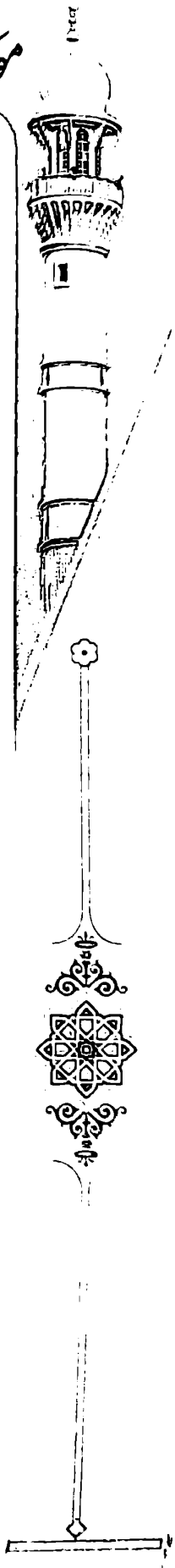
بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز میں اصلاح کی فکر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَاهَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا۔ أَمَّا بَعْدُ!

عن عمرو بن سعيد ابن العاص قال: كنت عند عثمان فدعا بطهور فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول «ما من امرئ مسلم تحضره صلاة مكتوبة، فيحسن وضوءها وخشوعها وركوعها إلا كفارة لما قبلها من الذنوب مالم يؤت كبيرة وذلك الدهر كلّه».

وضو اور نماز کی فضلیت

یہ ایک حدیث ہے۔ حضرت عمرو بن سعید بن عاص رحمۃ اللہ علیہ جو تابعین میں سے ہیں۔ وہ یہ واقعہ بیان فرمارہے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تیسرے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلافت ہی کے زمانے کی بات ہے کہ انہوں نے وضو کرنے کے لیے پانی منگوایا اور اس وقت یہ حدیث سنائی کہ میں نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بھی کسی فرض نماز کا وقت آجائے اور وہ نماز کے لیے اچھی طرح وضو کرے اور خشوع و خضوع کے ساتھ یعنی اپنی طرف سے دل لگا کر نماز پڑھے اور رکوع بھی اچھی طرح کرے، تو اس کا یہ عمل اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے [۱]، یعنی اس کے پچھلے گناہِ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں۔ جب تک کہ کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے اور یہ معاملہ زندگی اور ساری عمر جاری رہتا ہے، یعنی جتنی مرتبہ بھی آدمی اچھی طرح وضو کر کے اچھی طرح نماز پڑھے گا، تو اس کے پچھلے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ اس حدیث میں وضو اور نماز کی فضلیت بیان فرمائی گئی ہے۔

اپنے آپ کو بہتر بنانے کی فکر

اور یہاں ہم لوگ درحقیقت اس نیت سے بیٹھتے ہیں کہ اپنی کچھ اصلاح کریں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اعمال کو بہتر بنانے کی کوشش

(۱) صحیح مسلم ۲۰۶/۱ (۲۲۸)۔ وشعب الإیمان للبیهقی ۴۸۰/٤ (۲۸٤٤)

کریں اور اپنے اندر جو خرابیاں، نقائص اور کمزوریاں ہیں ان کو دور کرنے کی فکر کریں۔ یہ کوئی رسمی بیان کی مجلس نہیں ہے بلکہ اپنے گریبان میں منہ ڈالنے، اپنے حالات کا جائزہ لینے، اپنے عیوب پر نظر کرنے، اپنی خرابیوں اور کمزوریوں کو دور کرنے کی کوشش کا ایک راستہ ہے۔ ہم لوگ یہاں پر اس لیے جمع ہوتے ہیں کہ انسان کی عادت کچھ ایسی ہے کہ اس کے اپنے شب و روز، صبح وشام کے معمولات بن جاتے ہیں اور وہ ان معمولات میں مشغول رہتا ہے تو ایک روٹین بن جاتی ہے اور اس روٹین کے مطابق آدمی زندگی گزارتا رہتا ہے۔ یہ فکر نہیں ہوتی کہ میں کچھ ترقی کروں، کچھ آگے بڑھوں، اپنے حالات کو پہلے سے بہتر بناؤں، اس کی فکر اس روٹین کے اندر غائب ہوجاتی ہے۔ بس ایک ڈھب پہ انسان چل رہا ہے، اس میں کوئی ترقی نہیں اور آگے بڑھنے کی کوئی فکر نہیں۔ تو نتیجہ یہ کہ آدمی ایک مقام پر جا کر رک جاتا ہے اور غفلت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔

فکر پیدا کرنے والی حدیث

حالانکہ حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ اس کی فکر کرے کہ اس کا ہر آنے والا دن پچھلے دن سے بہتر ہو، چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ" (۱)

جس کے دو دن برابر ہوگئے، جیسی کل تھی ویسے ہی آج بھی ہے، کوئی فرق

(۱) الفردوس للدیلمی ۳/۶۱۱ (۵۹۱۰) من حدیث علی بن ابی طالب (طبع دار الکتب العلمیہ) وذکرہ السخاوی فی "المقاصد" ص ۶۳۱ (۱۰۸۰) وقال وسندہ ضعیف۔

نہیں آیا، کوئی ترقی نہیں ہوئی، عمل میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تو وہ خسارے میں ہے، وہ بڑے گھاٹے میں ہے۔

دیکھو! جو تجارت کرنے والے لوگ ہیں وہ اس طرح حساب کتاب کرتے ہیں کہ اگر آج میرا نفع اتنا ہوا ہے تو کل مجھے اس سے زیادہ نفع ہونا چاہیے۔ اگر آدمی ساری زندگی تجارت میں ایک ہی ڈھب پر پڑا رہے تو کوئی بھی تاجر اپنی اس حالت پر مطمئن نہیں ہوتا، کہتا ہے کہ آگے بڑھوں، زیادہ نفع کماؤں۔ اس لیے فرمایا کہ جس کے دو دن برابر ہو گئے یعنی جیسا دن کل کا گزرا تھا ویسا ہی آج کا بھی گزرا، اس کے اعمال اور کیفیات میں کوئی ترقی نہ ہوئی تو یہ خسارہ اور گھاٹا ہے۔ ہم یہاں ہفتے میں ایک دن اس لیے بیٹھتے ہیں تاکہ اس نقطۂ نظر سے اپنا جائزہ لیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس میں کہاں کہاں نقص ہے؟ کہاں کہاں کمزوری ہے؟ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں، اپنے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش کریں۔

نماز ایک اہم اور بنیادی عمل

اسی مقصد کے لیے یہاں احادیث پڑھی جارہی ہیں، تو نیت یہ ہونی چاہیے کہ اس مجلس کے ذریعے ہم اپنی اصلاح کریں گے۔ ہمارے ذمے جو فرائض و واجبات ہیں، جو عبادات ہیں وہ درست ہوں معاملات درست ہوں، معاشرت درست ہو، اخلاق درست ہوں اور گناہوں سے بچیں۔ تو اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھیں تو سارے مسلمانوں کے لیے سارے اعمال میں سب سے زیادہ اہم اور بنیادی عمل نماز ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ"(۱)

نماز دین کا ستون ہے۔

جس طرح ستون کے بغیر عمارت کھڑی نہیں ہوسکتی، اسی طرح نماز کے بغیر اسلام پورا نہیں ہوسکتا۔ نماز سب سے زیادہ اہمیت رکھنے والا عمل ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا خط

یہ اس درجہ اہمیت رکھنے والا عمل ہے کہ جب فاروقِ اعظم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور امیر المؤمنین کہلائے۔ تو وہ آدھی سے زیادہ دنیا کے خلیفہ اور حکمران تھے۔ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی وہاں کے عاملوں یعنی گورنروں کو انہوں نے اپنا سرکاری فرمان جاری کیا تھا جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "مؤطا امام مالک" میں روایت فرمایا ہے اور یہ کسی عام آدمیوں کو خطاب نہیں ہورہا، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے گورنروں کو اور سیاسی حکمرانوں

---

(۱) شعب الایمان للبیھقی ٤/٣٠٠ (٢٥٥٠) قال البيهقي: قال أبو عبد الله: عكرمة لم يسمع من عمر، وأظنه أراد: عن ابن عمر. والحديث أورده السيوطي في "الجامع الصغير" ١٠٦٦/٣ (٥١٨٥) مختصرا بلفظ: "الصَّلَاةُ عِمَادُ الدِّينِ"، وعزاه إلى البيهقي عن عمر. وقال المناوي في "فيض القدير" ٢٤٨/٤ (٥١٨٥) بعد أن نقل كلام البيهقي على هذا الحديث: قال الحافظ العراقي في حاشية الكشاف: فيه ضعف وانقطاع، قال الحاكم: عكرمة لم يسمع من عمر، ورواه من حديث ابن عمر، ولم يقف عليه ابن الصلاح فقال في "مشكل الوسيط": إنه غير معروف اهـ. وقول النووي في "التنقيح": حديث منكر باطل رَدَّه ابنُ حجر وشَنَّع. انتهى. وأصله فی سنن الترمذی ٤/٢٦٢ (٢٦١٦) من حديث معاذ بن جبل وفيه "رأس الإسلام وعمودة الصلاة" وقال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

کو خطاب کر کے خط میں لکھا:

”اِنَّ اَهَمَّ اَمْرِكُمْ عِنْدِي الصَّلَاةُ، فَمَنْ حَفِظَهَا وَحَافَظَ عَلَيْهَا حَفِظَ دِيْنَه، وَمَنْ ضَيَّعَهَا فَهُوَ لِمَا سِوَاهَا أَضْيَعُ“[1]

میرے نزدیک تمہارے سارے کاموں میں سب سے اہم چیز نماز ہے جو اس نماز کو ضائع کردے گا تو اس کے باقی کام اس سے زیادہ برباد ہوں گے۔

سیاست اور نماز میں کوتاہی

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سارے گورنروں کو یہ اس لیے لکھا کہ جب کوئی آدمی حکومت اور سیاست کے اندر داخل ہوتا ہے تو بعض اوقات وہ اس دھوکے میں پڑ جاتا ہے کہ میں یہ جو کام کررہا ہوں یہ بھی تو عبادت ہے اور حدیث میں ہے کہ عادل اور انصاف کرنے والے حکمران کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کے سائے میں رکھیں گے[2]۔ تو حکمران کا عدل و انصاف سے کام لینا بھی ایک عبادت ہے۔ تو اگر کچھ نمازیں چھوٹ گئیں اور آگے پیچھے ہوگئیں، ان کے آداب کے ساتھ ادا نہ ہوئیں تو کیا خرابی ہے؟ کوئی نقصان نہیں! العیاذ باللہ

(۱) موطا امام مالک ۶/۱ (۶)۔
(۲) صحیح البخاری ۱۳۳/۱ (۶۶۰)۔

نماز کا دوسرے کاموں پر اثر

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نہیں! اگر نماز کو خراب کر دیا، نماز کو ضائع کر دیا تو جو تمہارے سارے اعمال ہیں اور تم جتنے کام کر رہے ہو، چاہے حکومت کے ہوں، سیاست کے ہوں، خدمت خلق کے ہوں، وہ سارے کام اور زیادہ برباد ہوں گے، ان کاموں میں اس وقت نور پیدا ہوگا جب تم نماز کی پابندی کرو، نماز اختیار کرو۔ نماز کو اس کے آداب و شرائط کے ساتھ ادا کرو۔ جب تک یہ نہیں کرو گے تو تمہارے دوسرے کاموں میں برکت نہیں ہوگی، نور نہیں ہوگا، بلکہ کام اور زیادہ تباہ ہوں گے۔

مسلم حکمران کا پہلا کام

چنانچہ قرآنِ کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنوں کی خصوصیات ذکر فرمائیں:

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ [1]

یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں اور برائی سے روکیں۔

---

(۱) سورۃ الحج آیت (٤١)۔

جب ہم ان کو زمین میں اقتدار عطا کرتے ہیں، حکومت بخشتے ہیں، حکومت ان کے ہاتھ میں آتی ہے تو پہلا کام ان کا کیا ہے؟ "اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ" کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، اقتدار کو حاصل کرنے کے بعد ان کا یہ پہلا کام ہوتا ہے۔

ہجرت کے بعد مسجد کی تعمیر

آپ دیکھیے کہ جب نبی کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو عارضی طور پر قباء میں چودہ دن قیام فرمایا، وہاں پہلا کام مسجدِ قبا کی تعمیر ہوئی۔ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ مسجدِ نبوی تعمیر ہوئی تو جن لوگوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ زمین میں اقتدار عطا کرتے ہیں تو ان کا سب سے پہلے کام یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ اسی لیے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سارے گورنروں کو باقاعدہ سرکاری طور پر یہ فرمان جاری کیا کہ نماز کو سب سے زیادہ اہم کام سمجھو اور اس کو سنّت کے طریقے کے مطابق صحیح طرح ادا کرنے کی فکر کرو، تب تو تمہارے اور کام درست ہوں گے، ورنہ خراب ہوجائیں گے۔

حصولِ علم اور نماز میں کوتاہی

بعض اوقات شیطان ہم جیسے طالب علموں کو بہکاتا ہے کہ علم حاصل کرنا یا علم کی باتیں کرنا، یہ نفلی عبادتوں میں سب سے افضل عبادت ہے۔ یہاں تک کہ فرمایا:

"تَدَارُسُ الْعِلْمِ سَاعَةً مِّنَ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِّنْ إِحْيَائِهَا"(۱)

---

(۱) سنن الدارمی ۱/۳۲۲ (۲۷۱) طبع دار الکتب العلمیۃ۔

رات کے کسی حصے میں علم کی باتوں کا مذاکرہ کرنا ساری
رات جاگ کر نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔

اس کو نفلی عبادتوں سے افضل قرار دیا ہے۔ اس لیے ہم جیسے خشک طالب علموں کو یہ دھوکہ لگ جاتا ہے کہ ہم یہ جو درس و تدریس کا کام کررہے ہیں، یہ سب نفلی عبادتوں سے افضل ہے، لہٰذا نماز میں تھوڑی بہت اونچ نیچ ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ اگر نماز درست نہیں ہوئی تو علم بھی درست نہیں ہوگا۔ نماز درست نہیں ہوئی تو کوئی عمل بھی درست نہیں ہوگا۔ کوئی کام بھی برکت والا نہیں ہوگا۔ تو سب سے اہم اور مقدم کام نماز کو درست کرنا ہے۔ اس لیے ہمیں اس کی فکر کرنی چاہیے۔

ہمیں نماز کی فکر نہیں

اس لیے ہم سب کو نظر ڈالنے کی ضرورت ہے کہ ہماری نماز میں کہاں کہاں گڑ بڑ ہورہی ہے؟ کہاں کہاں کوتاہی ہورہی ہے؟ کہاں کہاں نقص ہے؟ یہ تو سب ہی کا حال ہے کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو اس میں مطلوب جو خشوع ہے، اللہ تعالیٰ کے حضور دل لگا کر اور دھیان سے نماز پڑھنا ہے، یہ پوری طرح کم لوگوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اکثر و بیشتر نمازیں اس طرح ہورہی ہیں کہ دل کہیں، دماغ کہیں، خیالات کہیں اور بھٹک رہے ہیں اور ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہ اکبر کہنے کے بعد ایک مشین چل پڑتی ہے، جیسے ایک سوئچ دبایا اور مشین چل پڑی اور خود بخود الفاظ منہ سے نکل رہے ہیں۔

نماز میں غفلت کا حال

یہاں تک کہ بسا اوقات یہ بھی پتا نہیں چلتا کہ کیا پڑھا اور کیا نہیں پڑھا؟ اگر کوئی پوچھے کہ پہلی رکعت میں کیا پڑھا تھا، دوسری رکعت میں کیا پڑھا تھا اور تیسری رکعت میں کیا پڑھا تھا تو یہ بھی یاد نہیں۔ بس ایک آٹو میٹک مشین چل رہی ہے، خود بخود الفاظ نکل رہے ہیں، کیا منہ سے نکلا کیا نہیں؟ اس کی طرف دھیان ہی نہیں ہے۔ اسی حالت میں رکوع ہو رہا ہے، اسی حالت میں سجدہ ہو رہا ہے اور اسی حالت میں بھول ہوجاتی ہے کہ تین رکعتیں پڑھیں یا دو پڑھیں؟ اسی اُدھیڑ بن میں رہتے ہیں اور یہاں تک کہ اسی طرح سلام پھیر کر فارغ ہوجاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر یہ صورتِ حال پائی جاتی ہے۔

نماز کی ناقدری اور مایوسی

اس میں دو باتیں ہیں جو افراط اور تفریط پر مشتمل ہیں۔ ایک بات تو یہ ہے کہ لوگ اس وجہ سے مایوس ہونے لگتے ہیں اور نماز کی ناقدری شروع کردیتے ہیں کہ ہم کیا اور ہماری نمازیں کیا؟ ہم تو ٹکریں مارتے ہیں۔ ایک بوجھ ہے جسے اپنے سر سے اتار دیتے ہیں۔ بس ایک عادت بنی ہوئی ہے۔ اس عادت کو پورا کررہے ہیں۔ اس کے نہ آداب ہیں، نہ شرائط ہیں۔ لہٰذا ہماری نمازیں کیا ہیں؟ ٹکریں مارنا ہے اور اس کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ نماز کی اس طرح ناقدری کرتے ہیں۔ اس ناقدری کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ناقدری آگے بڑھے تو یہ انسان کو مایوسی تک لے جاتی ہے کہ میری نماز تو درست ہو نہیں سکتی اور جب مایوسی تک پہنچا تو بعض اوقات شیطان اگلے قدم تک لے جاتا ہے کہ

جب تیری نماز کچھ ہے ہی نہیں تو تم کیوں اس دھندے میں لگتے ہو؟ کیوں اپنا وقت اس میں لگایا، جبکہ یہ بے کار ہے؟ تو پھر نماز چھوڑنے کی نوبت بھی آجاتی ہے اور یہ بڑی خطرناک بات ہے۔

توفیق پر شکر ادا کریں

شیطان کا ایک داؤ یہ ہے جس میں بعض اوقات وہ لوگوں کو مبتلا کر دیتا ہے کہ آدمی نماز کی ناقدریٰ کرنے لگتا ہے۔ تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں جتنی بھی نماز کی توفیق عطا فرمارکھی ہے، تم اس کی ناقدری مت کرو۔ ہمارے حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ تم کو پہلے سے جو نماز کی توفیق ملی اس پر تو شکر ادا کرلو کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے، آپ نے اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دے دی، کتنے ہیں جو اس سے بھی محروم ہیں، کتنے ہیں جن کو اتنی بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو کر کھڑے ہوجائیں، الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے صورتِ نماز کی توفیق دی، کم از کم صورت تو نماز کی بن گئی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق ہے۔ اگر یہ بھی نہیں ہوتا تو کتنی مصیبت ہوتی؟ کہ آدمی نماز کو آیا ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کے یہاں حاضری لگائی ہی نہیں۔ تو بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو یہ بھی توفیق نہیں ملتی۔ تو الحمدللہ کہو اور پہلے اس توفیق پر شکر ادا کرلو، اس کی ناقدری مت کرو۔ ہاں اس توفیق کے بعد جو کوتاہی اور غلطی ہوئی، اس کی صحیح طریقے سے ادائیگی نہیں کرسکے، اس پر استغفار کرلو کہ یا اللہ! آپ نے توفیق دی تھی، آپ کا شکر، لیکن مجھ سے اس طرح نماز نہ بن پڑی جیسے پڑھنی چاہیے تھی، اس پر استغفار کرلو، لیکن ناقدری مت کرو۔

ایک نصیحت آموز واقعہ

ہمارے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب آئے اور آ کر یہ شکوہ کرنے لگے کہ حضرت کیا بتاؤں! میری نماز کیا ہے! ٹکریں مارنا ہے۔ جو بھی سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روح سے خالی ہے، پتا نہیں کیسا سجدہ ہے؟ کہ اس میں اِدھر اُدھر کے خیالات آتے رہتے ہیں، یہاں تک کے عین سجدے کے وقت نفسانی اور شہوانی خیالات آتے ہیں، تو ایسا لگتا ہے کہ یہ سجدہ بھی میرا گناہ ہے۔ مجھے سجدہ میں ایسے خیالات آتے ہیں، تو مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سجدہ ہی نہیں ہے، کہیں الٹا گناہ ہی نہ ہو، یہ تو بڑا گندا قسم کا سجدہ ہے۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ میں نے چھٹتے ہی ان سے کہا کہ اگر یہ گندا سجدہ ہے، ناپاک خیالات والا سجدہ ہے، یہ سجدہ اللہ تعالیٰ کے لائق تو ہے نہیں کیونکہ تم کہہ رہے ہو کہ یہ ناپاک ہے، نجس ہے تو ایسا سجدہ کسی گندے کو کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ میں گندا ہوں تو یہ سجدہ مجھے کرو۔

یہ سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے

تو انہوں نے کہا کہ حضرت! کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا، کیوں نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا جاسکتا۔ تو فرمایا کہ جب یہ سجدہ اللہ کے سوا کسی کو نہیں کیا جاسکتا، یہ پیشانی اللہ تعالیٰ کے سوا کہیں اور ٹک نہیں سکتی، تو چاہے اس کے اندر کیسے ہی فاسد خیالات آرہے ہوں، لیکن یہ پیشانی اللہ تعالیٰ ہی کی بارگاہ میں ٹکے گی، یہ سجدہ اللہ ہی کے لیے ہوگا، یہ کہیں اور نہیں کیا جاسکتا۔ تو معلوم ہوا کہ چاہے کیسے ہی غلط سلط خیالات آرہے ہوں، لیکن یہ

سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے۔ کوئی ایک مسلمان جو "لا الہ الا اللہ" پر ایمان رکھتا ہو، تو وہ کتنا ہی فاسق و فاجر ہو، کتنا ہی گناہ گار ہو، اس کے آگے لاکھوں روپے ڈھیر کردو اور کہو کہ کسی اور کو سجدہ کرلے تو وہ کبھی نہیں کرے گا۔ کیونکہ یہ پیشانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے سوا کہیں ٹک نہیں سکتی، یہ سجدہ تو اللہ ہی کے لیے ہے۔

برے خیالات اور استغفار

پھر حضرت نے فرمایا کہ وہ سجدہ خیالات سے کبھی گندا نہیں ہوتا، وہ سجدہ اللہ ہی کے لیے ہے، ہاں! اس کے اندر کچھ خارجی عناصر داخل ہوگئے ہیں، تم ان خیالاتِ فاسدہ کے اوپر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرلو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے اُمید ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس استغفار کی برکت سے معاف فرما دیں گے۔ اگر غیر اختیاری خیالات آرہے ہیں تو اس کی وجہ سے سجدہ گندا نہیں ہوتا۔ حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ؎

قبول ہو یا نہ ہو پھر بھی ایک نعمت ہے
وہ سجدہ جس کو ترے آستاں سے نسبت ہے

یہ جو تیرے آستاں کے اوپر سجدہ ہورہا ہے، یہ بذات خود ایک نعمت ہے، اس نعمت کی ناقدری نہ کرو۔ ہمارے حضرت یہ تاکید فرمایا کرتے تھے کہ اپنی نمازوں کی ناقدری نہ کرو، اپنے سجدوں کی ناقدری مت کرو، یہ جو تم نماز کو اٹھک بیٹھک سے تعبیر کردیتے ہو، سجدے کو گندا کہہ دیتے ہو، یہ سب ناقدری اور ناشکری کی باتیں ہیں۔ پہلے جو اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے نماز کی توفیق ملی ہوئی ہے، اس پر شکر ادا کرلو تو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں اور توفیق عطا فرمائیں گے۔

نماز کا ایک پہلو

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہمیشہ نمازوں کے دونوں پہلوؤں کا برابر لحاظ کرنا ضروری ہے۔ ایک اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کی ہوئی توفیق پر شکر کہ یا اللہ! آپ نے نماز کی توفیق عطا فرمائی،

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

یا اللہ! آپ نے تلاوت کی توفیق عطا فرمائی،

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

یااللہ! آپ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی،

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

یا اللہ آپ نے روزہ کی توفیق عطا فرمائی،

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

یا اللہ آپ نے صدقہ کی، زکوٰۃ کی، حج کی، عمرہ کی، کسی بھی عبادت کی توفیق ہوئی تو کہو

"اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ"

کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے توفیق عطا فرمائی۔ تو پہلے اس کا شکر ادا کرو۔

نماز کا دوسرا پہلو

اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس عبادت کی ادائیگی میں اپنی طرف سے جو

کوتاہی ہوئی، جو خرابیاں ہوئیں، ان پر استغفار کرو کہ اے اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ نے توفیق عطا فرمائی، لیکن مجھ سے اس میں جو کوتاہیاں اور غلطیاں ہوئیں، آپ اپنے فضل و کرم سے ان کو معاف فرمادیجیے۔ استغفار کرلو، اللہ تبارک و تعالیٰ نے استغفار کے اندر یہ خاصیت رکھی کہ جس گناہ سے، جس خامی سے اور جس کوتاہی سے استغفار کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کوتاہی کو کالعدم فرمادیں گے، اس کوتاہی کو ایسا کردیں گے جیسے وہ ہوئی ہی نہیں۔

"اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ"(۱)

توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے جیسے کہ اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔

تو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی نعمت پر شکر اور دوسری طرف اپنی کوتاہی پر استغفار یہ دونوں کام کرتے رہو گے تو ان شاء اللہ خود بخود ان کوتاہیوں کی تلافی ہوتی چلی جائے گی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا قول

اور یہ بات بھی میں نے اپنے حضرت عارفی قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ سے ہی سنی، کسی کتاب میں نہیں دیکھی۔ حضرت عارفی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز کے بعد دو کلمے کہہ لیتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے میری کمر توڑ دی۔ وہ

---

(۱) سنن ابن ماجه ٥/٦٤٠ (٤٢٥٠). وذكره السخاوي في "المقاصد الحسنة" ص ١٥٢ (٣١٣) ورجاله ثقات، بل حسنه شيخنا يعني لشواهده، وإلا فأبو عبيدة جزم غير واحد بأنه لم يسمع من أبيه.

دو کلمے کون سے ہیں؟ الحمدللہ اور استغفر اللہ۔ جو شخص یہ دو کلمے کہہ لے تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے میری کمر توڑ دی یعنی میرے بہکانے کے جو راستے ہو سکتے تھے وہ ان دو کلموں نے بند کر دیے۔

بہکانے کے دو راستے

جیسے شیطان کے بہکانے کا ایک راستہ یہ ہے کہ جو میں نے ابھی عرض کیا کہ وہ یہ سمجھاتا ہے کہ تیری نماز کوئی حقیقت ہی نہیں رکھتی، یہ تو نے بے کار عمل کیا، اس سے تجھے کوئی فائدہ ہی حاصل نہیں ہوسکتا، یہ تم نے ٹکریں ماری ہیں، جس میں نہ خشوع ہے اور نہ خضوع ہے، نہ اس میں آداب ہیں اور نہ اس میں شرائط ہیں، نہ یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کرنے کے لائق ہے۔ لہٰذا یہ بے کار ہے اور بے کار ہونے کی وجہ سے آئندہ اس عمل کو جاری رکھنے کا کیا فائدہ؟ یہ شیطان کا ایک دھوکہ ہے۔ تو حضرت فرماتے ہیں کہ جب الحمد للہ کہہ دیا یعنی اللہ تعالیٰ کی توفیق پر شکر ادا کیا تو شیطان کا یہ داؤ ختم ہوگیا کہ وہ انسان کو مایوس کر کے نماز سے ہٹا دے۔

اور شیطان کا دوسرا داؤ یہ ہوسکتا تھا کہ وہ انسان کے دل میں یہ خیال پیدا کردے کہ تو عبادت گزار ہوگیا، تو نے بڑی اچھی نماز پڑھی، تو نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دی، تو نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی، عابد زاہد بن گیا، تو دل میں ایک عجب اور تکبر پیدا ہوگیا، تو اُس کا علاج استغفر اللہ کہہ کر ہوگیا، تو جب دو چیزیں اکٹھی جمع ہوجائیں تو شیطان کہتا ہے کہ اس نے میری کمر توڑ دی اور ان شاء اللہ یہ نماز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوگی۔

مثنوی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی میں ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک بڑے عبادت گزار بزرگ تھے۔ وہ روزانہ رات میں اٹھتے تھے اور تہجد پڑھا کرتے تھے۔ تو ایک دن تہجد کے لیے اٹھے تو وضو کررہے تھے کہ وضو کرتے ہوئے غیبی آواز سنائی دی کہ تو جو محنت کررہا ہے، یہ سب بے کار ہے۔ نہ تیرا وضو قبول ہے، نہ تیری نماز قبول ہے، نہ تیرے سجدے قبول ہیں۔ ہمارے یہاں تیرا کچھ قبول نہیں ہے۔ تو ان بزرگ کے ساتھ وہاں ان کا کوئی شاگرد بھی موجود تھا، یہ آواز اس نے بھی سنی۔ ان بزرگ نے یہ آواز سنی تو لوٹا لیا، وضو کیا، پھر مصلے پر پہنچے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کردی اور معمول کے مطابق جیسے نماز پڑھتے تھے ویسے ہی پڑھی۔ اگلے دن پھر تہجد کا وقت آیا تو وضو کررہے تھے کہ اس دوران پھر یہ آواز آئی کہ تو یہ جو محنت کررہا ہے ہمارے یہاں اس کی ایک دمڑی قیمت نہیں ہے، یہ قبول نہیں ہے۔ نہ تیرا وضو قبول ہے، نہ تیرے سجدے قبول ہیں، نہ تیرے رکوع قبول ہیں۔ انہوں نے وضو مکمل کیا اور مصلے پر جا کر حسبِ معمول نماز پڑھی۔ اس کے بعد شاگرد نے کہا کہ حضرت! یہ دو دن سے آوازیں آرہی ہیں اور یہ کہا جارہا ہے کہ آپ کا وضو قبول نہیں ہے، کوئی نماز قبول نہیں ہے تو پھر آپ یہ سب محنت کیوں اٹھا رہے ہیں؟ وضو بھی اسی طرح کررہے ہیں، نماز بھی اسی طرح پڑھ رہے ہیں، رات کو بھی اٹھ رہے ہیں۔ جب قبول نہیں تو فائدہ کیا؟ کیوں مشقت اٹھا رہے ہیں؟

ہمارے سوا کوئی اور در نہیں

تو ان بزرگ نے فرمایا کہ بھائی ٹھیک ہے کہ اس در سے یہ کہا جارہا ہے

کہ میرا وضو قبول نہیں، میری نماز قبول نہیں۔لیکن اگر کوئی اور در ہو تو وہاں چلا جاؤں، میرا تو کوئی اور دروازہ ہے ہی نہیں، مجھے تو اسی درگاہ میں سجدے کرنے ہیں، مجھے تو اسی بارگاہ میں حاضری دینی ہے، چاہے وہ قبول کریں یا نہ کریں، ٹھکرائیں، دھتکاریں اور جو چاہے کریں، لیکن میں اس در کو چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ وہیں جاؤں گا، وہیں سجدے کروں گا۔ انہوں نے اپنے شاگرد کو یہ جواب دیا۔ جونہی یہ جواب دیا تو پھر یہ غیبی آواز آئی۔

قبول است اگرچہ ہنر نیستش
کہ جز ما پناہے دگر نیستش

کہ اگرچہ تیری ان نمازوں کے اندر اور تیری ان عبادتوں کے اندر کوئی ہنر کی بات نہیں ہے۔ اب سب قبول ہے کیونکہ ہماری درگاہ کے سوا تیری کہیں اور پناہ نہیں۔

یہ ایک آزمائش تھی

یہ آوازیں جو آرہی تھیں۔ یہ درحقیقت آزمائش تھی کہ کہیں اس سے گھبرا کر اور مایوس ہو کر عمل کو چھوڑ تو نہیں بیٹھتا، الحمدللہ آزمائش میں پورے اترے، سرخرو رہے اور وہی طریقہ اختیار کیا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کو مطلوب تھا۔ وہ ان کی زبان سے یہی کہلوانا چاہتے تھے کہ آپ قبول کریں یا نہ کریں پھر بھی میں اس کے سوا کسی اور کے در پے جانے والا نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہنچ گیا تو قبول ہو یا نہ ہو، میرے لیے یہی نعمت ہے کہ اس کی بارگاہ میں حاضری دیتا رہوں ۔تو بھائی پہلی بات تو یہ ہے کہ چاہے ساری زندگی آدمی کوشش کرتا رہے اور وہ اعلیٰ مقام حاصل نہ ہو جو حضرات صحابۂ کرام کو حاصل تھا، لیکن لگا

رہے، اس دروازے کو چھوڑے نہیں، کوشش کرتا ہی رہے تو ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ اس کا انجام یہی ہوگا کہ آخر کار اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے۔

عبادت کا حق ادا نہیں ہوسکتا

ہمارے حضرت فرمایا کرتے تھے کہ بھائی اللہ جل جلالہ کی عبادت کا جو حق ہے وہ تو کسی سے ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ کس سے ادا ہوگا؟ جب نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمادیا

مَا عَبَدْنٰكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ، مَا عَرَفْنٰكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ (۱)

---

(۱) ويستأنس له من حديث أخرجه مسلم في "صحيحه" ٣٥٢/١ (٤٨٦) عن عائشة، قالت: فقدت رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة من الفراش فالتمسته فوقعت يدي على بطن قدميه وهو في المسجد وهما منصوبتان وهو يقول: "اللهم أعوذ برضاك من سخطك، وبمعافاتك من عقوبتك، وأعوذ بك منك لا أحصي ثناء عليك أنت كما أثنيت على نفسك".
ومن حديث أخرجه محمد المروزي في "تعظيم قدر الصلاة" ٨٠٨/٢ (٨٠٢) عن معاذ بن جبل، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إنكم لو عرفتم الله حق المعرفة لمشيتم على البحور، ولزال بدعائكم الجبال، ولو أنكم خفتم الله كحق الخوف لعلمتم العلم الذي ليس معه جهل، وما بلغ ذلك أحد قط" قلت: ولا أنت يا رسول الله؟ قال: "ولا أنا" قلت: يا رسول الله فإن عيسى ابن مريم كما بلغنا قد كان يمشي على الماء؟ قال: "نعم، ولو ازداد يقينا وخوفا لمشى في الهواء" قلت: يا رسول الله ما كنت أدري أن الرسل يقصروا في ذلك قال: "إن الله أعظم وأجل من أن يدرك شيء من أمره، ولا يزداد أحد من الخوف واليقين إلا كان ما لم يبلغ أعظم وأكثر من الذي يبلغ".
ومن حديث أخرجه الطبراني في "معجمه الأوسط" ٤٤/٤ (٣٥٦٨) عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ "ما في السماوات السبع موضع قدم ولا شبر ولا كف إلا وفيه ملك قائم=

وہ ذات جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ساری ساری رات کھڑی ہے، پاؤں پر ورم آرہا ہے، پاؤں سوج رہے ہیں(۱) اور وہ بھی یہ فرما رہے ہیں کہ اے اللہ! آپ کی عبادت کا حق ہم سے ادا نہ ہوا، تو کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کر دیا؟، لیکن بندہ سے مطلوب یہ ہے کہ وہ اپنی سی کوشش صرف کرلے اور پھر یہ کہہ دے کہ یا اللہ! یہ ٹوٹی پھوٹی پونجی لے کر آپ کی بارگاہ میں آ گیا ہوں، آپ اپنے فضل و کرم سے اسی کو قبول فرمالیں۔ کیونکہ عبادت کا حق تو کوئی بھی ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمانے والے ہیں اور وہی قبول کرنے والے ہیں۔ اس لیے ناشکری اور ناقدری نہ کرو۔

مخلوق کو جاننے والی ذات

ناشکری اور ناقدری کو چھوڑ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کر کے جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان پر استغفار کرتے رہو تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ تمہاری عبادت قبول ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو جانتے ہیں، انہوں نے ہی تو پیدا کیا ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط(۲)

= أو ملك راكع أو ملك ساجد، فإذا كان يوم القيامة قالوا جميعا: سبحانك ما عبدناك حق عبادتك، إلا أنا لم نشرك بك شيئا". والله اعلم بالصواب وعلمه اتم واحكم.

(۱) صحيح البخاري ١٣٥/٦ (٤٨٣٦)۔

(۲) سورة الملك آيت (١٤)۔

جس نے پیدا کیا، کیا وہی نہ جانے (مخلوق کو)؟

وہ مخلوق کو بھی جانتے ہیں، وہ مخلوق کی کمزوریوں سے بھی واقف ہیں، مخلوق کی نفسیات کو بھی جانتے ہیں، مخلوق کی حدود کو بھی پہچانتے ہیں، تو اس لیے اگر کوئی آدمی نیک نیتی اور اخلاص سے لگا رہے اور جو کوتاہیاں ہوجائیں تو ان پر استغفار کرے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے، لیکن شرط یہ ہے کہ ناشکری نہ کرو، ناقدری نہ کرو، اخلاص ہو، اللہ کے لیے ہو اور اپنی سی کوشش کا دامن نہ چھوڑو، عمل کو درست کرنے کی جتنی کوشش ہوسکتی ہے اُس کو کرو، اللہ تعالیٰ ہی قبول فرمانے والے ہیں۔

ایک قابلِ اصلاح بات

ہاں یہاں آکر غلطی لگتی ہے کہ جب بندہ کوشش کا دامن بھی چھوڑ دیتا ہے، یعنی اپنی عبادتوں کو اور اپنی نمازوں کو جتنا بہتر سے بہتر بنا سکتا ہے اس کی طرف توجہ اور کوشش بھی کم کردیتا ہے، اس نے نمازوں اور عبادتوں کو ایک روٹین بنالیا اور اس سے آگے بڑھنے کی فکر نہیں تو یہ قابل اصلاح بات ہے اور جو اس وقت میں نے حدیث پڑھی ہے تو وہ درحقیقت اس طرف توجہ دلانے کے لیے پڑھی ہے تو زیادہ پریشان اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ فکر ہر آن، ہر لمحہ، ہر روز رہنی چاہیے کہ ہماری نمازیں کل کے مقابلے میں آج بہتر ہوں۔

اچھی طرح وضو کریں

اس کے لیے سب سے پہلا قدم وہ ہے جس کی طرف اس حدیث میں

اشارہ فرمایا گیا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی سیاق میں یہ بات ارشاد فرمائی کہ ''جو نماز کے لیے اچھی طرح وضو کرے''، یعنی سب سے پہلا کام یہ ہے کہ آدمی کا وضو صحیح اور سنّت کے مطابق ہو۔ یہاں سے نماز کی بہتری کا آغاز ہوتا ہے کیونکہ وضو نماز کا مقدمہ ہے، اگر وہ صحیح نہ ہوا تو نماز کے اندر بھی خلل واقع ہوگا۔ لوگ کہتے ہیں کہ نماز کے اندر خیالات بہت آتے ہیں۔ تو اس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وضو کے اندر صحیح شرعی احکام و آداب کا لحاظ نہیں کیا جاتا، بہت جلدی کے اندر آئے، نل کے اوپر بیٹھے، نل کا فوارہ کھولا اور اسی میں باتیں بھی ہورہی ہیں اور وضو بھی ہورہا ہے، یہ طریقہ سنّت نہیں ہے۔ سنّت کا طریقہ یہ ہے کہ جب آدمی وضو کے لیے بیٹھے تو حدیث میں آتا ہے کہ لوگوں سے بات چیت نہ کرے بلکہ وضو کی طرف متوجہ ہو [1]۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے وضو کو روحانی پاکی اور طہارت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ یہ ظاہری طہارت ہے، لیکن اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ روح میں پاکیزگی عطا فرماتے ہیں تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ دل و روح کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوں۔

اعضاء کے گناہوں کی معافی

حدیث [2] میں آتا ہے کہ جب بندہ وضو کرتا ہے تو جس عضو کو بھی دھوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس عضو کے گناہوں کو معاف کرتے رہتے ہیں۔ یہ کفارہ ہوتا رہتا ہے، ہاتھ دھوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ہاتھ کے کیے ہوئے گناہ معاف فرمادیتے ہیں، پاؤں دھوئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ پاؤں کے کیے ہوئے گناہ

---

(۱) دیکھئے! الاساس فی السنة وفقهها. قسم العبادات فی الاسلام / كراهة الكلام فی الوضوء ۱/۳۸۰ طبع دار السلام۔

(۲) صحیح مسلم ۱/۲۱۵ (۲۴۴)۔

معاف فرمادیتے ہیں۔ تو بظاہر یہ پانی جسم کے اوپر لگ رہا ہے، لیکن اس پانی سے اللہ تبارک وتعالیٰ روح کی صفائی اس طرح کررہے ہیں کہ اس سے گناہ جھڑ رہے ہیں۔

بعض اللہ کے بندوں کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جن میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ منکشف فرمادیا تھا کہ جب کہیں جاتے اور کوئی آدمی وضو کررہا ہوتا، وہ وضو کا جو پانی نالیوں میں گرتا تھا، اس میں ان کو گناہ بہتے ہوئے نظر آتے تھے کہ فلاں گناہ بہہ رہے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کیفیت ہوگئی تھی۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وضو کو پاکیزگی کا ذریعہ بنایا ہے[1]۔

وضو کرتے وقت یہ تصور کریں

بزرگوں نے فرمایا کہ جب آدمی وضو شروع کرے، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کے ہاتھ دھونا شروع کرے تو یہ تصور کرے کہ اب میں ہاتھ دھورہا ہوں اس کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ میرے ہاتھ کے گناہ معاف فرما رہے ہیں، جب چہرہ دھوئے تو یہ تصور کرے کہ میں چہرہ دھورہا ہوں، اس کے ذریعے اللہ تبارک وتعالیٰ آنکھ سے کیے ہوئے گناہ معاف فرمارہے ہیں۔ پاؤں دھوئے تو پاؤں کے گناہ کی معافی کا تصور کرے۔ جب آدمی یہ تصور کرکے اعضاء کو دھوئے گا تو اس سے وضو کا نور دوبالا ہوجائے گا اور ظاہر ہے کہ جب آدمی یہ تصور کرے گا کہ اس سے میرے گناہ دھل رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کے ذریعے میرے گناہ معاف فرما رہے ہیں تو دل میں شکر

---

(۱) کتاب المیزان للشعرانی ۲۱۹/۱ طبع عالم الکتب۔

کا ایک جذبہ بھی پیدا ہوگا کہ یا اللہ! آپ کا شکر ہے کہ آپ اس کے ذریعے میرے گناہوں کو معاف فرما رہے ہیں۔ تو وضو کے ساتھ ساتھ ایک اور شکر کی عبادت بھی انجام پارہی ہے اور اس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ اس وضو کو نماز کی اصلاح کا ذریعہ بنائیں گے۔ نماز کی اصلاح کی طرف جانے اور نماز میں خشوع پیدا کرنے کی یہ پہلی سیڑھی ہے۔ اس لیے سب سے پہلے جو حدیث میں نماز کی فضیلت کی شق بیان کی ہے وہ یہ کہ اپنا وضو، اپنی طہارت کو شریعت اور سنّت کے مطابق اہتمام کے ساتھ انجام دے۔

وضو کی مسنون دعائیں

اور وضو کے دوران باتیں کرنے کے بجائے ادعیۂ مسنونہ یعنی مسنون دعائیں پڑھے۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے کہ وضو کے دوران یہ دعا پڑھے

"اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَوَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ"(۱)

اے اللہ! میرے گناہوں کو معاف فرما، اور میرے گھر میں کشادگی عطا فرما اور میرے رزق میں برکت عطا فرما۔

اور بعض روایتوں میں آتا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کلمات کہے:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

(۱) سنن الترمذی ۴۷۹/۵ (۳۵۰۰) من حدیث ابی ہریرۃ و قال ہذا حدیث غریب. و السنن الکبری للنسائی ۳۶/۹ (۹۸۲۸) و قال النووی فی الاذکار ص ۲۴ باسناد صحیح۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں۔"

تو اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ وہ ان میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔ (۱)

اور وضو کر کے یہ دعا پڑھے

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ "(۲)

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں سے بنا دیجیے اور پاکی حاصل کرنے والوں میں سے بنا دیجیے

ناک میں پانی ڈالتے وقت کی دعا

اور بعض کتابوں میں ہر عضو کو دھوتے وقت الگ الگ ایک دعا بھی لکھی

---

(۱) صحيح مسلم ۲۰۹/۱ (۲۳٤)۔

(۲) سنن الترمذی ۹۹/۱ (۵۵) من حديث عمر بن الخطاب، قال الترمذي: "وفي الباب عن أنس وعقبة بن عامر. حديث عمر قد خُولف زيد بن حباب في هذا الحديث، وروى عبد الله بن صالح وغيره، عن معاوية بن صالح، عن ربيعة بن يزيد، عن أبي إدريس، عن عقبة بن عامر، عن عمر، وعن ربيعة، عن أبي عثمان، عن جبير بن نفير، عن عمر. وهذا حديث في إسناده اضطراب، ولا يصِحُّ عن النبي ﷺ في هذا الباب كثير شيء. قال محمد: وأبو إدريس لم يسمع من عمر شيئًا"، ومعجم ابن عساكر ۱۰۷٤/۲ (۱۳۵۰) وقال ابن عساكر هذا حديث حسن غريب طبع دار البشائر. دمشق

ہوئی ہے اور اس خاص موقع پر احادیث سے ثابت نہیں ہیں، لیکن وہ دعائیں اچھی ہیں مثلاً ناک میں پانی ڈالتے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ

ترجمہ: اے اللہ! مجھے جنت کی خوشبو سنگھایئے اور جہنم کی خوشبو نہ سنگھایئے۔

چہرہ دھوتے وقت کی دعا

اور جب چہرہ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ بَیِّضْ وَجْهِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

اے اللہ! جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے اس دن میرے چہرے کو سفید بنایئے گا۔

ہاتھ دھوتے وقت کی دعائیں

اس کے بعد دایاں ہاتھ کہنی تک دھوئے تو اس وقت یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اے اللہ! میرا نامہ اعمال مجھے دائیں ہاتھ میں دیجیے گا اور میرا حساب آسان فرمایئے گا۔

اس کے بعد جب بایاں ہاتھ دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ

اے اللہ! میرا نامہ اعمال میں بائیں ہاتھ میں نہ دیجیے گا اور نہ پشت کی طرف سے دیجیے گا۔

مسح کرتے وقت کی دعائیں

جب سر کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ

اے اللہ! مجھے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمایئے گا، اس دن جس دن آپ کے عرش کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اور جب آدمی گردن کا مسح کرے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

اے اللہ! میری گردن کو (جہنم کی) آگ سے آزاد کردیجیے۔

پاؤں دھوتے وقت کی دعائیں

جب دایاں پاؤں دھوئے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَى الصِّرَاطِ يَوْمَ تَزِلُّ فِيْهِ الْاَقْدَامُ

اے اللہ! میرے پاؤں کو اس دن پل صراط پر ثابت قدم رکھیے گا جس دن وہاں پر لوگوں کے پاؤں پھسل رہے ہوں گے۔

اس کے بعد جب بایاں پاؤں دھوئے تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ

اے اللہ! میرے گناہوں کی مغفرت فرمادیجیے اور میں نے جو کچھ عمل کیا ہے (اپنے فضل سے) مجھے اس کا اجر عطا فرمائیے اور میری زندگی کی تجارت کو گھاٹے کی تجارت نہ بنائیے۔

مجلس کا حاصل

یہ ساری دعائیں مختلف اوقات میں نبی کریم سرور دو عالم ﷺ سے ثابت ہیں۔ بزرگوں نے یہ فرمایا کہ یہاں پر مناسب موقع ہے، اس وقت پڑھ لی جائیں تو بہت اچھی بات ہے۔ آدمی اگر یہ دعائیں نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں، لیکن کم از کم وضو کی جو مسنون دعائیں ہیں وہ تو ضرور پڑھ لینی چاہئیں۔ تو جب آدمی دعاؤں کی طرف متوجہ ہوگا تو اس کو وضو کے دوران باتیں کرنے کا وقت ہی نہیں ملے گا۔ اگر آدمی وضو کے دوران دعاؤں کا اہتمام کرے اور وضو کو سنّت کے مطابق کرنے کی فکر کرے تو یہ نماز کے اندر خشوع حاصل کرنے کا پہلا قدم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے وضو اور اپنی نماز کو بہتر سے بہتر بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

تصانیف
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

قرآن۔علوم قرآن

☆ آسان ترجمہ قرآن (اردو ترجمہ۔تشریحات۔حواشی)
☆ مقدمہ معارف القرآن
☆ علوم القرآن
☆ آسان تفسیر القرآن (جدید دو رنگہ ایڈیشن) (قرآن کریم کی تفسیر آسان اور عام فہم الفاظ میں)
☆ The Noble Quran (Single) Vol
☆ Ma'ariful Quran (8 Vols)
☆ Quranic Science

حدیث علوم حدیث

☆ انعام الباری شرح صحیح بخاری
☆ حضور ﷺ نے فرمایا (انتخاب احادیث)
☆ تکملة فتح الملهم (شرح صحیح مسلم ۶ جلد عربی)
☆ ثبت العثمانی
☆ The Authority of Sunnah
☆ درس ترمذی (۳ جلد)
☆ حجیت حدیث (جدید دو رنگہ ایڈیشن)
☆ تقریر ترمذی (۲ جلد)
☆ Sayings of Muhammad ﷺ

فقہ۔علوم فقہ فتاویٰ

☆ فتاویٰ عثمانی (کامل سیٹ)
☆ فقہی مقالات (کامل سیٹ)
☆ بحوث فی قضایا فقهية معاصرة (عربی)
☆ احكام الذبائح (عربی)
☆ Contemporary Fatawa
☆ عدالتی فیصلے (کامل سیٹ)
☆ احکام اعتکاف
☆ ضبط ولادت
☆ The Rules of I'tikaf
☆ The Rulings of Slaughtered Animals

معیشت۔تجارت۔اسلامی بینکنگ

☆ اسلام اور جدید معیشت و تجارت
☆ غیر سودی بینکاری فقہی مسائل کی تحقیق اور اشکالات کا جائزہ
☆ اسلام اور جدید معاشی مسائل (کامل سیٹ ۸ جلد)
☆ موجودہ عالمی معاشی بحران اور اسلامی تعلیمات
☆ التجارة والاقتصاد المعاصر فی ضوء الاسلام (عربی)
☆ An Introduction to Islamic Finance
☆ The Present Financial Crisis Causes & Remedies
☆ سود پر تاریخی فیصلہ
☆ ہمارا معاشی نظام
☆ اسلامی بینکاری کی بنیادیں
☆ اسلامی بینکاری، تاریخ و پس منظر
☆ Our Economic System
☆ The Historic Judgement on Interest

اسلام اور عہد حاضر

☆ ہمارا تعلیمی نظام
☆ دینی مدارس کا نصاب و نظام
☆ اسلام اور جدت پسندی
☆ نفاذ شریعت اور اس کے مسائل
☆ موجودہ پر آشوب دور میں علما کی ذمہ داریاں
☆ نظرة عابرة حول التعليم اسلامی (عربی)
☆ اسلام اور سیاست حاضرہ
☆ ہمارے عائلی مسائل
☆ ملکیت زمین اور اس کی تحدید
☆ حکیم الامت کے سیاسی افکار
☆ اسلام اور سیاسی نظریات
☆ Islam and Modernism

تصانیف

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب

اصلاحِ معاشرہ

☆ اصلاحی خطبات (کامل سیٹ)
☆ خطباتِ عثمانی (کامل سیٹ)
☆ اصلاحِ معاشرہ
☆ آسان نیکیاں
☆ نشری تقریریں
☆ ذکر و فکر
☆ مواعظِ عثمانی (موضوع وار مجموعہ)
☆ حقوق العباد و معاملات
☆ خاندانی حقوق و فرائض
☆ اپنے گھروں کو بچایئے
☆ اسلام اور ہماری زندگی
☆ The Language of Friday Khutbah
☆ Radiant Prayers
☆ Spritual Discourses
☆ Discourses on Islamic Way of Life
☆ اصلاحی مواعظ (کامل سیٹ)
☆ اصلاحی مجالس (کامل سیٹ)
☆ فرد کی اصلاح
☆ پُرنور دعائیں (دورنگہ)
☆ نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے
☆ ارشاداتِ اکابر
☆ حدود آرڈیننس ایک علمی جائزہ
☆ خاندانی اختلافات کے اسباب اور ان کا حل
☆ معاشرتی حقوق و فرائض
☆ قتل اور خانہ جنگی کے بارے میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات
☆ مناجات مقبول (قرآنی آیاتوں کی تشریح)
☆ Easy Good Deeds
☆ Perform Salah Correcly
☆ The Sanctity of Human Life in the Quran & Sunnah

ردِّ عیسائیت/قادیانیت

☆ بائبل سے قرآن تک (کامل سیٹ)
☆ بائبل کیا ہے؟
☆ قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف
☆ Qadianism On Trail
☆ عیسائیت کیا ہے؟
☆ ما ھی النصرانیة؟ (عربی)
☆ What is Christanity?

سفرنامے

☆ جہاں دیدہ (بیس ملکوں کا سفرنامہ) (دورنگہ)
☆ دنیا مرے آگے (سفرنامہ) (دورنگہ)
☆ سفر در سفر (سفرنامہ) (دورنگہ)
☆ البانیہ میں چند روز
☆ اندلس میں چند روز

متفرق

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق (دورنگہ)
☆ تراشے (دورنگہ)
☆ گوشۂ تنہائی
☆ یادیں
☆ تبصرے
☆ تقلید کی شرعی حیثیت
☆ Islamic Months
☆ The Legal Status of Following a Madhab

سوانح۔تذکرے

☆ میرے والد میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ
☆ ناقوِ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ
☆ اکابر دیوبند کیا تھے؟ (دورنگہ)
☆ نقوشِ رفتگاں (دورنگہ)
☆ تذکرے
☆ البلاغ عارفی رحمۃ اللہ علیہ نمبر
☆ البلاغ مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نمبر

مواعظِ عثمانی

اصلاحی تقاریر ومضامین کا
موضوع وار مجموعہ
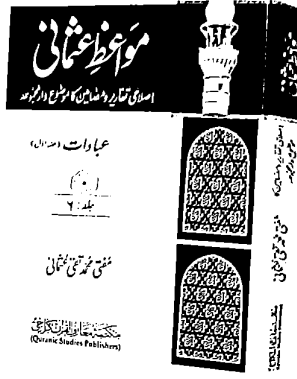
شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے جملہ مواعظ، خطبات اور تحریرات کا تخریج شدہ جامع اور مستند ترین موضوع وار مجموعہ ہے، اس مجموعہ میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی درج ذیل کتب کا استیعاب کیا گیا ہے:

- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
- اصلاحی خطبات
- اصلاحی مواعظ
- اصلاحی مجالس
- خطباتِ عثمانی
- خطبات دورۂ ہند
- درس شعب الایمان
- نشری تقریریں
- فردکی اصلاح
- اصلاحِ معاشرہ
- تربیتی بیانات
- ذکروفکر
- the Islamic Months

اس کے علاوہ

- آسان ترجمہ قرآن
- اسلام اور ہماری زندگی
- انعام الباری
- تقریرِ ترمذی
- جہانِ دیدہ
- سفر درسفر
- دنیا مرے آگے
- اسلام اور جدید معاشی مسائل
- ہمارا معاشی نظام

کے منتخب مضامین، ماہنامہ البلاغ اور دیگر مجموعوں اور رسائل میں شامل شدہ، اور بعض صوتی صورتوں میں محفوظ شدہ حضرت والا دامت برکاتہم کے بیانات وخطبات کو شامل کیا گیا ہے، جس سے علماء، طلباء، خطباء اور عام پڑھے لکھے حضرات بآسانی استفادہ کر سکتے ہیں۔